صدائے راز و رموز

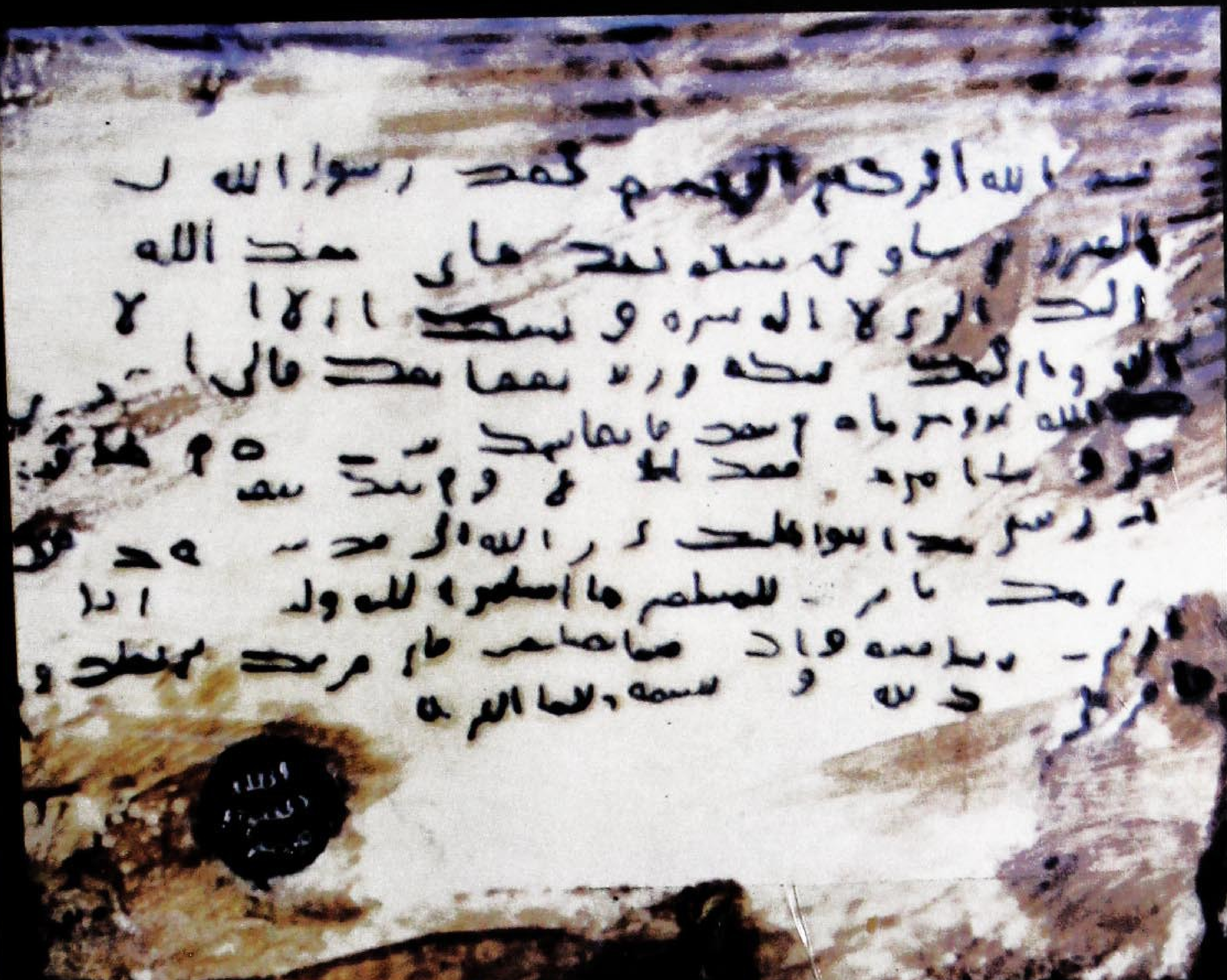

زیر سرپرستی:

عاشقِ رسُول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

فی سبیل اللہ

NOT FOR SALE

Marfat.com

صدائے راز و رموز

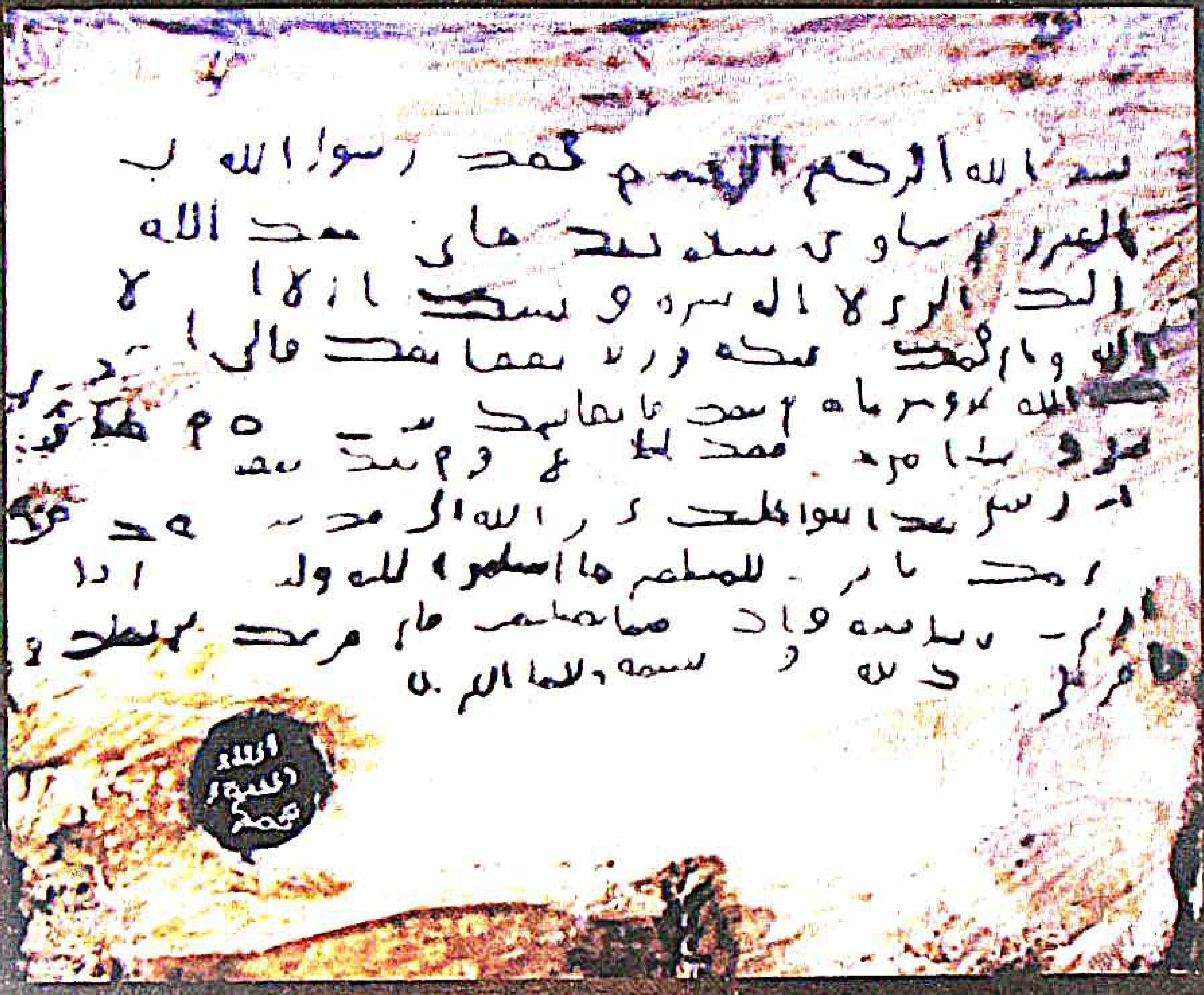

زیرِ سرپرستی:

عاشقِ رسول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف افضل رحمۃ اللہ علیہ سرکار

پبلشرز: حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ نوریہ ۶۸-۶۷، بلاک ۸/۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی

Marfat.com

نام کتاب ــــــــــــــ صدائے راز و رموز

ترتیب و پیشکش ــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ــــــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ اپریل ۲۰۱۵ء	۱۵۰۰

297-692
ص ۱۱ ر
143382 ۱۴۳۳۸۲
ت ۱

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پکارا۔ تو نے ہماری پکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "صدائے راز و رموز" کے عنوان سے اس موضوع پر اپنے مرشد شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم، فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ، حضرت خواجہ شاہ محمد افضل قادری، چشتی (صابری، نظامی)، قلندری المعروف "افضل سرکار" رحمتہ اللہ علیہ کے زیرِ سرپرستی یہ کتاب پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صَلیّ اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صَلیّ اللہ عَلیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صَلیّ اللہ عَلیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہوجائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سُخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

گُزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجیے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	باب نمبر	تاریخ	عنوانات	صفحہ نمبر
1	222	۲۷، اپریل ۲۰۱۲ء ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ	حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	9
2	223	۴، مئی ۲۰۱۲ء ۱۲، جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ	ادب	21
3	224	۱۱، مئی ۲۰۱۲ء ۱۹، جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	30
4	225	۱۸، مئی ۲۰۱۲ء ۲۶، جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ	حضرت شاہ انعام الرحمٰن قدوسیؒ	42
5	226	۲۵، مئی ۲۰۱۲ء ۳، رجب المرجب ۱۴۳۳ھ	حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ	51
6	227	یکم جون ۲۰۱۲ء ۱۰، رجب المرجب ۱۴۳۳ھ	حال (وجد)	63
7	228	۸، جون ۲۰۱۲ء ۱۷، رجب المرجب ۱۴۳۳ھ	دنیاوی تعلق کو توڑنا	74
8	229	۱۵، جون ۲۰۱۲ء ۲۴، رجب المرجب ۱۴۳۳ھ	رفتارِ زمان	83
9	230	۱۷، جون ۲۰۱۲ء ۲۷، رجب المرجب ۱۴۳۳ھ	شبِ معراج	96
10	231	۲۲، جون ۲۰۱۲ء یکم شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ	حضرت شاہ محمد افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ	110
11	232	۲۹، جون ۲۰۱۲ء ۸، شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ	شبِ برأت	121
12	233	۶، جولائی ۲۰۱۲ء ۱۵، شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ	حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ	133
13	234	۱۳ جولائی ۲۰۱۲ء ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ	دل کی رکھوالی	146

Marfat.com

نمبر شمار	باب نمبر	تاریخ	عنوانات	صفحہ نمبر
14	235	۲۰ جولائی ۲۰۱۲ء ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ	استقبالِ رمضان	156
15	236	۲۷ جولائی ۲۰۱۲ء ۷ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ	اہلِ بیت کا طرزِ حیات	167
16	237	۳ اگست ۲۰۱۲ء ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ	بدرِ ثانی	178
17	238	۱۰ اگست ۲۰۱۲ء ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ	حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ	191
18	239	۱۷ اگست ۲۰۱۲ء ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ	لیلۃُ القدر، رمضان کی تعلیمات	204
19	240	۲۴ اگست ۲۰۱۲ء ۵ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ	حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	215
20	241	۳۱ اگست ۲۰۱۲ء ۱۲ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ	بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ	226
21	242	۷ ستمبر ۲۰۱۲ء ۱۹ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ	مُسلم تہذیب	238
22	243	۱۴ ستمبر ۲۰۱۲ء ۲۶ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ	دُعا۔عبادت کی رُوح	250
23	244	۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء ۳ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ	حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ	260
24	245	۲۸ ستمبر ۲۰۱۲ء ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ	زندگی میں توازن	277
25	246	۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ	غیبت	289
26	247	۱۲ اکتوبر ۲۰۱۲ء ۲۴ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ	حج ۔ والدہ صاحبہ	301

Marfat.com

۲۷ اپریل ۲۰۱۲ء
۵ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو بزرگ و بالاتر ہے، جس کے اسماءِ حسنیٰ اُس کے عاشقوں کے لئے رحمت ہیں، جو محبت کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اُس کے عاشق کون ہیں اور جو عظیم و رحیم ہے۔

دُرود و سلام نبیءِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر، اُمت کے امام پر، جو اپنے لوگوں کے سامنے قرآن کو پڑھتے ہیں اور جنہوں نے اپنی پوری زندگی دوسروں کے لئے ایک مثالی نمونہ کے طور سے پیش کی ہے۔ اللہ کی رحمتیں اُن پر، اُن کے اہلِ بیت پر، اُنکے دوستوں اور صحابہ پر ہمیشہ سایہءِ فگن رہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کیلئے۔

سلامتی ہو اُن سب پر جو اپنے دلوں پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں تاکہ وہ اِن مشکل وقتوں میں سیدھی راہ سے بھٹک نہ جائیں۔

کہتے ہیں کہ مصائب کبھی ختم نہیں ہوتے۔ زندگی دراصل مصائب کا دوسرا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ دراصل اعمال دُعاؤں پر برابر اثر ڈالتے ہیں، اس لئے وہ اپنی قوتِ پرواز کھو بیٹھتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو اللہ کی راہ پر چلنے والے

Marfat.com

ہیں، سختیاں زیادہ تر وہی جھیلتے ہیں۔ وہ جو اللہ کی راہ کے مسافر ہیں، صرف وہی تو ہیں جنہیں طوفانِ آخر کی تباہ کاریوں سے بچایا جائے گا۔ اصل مصائب تو صرف اُن لوگوں پر ہوں گے جو اپنے اللہ کے نافرمان ہیں۔ آپ میں سے اکثر لوگ سوچتے ہیں کہ مصیبتوں نے تو صرف آپ کا گھر دیکھا ہے اور آپ سب اپنے حالات کے ستائے ہوئے ہیں، لیکن اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ بات فقط اتنی ہے کہ آپ کی بے صبری اور دوسروں کے لئے آپ کے عدم برداشت سے معاملہ بگڑتا ہے۔ وہ مسائل جو آسانی سے حل ہو سکتے ہوں، وہ اُس وقت مزید اُلجھتے ہیں جب انائیں بیچ میں آجاتی ہیں اور کوئی بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہار جائے۔

مصائب سے مقابلہ کرنے کا آپ کے پاس بہترین طریقہ کیا ہونا چاہیئے؟ پہلا یہ کہ اپنے اللہ سے مدد مانگیئے، پھر درپیش صورتحال کا تجزیہ کیجئے، اور یہ دیکھئے کہ کیا آپ اپنے مسائل کو اپنی انا کو درمیان میں لائے بغیر، اور اُن لوگوں سے دانائی کے ساتھ بات کرتے ہوئے حل کر سکتے ہیں، جو اُس معاملے میں آپکی مدد کر سکیں اپنے مسئلے کو حل کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ اِس قسم کی صورتحال میں رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل کیا تھا۔ وہ لوگ جو رسُولِ پاک ﷺ کے اُسوہ کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، اور جنہوں نے اُن کی زندگی کے بارے میں گہرا مطالعہ کیا ہے، وہ یقیناً یہ جانتے ہیں کہ اُن کے اپنے مصائب کسی صورت بھی اُن مصائب سے بڑھ کر نہیں ہیں جو حضور ﷺ کو اپنی حیاتِ مبارکہ میں درپیش تھے۔ ذرا اُن عظیم ہستی کے بارے میں سوچئے جو زبردست حُرمت اور حیثیت کے مالک تھے، وہ جنہیں صادق اور امین کہا جاتا تھا، اُنہوں نے اللہ کی خاطر

Marfat.com

اپنی دنیاوی دولت اور حیثیت ترک کر دی۔

آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جو اپنی عزت، معاشرے میں اپنے مقام کو چھوڑ سکتے ہیں، یا اپنے گھرانے کی آسائشوں کو قربان کر سکتے ہیں تاکہ وہ ایک ایسے نئے دین کی تبلیغ کریں جس سے اُن کی جان کو خطرہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ کام ایک لمحے کی بھی ہچکچاہٹ کے بغیر کر دکھایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گالی گلوچ، بے حُرمتی اور اذیت نہ فقط اپنے اوپر برداشت کی، بلکہ یہ سب کچھ اپنے گھرانے پر بھی ہوتے ہوئے برداشت کیا۔ کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ اُسے اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مصائب کا سامنا ہے؟ اس لئے کوشش کریں کہ اپنے مسائل کے حل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے حاصل کریں (اور اگر آپ نے ایسا کیا) تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کو تمام سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔

بات فقط اتنی ہے کہ آپ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا گہرا مطالعہ ہونا چاہیئے تاکہ آپ اُن کے طریقوں کو اپنی زندگی میں اپنائیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیٹے کی حیثیت سے، ایک شوہر کی حیثیت سے، ایک دوست، ایک ہمنا، ایک کمانڈر، یا ایک سیاستدان کی حیثیت سے کیسے تھے۔ زندگی کے بہت سارے کردار اُمت کو دکھائے گئے ہیں، نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کردار، بلکہ آپ کے گھرانے کے کردار بھی آپ سب کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

آج ہم ایک ایسی شخصیت کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں، جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اُنہیں بہت پیاری تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی، حضرت فاطمہ زُھرا بتُول رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور العین تھیں۔ وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل کی راحت تھیں۔ اِن کے ذریعے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھایا کہ ایک بیٹی خاندان کے لئے کتنی اہم ہے،

Marfat.com

اور ایک بیٹی کا دل کتنا خوبصورت ہے۔

بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت نبوت کے پہلے سال جمادی الاوّل میں ہوئی اور آپ رضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت میں سے تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا بچپن اُس وقت کے تمام بچوں سے مختلف تھا۔ کم عمری سے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچوں کے عام کھیل کود کی طرف مائل نہ تھیں، اُس کے برعکس آپ کو تنہائی اور گھر میں رہنا زیادہ پسند تھا۔ آپ ایک نہایت ذہین اور ہوش مند بچی تھیں اور اپنے والدین کی محبت کا محور تھیں۔ آپ اپنے والدِ گرامی یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب تھیں اور اُن کے طریقۂ حیات اور مزاج کو جذب کیا کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کئی سال بعد اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیسی تھیں، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادت و اطوار، سیرت و کردار، اور نشست و برخاست (اُٹھنے بیٹھنے) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔"

یہ اُس شدید محبت کی وجہ تھی جو بیٹی کو اپنے والدِ گرامی سے تھی۔ جب کبھی بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند لمحات کے لئے رُکتے اور (اَلسلامُ علیکم) بلند آواز میں کہتے، یہ سُن کر سیدہ دوڑ کر اُن کی طرف جاتیں اور اُن کی اُنگلی پکڑ کر اندر لے آتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کو اپنی آغوشِ محبت میں لیتے اور اُن کی پیشانی کو پیار سے چُوم لیا کرتے تھے۔ چھوٹی سی سیدہ اِس قسم کے سوالات پوچھتیں کہ جن سے بچہ ہونے کے باوجود اُن کی ذہانت ظاہر ہوتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد آپ کے

Marfat.com

پاس بیٹھ کر اُنہیں نوری حکمت عطا کیا کرتے تھے جسے وہ اپنی یادداشت میں محفوظ کیا کرتی تھیں، اور جب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے جاتے، تو والدہ اپنی چھوٹی بیٹی سے پوچھتیں: "آج اپنے ابا سے کون کون سی باتیں سیکھی ہیں۔" جس پر سیدہ بڑی معصومیت سے وہ سب کچھ حرف بہ حرف سنا دیا کرتیں، جو اُنہوں نے سُنا ہوا ہوتا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معصوم دل نے ایسے بوجھ اُٹھائے تھے کہ جن کا تصور بھی اُن کی عمر کے بچے نہیں کر سکتے تھے۔ جب قریش والے آپ کے والدِ گرامی کے مخالف ہو گئے، تو اُنہوں نے اپنی دُشمنی کو ہر رنگ میں ظاہر کیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خُون کے پیاسے ہو گئے، اور عُتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربعی اور ابوسفیان جیسوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جسمانی تشدد سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابُولہب، ابُوجہل اور دوسرے قریبی عزیز بھی آپ کے سخت مخالفین بن گئے۔ ۶۱۹ عیسوی (ہجرت سے ۳ سال پہلے) میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے پیارے چچا ابوطالب اِس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے، تو قریش کی بے باکیاں زیادہ شدّت اختیار کر گئیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے اور ان پر کچرا اور غلاظت پھینکتے۔ ایک بار تو اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلہ دبانے کی کوشش کی، اور ایک مرتبہ آپ کی پیٹھ پر اُونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی جب آپ عبادت میں مصروف تھے۔ اُس وقت چھوٹی سی بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہم عمروں سے زیادہ بالغ نظر آتی تھیں۔ وہ یہ سب اپنی اشکبار آنکھوں سے دیکھتیں، مگر ایک بار بھی وہ اپنے والد کو اُن کے کام سے نہیں روکتیں۔ جب کبھی بھی ان کی معصوم آنکھوں میں آنسو آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: "میری

Marfat.com

بچی گھبراؤ نہیں، خدا تمہارے باپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔" ایک باہمت باپ کی دلیر بیٹی تھیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۂ مولائی میں عبادت میں مصروف تھے، اور قریب ہی کفار اپنی مجلس لگائے ہوئے تھے۔ اُس وقت ابو جہل کو ایک شرارت سوجھی اور اُس نے کہا: "ذرا اس شخص کی طرف تو دیکھو، کاش اِس وقت کوئی شخص فلاں قبیلہ جاتا، جہاں اونٹ ذبح ہوا ہے اور اُس کی اوجھڑی اُٹھا لاتا۔ اور جب یہ شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں جائے، تو اُسکی پیٹھ یا گردن پر رکھ دیتا۔" عقابہ بن معیط فوراً اُٹھا اور وہی کیا جو اُسے کرنے کو کہا گیا تھا، یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ سجدہ میں تھے، تو اوجھڑی کو آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ اس پر کفار پاگلوں کی طرح ہنسنے لگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عقابہ بن معیط کے چرواہے تھے، وہ اِس شر کو تو روک نہیں سکتے تھے، لیکن وہ دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچے اور اس واقعے کی اطلاع دی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت پریشان ہوئیں اور اپنے والد کی طرف دوڑیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر سے وہ بھاری بوجھ ہٹا دیا۔ اس دوران کفار ہنستے اور تالیاں بجاتے رہے۔ اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر نے اُن کی طرف غصّے سے دیکھ کر فرمایا: "حاکم الحاکمین تمہیں شرارتوں کی سزا دے گا۔" اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بد دُعا دی کہ: "اے الٰہی! کفار کی ٹولی کو سزا دے۔" اور اس دُعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے ابو جہل، عقبہ بن معیط، اُمیہ بن خلف، عتبہ بن ربعی اور شعیبہ بن ربیعہ کے نام لئے۔ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ یہ سب لوگ میدانِ بدر میں ذلت کی موت مرے اور اُن کی

Marfat.com

لاشوں کو اندھے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ یہ ہے انجام اُن لوگوں کا جنہوں نے کبھی اللہ کے محبوب رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلِ خانہ کا مذاق اُڑایا ہو۔

آپ جب مشکلات کی بات کرتے ہیں تو آپ کس طرح اُن مشکل ترین سالوں کا ذکر نہیں کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبِ ابوطالب میں گزارے تھے۔ اس جگہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی محصور نہیں کیا گیا تھا، بلکہ پورے بنو ہاشم کو، سوائے ابولہب اور چند دوسروں کے جو کفار کے ساتھ تھے۔ شعبِ ابی طالب پہاڑوں میں ایک دَرّہ تھا جو ہاشمی قبیلے کی ملکیت تھا۔ مشرکین نے اُس جگہ کا محاصرہ پہلی محرم ۶۱۶ء عیسوی (نبوّت کے (۵) پانچویں سال) کو کیا۔ اور ایسی سختی برتی کہ کھانے کا ایک نوالہ بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر کوئی تاجر وہاں اپنا سامان بیچنے آتا تو قریش والے غلّے کا ایک ایک دانہ خرید لیتے تاکہ محصور لوگ کچھ بھی نہ خرید سکیں۔ وہاں محصور ہاشمی جن میں مرد، خواتین، بوڑھے اور چھوٹے بچے شامل تھے، اُن کی غذا سوکھے پتے اور جھاڑیاں تھیں۔ مشکلات کا یہ دور ۳ سالوں تک جاری رہا، جس میں چھوٹی بی بی فاطمہ بھی اپنے والدین کے ساتھ موجود تھیں لیکن یہ اپنے والد کی استقامت کی تصویر تھیں جو اِن حالات میں بھی حج کے ایام میں باہر نکل آتے اور تبلیغ کرتے۔ ۶۱۹ عیسوی میں چھوٹی بیٹی کو اُن کی زندگی کے ایک اور بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ اُن کی شفیق اور مہربان والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے والد کے چچا حضرت ابُوطالب اس دنیا سے رخصت ہوئے، جنہوں نے تمام مشکل اطوار میں اپنے بھتیجے کا ساتھ دیا تھا۔

عام الحزن کے بادل نہایت گہرے اور کالے تھے۔ اب چھوٹی سی بی بی کے لئے

Marfat.com

اُن کے والد کے علاوہ کوئی نہیں رہا۔ یہ وہی وقت تھا جب شعبِ ابی طالب کا دور ختم ہوا حالانکہ اُس کے بعد بھی مکہ مسلمانوں کے لئے دشمن کا علاقہ رہا اور اُن پر ظلم و ستم جاری رہا۔ یہ اُن ہی دنوں کی بات تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے طائف جانے کا فیصلہ کیا، لیکن اہلِ طائف تو بڑے سخت اور ظالم نکلے جب انہوں نے دینِ حق کی صدا سنی۔ اس کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر اُن کے ڈھائے ہوئے ظلم کے اتنے زخم پڑے کہ آپ کے پیر مبارک خون میں لت پت ہوئے اور آپ کا دل اس مسترد کئے جانے پر بہت رنجیدہ ہوا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: "واپسی کا دن میری زندگی کا سخت ترین دن تھا، حتیٰ کہ اُحد کے دن سے بھی سخت۔ جبرائیل نے اُس دن مجھ سے پوچھا کہ: 'اگر آپ چاہیں تو طائف کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دوں، (یعنی مکہ کے دو طرفہ پہاڑوں کو اُس پر اُلٹا دوں) لیکن میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ: "مجھے اُمید ہے اللہ اُن کے پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں گے۔"

جب بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی طائف سے لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چُور تھے لیکن بیٹی کی کئی دنوں کی تیمارداری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحتیاب ہو گئے۔ اس کام میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدد آپ کی بڑی بہن سیدہ اُمِّ کلثوم نے کی اور اس دوران دونوں نے لمحہ بھر بھی آرام نہ کیا۔ پھر مکہ کی سخت مشکلات کے باعث ہجرتِ مدینہ کا مرحلہ آیا، جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام مسلمانوں نے اپنے گھرانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس ہجرت کے بعد ہی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شادی کی عمر میں پہنچیں اور آپ کی شادی انتہائی سادگی سے شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ہو گئی۔ دونوں کی ازدواجی زندگی بھی

Marfat.com

سادہ تھی، لیکن مطمئن اور دوسروں کے لئے مثالی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ کرم اللہ وجہہ بہت محبت کرنے والے شوہر تھے۔ بالکل اسی طرح بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ایک محنتی اور اطاعت گزار بیوی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی سے فرمایا کرتے تھے کہ: "عورت کا سب سے بڑا فرض، خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری ہے، اس لئے علی کرم اللہ وجہہ، کی ہر وقت اطاعت کرو۔"

دوسری جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کرتے تھے کہ: "فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اچھا برتاؤ کرو"۔ خاوند اور بیوی، دونوں نے گھر کے کام آپس میں تقسیم کر لئے تھے۔ گھر کے تمام اندرونی کام، مثلاً کھانا پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا وغیرہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذمے تھے، جبکہ تمام باہر کے کام جیسے کہ بازار سے سودا لانا، اونٹ کو پانی پلانا وغیرہ، یہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی ذمہ داری تھے۔ اس تقسیم کار نے اُن کی گھریلو زندگی میں ایک توازن پیدا کیا۔ ایک مرتبہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں مبتلا ہو گئیں، اور پوری رات بے چین رہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں کہ: "میں بھی ساری رات اپنی بیوی کے ساتھ جاگتا رہا اور رات کے آخری پہر میں سو گیا"۔ جب فجر کے وقت میری آنکھ کھلی تو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وضو فرما رہی تھیں۔ اور جب میں مسجد سے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ چکی پیس رہی تھیں۔ تو اس لئے میں نے کہا: "فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم اپنے حال پر رحم کرو، رات بھر تمہیں بخار رہا، صبح اُٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا، اب چکی پیس رہی ہو، خدا نہ کرے زیادہ بیمار ہو جاؤ"۔ اس پر بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سر جھکا کر کہا: "اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے مر بھی جاؤں تو کچھ پرواہ نہیں۔ میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اللہ کی اطاعت کے لئے، اور چکی پیسی آپ کی اطاعت کے لئے اور بچوں

Marfat.com

کی خدمت کے لئے "۔

یہ تھے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خوبصورت اوصاف، جن کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہنا پڑا: " فاطمہ جنّت کا ایک خوشبودار پھول تھیں، جنکے بعد بھی اُن کی خوشبو سے اَب تک میرا ذہن معطّر ہے، اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

- سیدہ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت اور گفتگو و رفتار سرورِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ ملتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ظاہری و باطنی اوصاف ان کی ذات میں موجود تھے۔

- اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ "فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رفتار و گفتار میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین نمونہ تھیں۔"

- سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمیشہ سچی اور صاف بات کرتی تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی صدقِ مقالی اور صاف گوئی کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے: "میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدِ بزرگوار رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا فاطمہ سے زیادہ سچّا اور صاف گو کسی کو نہیں دیکھا۔"

- سید فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عبادتِ الٰہی سے بے انتہا شغف تھا۔ وہ قائم اللّیل اور دائم الصّوم تھیں۔ خوفِ الٰہی سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتی تھیں۔

- زبان پر اکثر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ: " میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتا تھا کہ کھانا پکاتی جاتی تھیں، اور ساتھ ساتھ خدا کا ذکر کرتی جاتی تھیں۔"

Marfat.com

◉ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں اپنی والدہ ماجدہ کو گھر کے کام دھندوں سے فرصت پانے کے بعد، صبح سے شام تک محرابِ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اُس کی حمد وثنا کرتے اور دُعائیں مانگتے دیکھتا، یہ دعائیں وہ اپنے لئے نہیں، بلکہ تمام مَردوں اور عورتوں کیلئے مانگتی تھیں۔"

◉ عبادت کرتے ہوئے سیدہ کا نورانی چہرہ زعفرانی ہو جاتا تھا، جسم پر لرزا طاری ہو جاتا تھا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی، یہاں تک کہ اکثر مصلے بھیگ جاتے تھے۔"

◉ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "ایک رات وہ نماز میں مشغول رہیں اور اسی حالت میں صبح ہو گئی، انہوں نے مومنین اور مومنات کے لئے بہت سی دعائیں مانگیں۔ میں نے عرض کیا! "امّاں جان، آپ نے سب کے لئے دُعا مانگی، مگر اپنے لئے کوئی دُعا نہ مانگی"، فرمایا: "بیٹا! پہلا حق باہر والوں کا ہے، اس کے بعد گھر والوں کا۔"

◉ وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی ایک اللہ کی ہو کر رہ گئیں۔ اس لئے انکا لقب بتول پڑ گیا تھا۔

جب کوئی کہے کہ زندگی مشکل ہے، تو اُسے چاہئے کہ ایک پل کے لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیت کے بارے میں سوچیں۔ یہ ایک صبر و توکّل والا گھرانہ تھا، عجز و انکساری والا گھرانہ تھا، رضا اور محبّت والا گھرانہ تھا۔ وہ کم پر (بھی) خوش تھے۔ جو کچھ اللہ اُنہیں دیتا، وہ اس پر راضی اور مطمئن رہتے اور اُنہیں اللہ کے شکر اور رضا والی زندگی پسند تھی۔ (اور) جب بھی اللہ نے اُن سے طلب کیا تو انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی آنکھیں نہیں جھپکائیں۔ یہی وجہ ہے کہ سردارِ جنت، خیر النساء بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سردارِ جوانانِ جنت، امامِ جود وسخا سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شاہِ کربلا، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کی سربلند والدہ ہیں۔ لوگوں کو یہ مقام صرف اس لیے نہیں ملتا کہ اُن کی کسی سے نسبت ہے، بلکہ یہ مقام اُنہیں اُس وقت ملتا ہے جب اُن کی زندگی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُس مقام کے قابل ہیں۔

اللہ کا سلام ہو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر، قلبِ الٰہی کے حُسن پر۔ ہمارے اللہ کا سلام ہو اہلِ بیت پر، اور لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں درود و سلام ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اللہ کی کائنات کے حُسن پر۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۲ر جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

اَدب

(اللہ، رسولؐ اور مُرشد سے اَدب کے انعامات)

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی سلطنت تمام آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان جو کچھ بھی ہے، پر محیط ہے۔ یہ وہ ہی تو ہے جو ہر ایک کو راہِ حق کی طرف بلاتا ہے۔ بے شک صرف وہ لوگ ہی کامیاب ہوتے ہیں جو اس صدا کو سُن کر اُس پر عمل کرتے ہیں۔

دُرود و سلام اللہ کی رحمت، اللہ کے جمال پر، جو پوری کائنات میں جلوہ گر ہے۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے زیادہ مہربان ہیں۔

ھُو

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔

سلامتی اللہ کے اُن غلاموں پر جو ایک تابعدار بندے کے فرائض سے آگاہ ہیں اور انہیں خوب اچھی طرح نبھاتے ہیں۔

ایک خاص لفظ ایسا ہے جسے اللہ تواتر سے دہراتا ہے۔ وہ لفظ ہے: ''اَدب''۔ اس لفظ کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس کے بارے میں چاہے کتنا بھی کہا گیا ہے، وہ پھر بھی کافی نہیں ہے۔ ایک استاد کا کام کبھی ختم نہیں ہوتا، اور سب سے اہم سبق جو سکھانا چاہیئے وہ ہے ''ادب''۔

Marfat.com

زندگی کے ہر شعبے میں اَدب کو ملحوظ رکھنا کامیابی کی طرف صحیح راستہ ہے۔

اَدب ایک کثیر المعنی لفظ ہے، اور اس سے کئی چیزیں مُراد ہیں۔ اَدب ظاہر اور باطن دونوں سے ہے۔ ظاہری اَدب کو آپ کا جسمانی وجود ظاہر کرتا ہے جبکہ باطنی اَدب کا تعلق آپ کے دِل سے ہے۔ اگر دل میں اَدب ہے تب ہی آپ کا مادّی جسم بھی اُس اَدب کو ظاہر کرے گا، ورنہ آپ چاہے خود کو کتنا ہی با اَدب ظاہر کرنے کی کوشش کریں، آپ اُسے پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکیں گے۔

اَدب انسان کے دُنیاوی اور روحانی مقامات کو بلند کرتا ہے۔ ادب اچھے اخلاق کا نام ہے، اور آپ جہاں کہیں جاتے ہیں، آپ کے اچھے اخلاق آپ کو دوسروں کی نگاہوں میں بلند کریں گے۔ ایک شخص جو با اَدب ہو، نرم گفتار ہو، خیال رکھنے والا اور احترام کرنے والا ہو، اُسے سب پسند کرتے ہیں، اُس کے خلاف چاہے کتنے ہی منفی جذبات ہوں، وہ اپنے حالات کو اپنے خوش مزاج سے تبدیل کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس ایک بے ادب انسان کو کہیں بھی پذیرائی نہیں ملے گی، چاہے وہ کہیں بھی جائے اور اُس کا تعلق کسی سے بھی ہو۔

دنیا دار لوگ بے اَدبیوں کو برداشت کر سکتے ہیں؛ وہ بے ادبی کو نظر انداز کر سکتے ہیں اگر وہ کسی با اثر شخص کی طرف سے ہو رہی ہو، لیکن راہِ سلوک میں اِس کا مسئلہ دوسرا ہے۔ اللہ کی راہ میں جب کوئی راہِ سلوک کے قوائد اختیار کرتا ہے تو اُسے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ پر چلنے کا پہلا قدم اَدب ہے۔ جب دنیا والے اپنے مُرشد کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو وہ اُنہیں بھی اس دُنیا کا ایک عام آدمی

۱۴۳۳۸۴

Marfat.com

سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اُن سے ویسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ اُن کی صحبت میں مُسلسل بیٹھنے لگتے ہیں تو اُنہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس راہ کے قواعد دُنیا کے قواعد سے زیادہ سخت ہیں۔ اس سختی کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے ایک ایسی دُنیا کو چُنا ہے جو روحانیت کی دُنیا ہے یعنی اللہ کی دُنیا ہے (اس لیے) ایک ایسی جگہ میں بے ادبی کیسے ہو سکتی ہے جہاں کوئی بھی اپنی آنکھیں بغیر اجازت کے نہیں اُٹھا سکتا، اور نہ ہی ایک لفظ اپنی مرضی سے کہہ سکتا ہے

رُوحانی دُنیا تو محبت، جذب و مستی اور سرور کی دُنیا ہے۔ یہ ایک ایسی دُنیا ہے جس میں آپ کو عالمِ غیب تک رسائی ہے جہاں آپ آگے بڑھ کر اللہ اور اُس کے محبوبین کی موجودگی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ آقائے مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلبیت کی دُنیا ہے۔ یہ مولائے علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا ہے۔ یہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی دُنیا ہے۔ اس دنیا کی خوبصورتی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ یہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی محبوبِ سُبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی دُنیا ہے اور اس جگہ سلطان الہند حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے پیاروں کی موجودگی سے کون انکار کر سکتا ہے؟ اس دنیا میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی شیرنی اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی مستی شامل ہیں۔ اس کے رنگ و کیفیات بہت ہی خوب صورت ہیں۔

ایک طرف نظامی ٹھنڈک ہے تو دوسری طرف صابری حدت۔ آپ کو یہاں قلندری دھمال کی جذب و مستی دکھائی دے گی اور اُس کے ساتھ ہی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی آتشِ عشق میں، مبتلا داریوں میں، رقصاں درویش نظر آئیں گے۔ کون ہے جو اس روحانی

Marfat.com

دنیا کا کسی دُوسری دُنیاؤں کے مقابلے میں منظر کشی کر سکے؟ اس دُنیا کو تو صرف آپکے دل ہی محسوس کر سکتے ہیں اور اسے صرف آپ کے دل کی آنکھیں ہی دیکھ سکتی ہیں جو دل کی زبان کو سمجھتی ہیں۔

یہاں صرف پیاسے ہی آتے ہیں اپنی پیاس بجھانے۔ وہ یہاں موجود تو ہیں لیکن اصل میں ہوتا یہ ہے کہ اُن کی پیاس بڑھتی ہی جاتی ہے اُس جام کیلئے جو ہر ایک گھونٹ کے ساتھ یہاں تقسیم ہوتا ہے۔ جب وہ دوسری دنیا میں جاتے ہیں تو اُن کی پیاس بڑھتی ہے اور آتشِ عشق زیادہ سُرخ اور روشن ہو جاتا ہے، اتنا زیادہ کہ اُنکا اپنا وجود اُن کی اپنی آنکھوں کے آگے پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اُن کے اُوپری دُنیاوی خول اُترنے شروع ہو جاتے ہیں جنہوں نے اُن کے باطنی وجود کو اُن کی آنکھوں سے اتنی دیر تک اوجھل کئے رکھا تھا۔ جُوں جُوں یہ دُنیا تحلیل ہوتی جائے گی، تو پھر اُن کے پاس ایک ہی چیز باقی رہے گی۔ اور یہ چیز اُن کا "دِل" ہے، وہ دل جسے اس سے پہلے مکمل طور پر نظر انداز کیا جاتا رہا، جو دنیا کی خواہشات میں دبا ہوا تھا، اور جو کئی لوگوں کے قدموں کے نیچے روندا گیا تھا۔ یہ دل دوبارہ زندہ ہونا شروع ہو جاتا ہے جب آپ غیب کی اس خوبصورت دنیا میں داخل ہوتے ہیں۔ اب آپ صرف اپنے دل کے ذریعے سوچتے، دیکھتے، سنتے اور بولتے ہیں۔

آپ دوسروں کی دل جوئی کرنا سیکھتے ہیں اور آپ بڑی احتیاط کرتے ہیں کہ کسی کا دل نہ ٹوٹے۔ رُوحانی دُنیا دِلوں کی دُنیا ہوتی ہے اور یہ ہی چیز آپکے پاس ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ طریقت باقی دُنیادار لوگوں سے کافی مختلف ہیں۔ یہ

Marfat.com

وہ لوگ ہیں جو جہاں بھی جاتے ہیں، جو کچھ بھی کرتے ہیں، محبوب کا رُخِ زیبا اُن کے پیشِ نظر رہتا ہے۔ وہ محبت میں مُبتلا ہیں، وہ خود کو مکمل طور پر جامِ عشق سے تر بہ تر رکھتے ہیں، وہ نشے میں چُور رہیں، یہ وہ ہیں جنہیں اللہ بڑے پیار سے اپنے عاشقین کہتا ہے۔

یہ وہ اہلِ جنت ہیں جن کے بارے میں ایک ولی کا فرمانا ہے کہ: "جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور جنت میں موجود (اللہ کی) رحمتوں، برکتوں اور انعامات کو دیکھ کر حیران ہوں گے، تو دل میں تمنا کریں گے کہ کاش اُنہیں عطا کی گئی یہ تمام نعمتیں تاأبد برقرار رہیں"۔ اس پر اللہ تعالیٰ اُن سے مخاطب ہو کر فرمائے گا کہ: "اے میرے بندو! اے میرے قربت والو! اے میرے دوستو! اے میرے محبوبو! مجھ سے محبت رکھنے والو! اے وہ لوگو جن کو میں نے اپنی مخلوق اور اطاعت گزار بندوں میں مخاطب کیا ہے! مرحبا، مرحبا"

اِس کے بعد ان لوگوں کو رَبُّ العزت کے عرش کے سامنے کچھ نورانی منبر آئیں گے۔ اُن منبروں کے نیچے نور کی کرسیاں ہوں گی۔ اُن کرسیوں کے نیچے فرش پر غلیچے، اور اُن کے نیچے مسندیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ فرمائیں گے، "آؤ، اور حسبِ مراتب بیٹھو۔ سب کے آگے رسولانِ کرام علیہم السلام تشریف لائیں گے اور منبروں پر بیٹھیں گے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کرسیوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور حضراتِ صالحین آگے بڑھ کر مسندوں پر بیٹھ جائیں گے۔ اس کے بعد نورانی خوان بچھائے جائیں گے۔ ہر خوان کے ۷۰ رنگ ہوں گے۔ پھر حق تبارک تعالیٰ اپنے خدام کو حکم دے گا کہ سب کو کھلاؤ۔

Marfat.com

یہ خدام سب کے آگے ۷۰ یاقوت و مروارید کے پیالے رکھیں گے، اور ہر پیالے میں ۷۰ قسم کے کھانے ہوں گے، کھاتے ہوئے یہ حضرات کہیں گے کہ ہمارے گھر کا کھانا اِس کھانے کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھا۔

اسی طرح انہیں شرابِ طَہُور سے سیراب کیا جائے گا اور بہشتی لباس اور زیور سے آراستہ کیا جائے گا۔ یہ لوگ کرسیوں پر ہی بیٹھے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عرش سے ایک ہوا بھیجے گا جس کا نام مشیرہ ہوگا۔ یہ ہوا عرش سے مشک اور کافور کا غبار (جو برف سے زیادہ سفید ہوگا) ساتھ لا کر اُن کے سروں، گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی، جس سے سب مُعطر ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے میرے بندو! مجھ سے سوال کرو میں عطا کروں گا، اور جو آرزو کرو گے اس سے زیادہ دوں گا۔" یہ سب جنتی ایک ساتھ کہیں گے: "اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تجھ سے تیری رضا کے طالب ہیں۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں۔" سب سجدے میں گر پڑیں گے اور تسبیح و تکبیر میں مشغول ہو جائیں گے۔ اُس وقت ربُّ العزّت فرمائے گا: "میرے بندو! سر اُٹھاؤ، یہ عبادت کا وقت نہیں ہے، یہ وقت تو عیش و عشرت اور راحت کا ہے۔" بندے سجدے سے سر اُٹھائیں گے تو اُن کے چہرے انوارِ ربّی سے روشن و چمکتے ہوں گے۔

ابھی آپ نے جو کچھ سُنا یہ تو دراصل ایک وعدہ ہے جو اللہ نے اپنے عاشقوں سے کیا ہے، اُن سے جن کی نسبت اُس سے ہے۔ اللہ کی اُن پر واحد شرط وفاداری اور اطاعت ہے۔ جو بھی اس شرط کو پورا کرتا ہے وہ اللہ کے سالکین

Marfat.com

اور عاشقین کے مقام تک جا پہنچتا ہے۔ جب اس راہ کے انعامات اِس قدر خوبصورت ہوں، تو پھر کون اس کا طالب، یعنی راہِ سلوک کا طالب بننا نہیں چاہے گا؟

لیکن آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کو کچھ پانے کے لئے کچھ دینا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ آپ دیتے ہیں، وہ آپ کے دنیاوی طریق ہیں، یعنی آپ کی دنیاوی خواہشات اور ضروریات۔ اور پھر اس کے بدلے میں جو کچھ آپ پاتے ہیں، وہ ہیں رُوحانی اَدب اور رُوحانی قوت۔ آپ کی وہ کھڑکی جس سے دوسری دُنیا دکھائی دیتی ہے اُسے کھول دیا جاتا ہے جس سے غیب کی دنیا آپ کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہے۔ آنکھ اور دل کی خوبصورتی کے ساتھ ایک سالک کو دوسری دُنیا کی بصیرت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اُس کے خیالات زیادہ گہرے، اور اُس کے فاصلے زیادہ معقول اور زیادہ دانائی پر مبنی ہوں گے۔ صاحبِ سلوک ہونے کا ایک انعام یہ بھی ہے۔

یہ تمام انعامات اُن لوگوں کے لئے ہیں جو اپنے وعدے کے پکے ہیں، وہ وعدہ جو اُنہوں نے اپنے مرشد کے ہاتھوں بیعت کے وقت کیا ہوا ہوتا ہے۔ (کیونکہ) بیعت تو زندگی بھر کا ایک وعدہ ہے، یہ وعدہ تو درحقیقت اَبد تک کے لئے ہے، ایک ایسا وعدہ جو اللہ کے حضور کیا جاتا ہے، جس میں مُرشد اور مریدوں، یعنی دونوں کے لئے کئی معنی پنہاں ہیں۔ مرشد کے لئے اس کے معنی یہ ہیں کہ اب وہ اپنے مُرید کی روحانی بہبود کے ذمّہ دار ہیں، جبکہ مرید کی ذمّہ داری یہ ہے کہ جو کچھ اُسے مُرشد کہے وہ اُسے کرے۔

طریقت آپ کو سَرِ تسلیم خم کرنا سکھاتی ہے۔ سَرِ تسلیم اپنے مُرشد کے آگے، اپنے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے، اور اپنے اللہ کے آگے خم کرنا۔ اس تسلیم کے لئے

Marfat.com

رُوحانی دنیا کا اُدب بہت ضروری ہے، یعنی مرشد کا اُدب۔ اگر یہ مطلوب اُدب موجود ہے تو دوسرا قدم اُٹھایا جاسکتا ہے، ورنہ وہ شخص اپنی جگہ پہ کھڑا ہی رہے گا، یعنی ایک قدم بھی آگے نہیں جاسکے گا۔

مُرشد کے اُدب کے معنی ہیں کہ : اوّلین، آپ اُنہیں اپنی زندگی کی سب سے اہم ترین شخصیت مانیں، حتیٰ کہ اپنے والدین سے زیادہ اہم۔ آپ کے والدین آپکو جنم دیتے ہیں اور اس دنیا میں آپ کی پرورش کرتے ہیں اور آپ کو اس دُنیا کے لئے تیار کرتے ہیں۔ آپ کے مُرشد آپکی رُوح کو حیات بخشتے ہیں اور آپ کی دوسری دُنیا کی نگہداشت کرتے ہیں۔ وہ اپنے مرشدوں اور تمام مسلمانوں کی خاطر اپنی آسائشیں، اپنا خاندان، اور اپنے بچّوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اور اپنے پیسے اور وقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ آپ کے لئے شب و روز دُعا کرتے رہتے ہیں۔ وہ آپ کے لئے کام کرتے ہیں اور آپ کے قلب پر نگاہ رکھتے ہیں۔ ان کی راتیں آپ سب کے لئے سجدے میں گزرتی ہیں اور دن دُعاؤں میں۔ اس کے بدلے وہ آپ سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ کون اس دُنیا میں اس طرح کرسکتا ہے؟ آجکل تو والدین کے پاس بھی اپنے ہی بچوں کے لئے اتنا وقت نہیں ہے۔

مُرشد کا اُدب آپ سے تقاضہ کرتا ہے کہ آپ اُنکی صحبت کو اللہ کی ایک نعمت جانیں۔ مُرشد اللہ کی عطا ہیں۔ اور اگر وہ مُرشد، مُرشدِ کامل ہیں، تو پھر اُنہیں اللہ کی طرف سے تحفۂ عظیم سمجھیں۔ بس مرشد کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامے رکھیں، اُن کا احترام کریں، اُن سے محبّت کریں، اور اُن کے حضور ہر وقت حاضر رہنے کی

Marfat.com

کوشش کریں۔ تمام مرشدین نورِ نبی کے امین ہیں۔ وہ اللہ کے ولی اور اُسکی ولیائیں ہیں۔ جو ان کو ناراض کرتے ہیں، وہ دراصل اللہ کو ناراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "اُن کی محبت درحقیقت اللہ کی محبت ہے۔ اس لئے اُن کے غصے کو بھی فراموش نہ کریں، کیونکہ اُن کا غصہ اللہ کا غصہ ہے۔"

مُرشد اپنے کاندھوں پر آپ کے گناہوں کا بھاری بوجھ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی بھاری بوجھ ہے؟ ایک مرشدِ کامل، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس ہیں، اُن کے اِخلاق، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِخلاق ہیں۔ اُن کا دِل، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ اور وہ ہر وقت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں ہوتے ہیں۔ کیا مرشد کے اَدب کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی وجہ ہے؟ یاد رہے کہ اَدب صرف ظاہری نہیں ہوتا ہے بلکہ ادب دِل کی گہرائیوں سے آتا ہے۔

اَدب ایک ایسی شے ہے جو آپ کو زمین سے آسمان تک اور اُس سے آگے تک لے جاسکتی ہے۔ بس اِن ۳ حُروف (یعنی : ا، د، ب) کو یاد رکھیں، اور انہیں زندگی بھر مضبوطی سے تھامیں رکھیں۔ یہ لفظ آپ کو ایک ایسی جگہ لے جائے گا جسکا وجود آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ اَدب عطا کرے جو مُرشد کا حق ہے اور ہمیں ہر وقت اُن کے سائے میں رکھیں تاکہ ہمیں یہ سیکھنے کی توفیق عطا ہو کہ اللہ اور اُس کے محبوب رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح محبت کی جائے۔

(آمین۔ ثم آمین)

Marfat.com

۱۱ مئی ۲۰۱۲ء

(۲۲۴)

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو سورج کو طلوع ہونے کا حکم دیتا ہے اور اور چاند کو غروب ہونے کا۔ اُسی کے ہاتھ میں ہیں پوری کائنات کی ڈوریاں اور وہی اُنکو حرکت دیتا ہے اپنی مرضی سے۔

درود و سلام اللہ کے نبیؐ پر، وہ جو ہر وقت اپنے ربّ کے دل میں ہیں اور جن کی اُمت ہر وقت اُن کے دل میں ہے۔

۴

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو اللہ کے تمام عاشقوں کے لئے جو ہر وقت اُس کی رحمت اور مغفرت کے طلب گار ہیں۔

کچھ تذکرے اتنے خوبصورت ہیں کہ چاہے آپ اُنہیں کتنی ہی بار سنیں وہ ہر دفعہ آپ کے دل کو گرما دیتے ہیں۔ ایسے ہی تذکروں میں ایک ذکر ایسی مثالی دوستی کا ہے جو اتنی مضبوط اور شدید تھی کہ وہ اس اَمر کی ایک مثال بن گئی کہ سچی دوستی کیسی ہوتی ہے۔ بے شک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی بنیاد اللہ کی محبت تھی جو اُن کے درمیان زندگی بھر قائم رہی۔

Marfat.com

یہ ایسی دوستی تھی، جو بغیر کسی غرض اور مقصد کے تھی، ایک دوستی جس میں دونوں کو ایک دوسرے سے محبت تھی اور اس قربت سے دونوں کو قوت حاصل ہوتی تھی یہ دوستی عام حالات میں شروع ہوئی۔ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے ایک ایسے محلے میں رہائش پذیر تھے جہاں مشہور اور مالدار تاجر رہتے تھے۔ اُن تاجروں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش گاہ بھی اُسی محلے میں تھی، جن کی تجارت شام اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو چکے تھے اور اُسی محلے میں رہائش پذیر تھے۔

یہی وہ وقت تھا جب ان دونوں کی مُلاقات ہوئی اور دلوں کی یکسانیت کی وجہ سے گہرے دوست بن گئے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف ۲ سال اور چند مہینے بڑے تھے۔ دونوں کے سوچنے کا انداز ایک جیسا تھا' دونوں بُردبار تھے اور دورِ جہالت کی خرابیوں سے دور تھے۔ دوستی کا یہی اعتبار اور یقین تھا جس کے باعث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابُوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کی رحمتِ بے کراں کے بارے میں آگاہ کیا، یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پہلی وحی لانے کے واقعے کے بارے میں۔

یہ وہ وقت تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں پر بھاری بوجھ تھا۔ ابھی سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دنیا سے اُچاٹ ہو گیا تھا اور آپ اپنا زیادہ تر وقت غارِ حرا کی خلوت میں گزارتے تھے۔ پھر ایک دن جب پہلی وحی والا واقعہ پیش آیا، یعنی جب سورۃ العلق کی آیتیں نازل ہوئیں، یوں دہائیوں پر مشتمل سختیوں اور آزمائشوں کا ایک طویل

Marfat.com

سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع ہوا، اُن پر جو صادق اور امین تھے۔ یہ آزمائش کا ایک دور تھا، آزمائش اُن کے لئے بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرد گرد تھے (اور وقت نے دکھا دیا کہ ان آزمائشوں میں کتنے لوگ ناکام رہے اور کس طرح چند وفاداروں نے ہی شاندار اسکور بنا لئے۔)

جب آپ ایمان کی بات کرتے ہیں، تو اس کا بہترین پہلو یہ ہے کہ اس میں ثبوت یا وضاحتیں طلب نہیں کی جاتیں۔ اِسے کہتے ہیں ایمان۔ اگر آپ بحث کرتے ہیں، مادّی ثبوت اور شہادتیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو اس سے ایمان تو مل جاتا ہے لیکن اس قسم کا ایمان کمزور تر ایمان ہوتا ہے۔ لیکن وہ تمام لوگ جو اللہ پر ایمان اِس لئے لائے کہ اُن کے دلوں نے اس میں حق کو دیکھ لیا تھا یہی وہ لوگ تھے جن کے ایمان مضبوط ترین ایمان تھے؛ اور بلاشبہ یہ اوّلین لوگ تھے جنہوں نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں،

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ط

یہی سب سے بہترین لوگ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مردوں میں وہ خوش نصیب تھے جن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جوں ہی اُن کے دوست نے اُنہیں اللہ کے دین کی دعوت دی، تو انہوں نے فوراً ہی یہ الفاظ کہہ کر دعوت قبول کی۔ ہوسکتا ہے آپ اُس زمانے کے مشکل حالات کا اندازہ نہ لگا سکیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو تی

Marfat.com

معمولی آدمی نہ تھے۔ وہ مکہ کے ایک امیر آدمی تھے، اور آپ کا تعلق ایک شریف خانوادے سے تھا۔ آپ کے والد کا نام "ابوقحفہ" اور والدہ کا نام "اُمّ الخیر" تھا۔ آپکو عتیق بھی کہا جاتا تھا، یعنی آزاد کردہ غلام، کیونکہ آپ سے پہلے آپ کے تمام بھائی پیدائش کے فوراً بعد مرجاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی والدہ نے یہ نظر مانی کہ اس بار اگر اُن کا بیٹا زندہ رہا، تو اُسے عبدالکعبہ کہا جائیگا اور وہ اُسے کعبہ کی خدمت کے لئے دے دیں گی۔ اسی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا، یعنی وہ جسے موت سے رہائی ملی۔

اسلام قبول کرتے وقت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکا نام عبدالکعبہ سے بدل کر عبداللہ رکھا اور فرمایا: "ھٰذا عتیق اللّٰہ من النار" یعنی اللہ کا غلام جسے آگ سے نجات ملی۔ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے مشہور تاجر تھے، اور آپ کا کاروبار شام اور یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک بار جب آپ شام میں تھے، تو آپ نے یہ خواب دیکھا کہ: "ایک پاکیزہ نور آسمان سے اُتر کر خانہ کعبہ کی چھت پہ چمک اُٹھا ہے، اُس کی شعاعیں مکہ اور اِرد گرد کی دنیا میں پھیل گئی ہیں، اُس کے بعد وہ نور سمٹ کر اُن کے گھر میں جمع ہو گیا ہے"۔

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس خواب کی تعبیر کے بارے میں ایک یہودی سے بات کی لیکن اُنہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بُوبیرہ نامی راہب سے خواب کے بارے میں پوچھا، تو راہب نے فوراً ہی پُوچھا کہ: "آپ کون ہیں؟" جب حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ مکہ سے آئے ہیں، تو راہب نے کہا:

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ تم میں آخری نبی پیدا کرے گا، تم اُن کے صحابیوں میں سے ہو گے، اور اُن کی وفات کے بعد خلیفہ بنائے جاؤ گے۔"

جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ سناتے تو فرمایا کرتے تھے کہ: "میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی، اُس میں کچھ نہ کچھ تردد ضرور دیکھا، مگر ابوبکر کو جس وقت دعوت دی گئی، اُس نے فوراً بلا جھجک قبول کر لی۔"

اس صحابیٔ رسول نے وعدے کے صرف الفاظ ادا نہیں کئے، بلکہ انہوں نے زندگی بھر یہ کر کے دکھایا کہ وہ اپنے رسول کے کیئے گئے پیمانۂ وفا کے ہر ایک لفظ پر پورا اُترے ہیں۔ جب اسلام کے ابتدائی ایام میں حالات بہت سخت تھے تو یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمت و امداد تھی جو اُن مشکلات میں آسانی کا باعث ہوتی۔ جب کبھی بھی کسی غلام کو اُس کے اسلام لانے پر ظلم کا نشانہ بنایا جاتا تو یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے جو سب سے پہلے جا کر اُس غلام کو اس کے مالک کے ظلم سے آزاد کر لیتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے ظالم مالک سے خرید کر آزاد کیا اور یہ اپنے اللہ اور اُس کے رسول کی خوشنودی کے لئے کیا۔ سچی دوستی محض الفاظ کا معاملہ نہیں ہوتی ہے۔

ایک سچی دوستی خون و قربانی کی آب یاری مانگتی ہے۔ تب ہی وہ صحیح طریقے سے پھلتی اور پھولتی ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کیلئے حرم شریف لے گئے۔ یہ وہ وقت تھا جب اسلام کی تبلیغ کا اعلانِ

Marfat.com

عام کر دیا گیا تھا۔ اُس وقت قریش والوں کا پارا چڑھا ہوا تھا اور وہ ہر مسلمان پر اپنا غصہ اُتار رہے تھے، خاص طور سے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُن کا غصہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اُس دن اپنے غضب میں انہوں نے ایک چادر لی اور اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر لپیٹ کر آپ کا دم گھوٹنا شروع کیا۔ ایسے ظلم کو بھلا حضرت ابُوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے برداشت کر سکتے تھے، اس لئے وہ فوراً بیچ میں آ گئے اور فرمانے لگے: "لوگو! تم اس شخص کے قتل کے درپے ہو جو اللہ کو خدا مانتا ہے۔" پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ کو وہاں سے دھکیلا جو یہ ناپاک جسارت کر رہا تھا مگر اُس سے کفّار کے ستم میں اضافہ ہوا اور انہوں نے مل کر حضرت صِدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ کو اتنی زور سے مارا کہ آپ کے سر میں کئی زخم آئے۔ لیکن جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیٹا جا رہا تھا تو آپ کہتے جاتے تھے کہ:

" اے اللہ تیری ذات بڑی برکتوں والی ہے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: " اُس دن جب میرے والد گھر لَوٹ آئے تو اُنکی حالت یہ تھی کہ جہاں کہیں ہمارا ہاتھ اُن کے سَر کو مَس کرتا زخموں کی شدت کے باعث اُن کے بال وہاں سے گِر جاتے۔ جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کا سلسلہ اس قدر بڑھ گیا کہ اُن کا مکّہ میں رہنا مشکل ہو گیا" تو کچھ مسلمانوں نے حبشہ جانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُن میں شامل تھے، لیکن راستے میں آپ کی ملاقات قرّاح کے رئیس ابن الدغنہ سے ہوئی، جس نے کہا: "یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص جس کو غریبوں کا خیال ہو، اور مساکین کو دیتا ہو، جو پارسا اور صادق ہو، وہ اپنے وطن کو چھوڑ دے"۔ پھر انہوں نے پناہ کی کوشش کی تاکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے

Marfat.com

اللہ کی عبادت کر سکیں۔

جب قریش کو اس پناہ کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے یہ شرط عائد کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرِ عام عبادت نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست نے ایسا ہی کیا، لیکن کچھ عرصے بعد انہوں نے کھلے عام عبادت کرنی شروع کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو اُس کا اثر دوسروں پر بہت زیادہ پڑتا تھا، خاص طور سے جب آپ تلاوت کے دوران زار و قطار رو پڑتے تھے۔ اُس وقت قریش کے مرد اور عورتیں آپ کے گرد جمع ہوتے اور اس نئے مذہب کے بارے میں اُن میں تجسس پیدا ہوتا۔ یہ دیکھ کر قریش نے ابنِ دغنہ سے شکایت کی، جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھلے عام عبادت سے روکنے کی کوشش کی۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "میرے لئے میرے اللہ کی پناہ کافی ہے، برائے مہربانی آپ اپنی پناہ واپس لیں۔"

جب کفار کا ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی جانب ہجرت کا حکم دیا۔ ایک ایک کر کے صحابہ نے ہجرت کی، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مکہ سے ہجرت فرمائی۔ یہی وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست نے اُن سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابھی ٹھہرو! ہم خود بھی چلنے کو تیار ہیں، صرف اللہ کے حکم کا انتظار ہے۔" اس طرح جب ہجرت کرنے کا حکم آگیا، تو یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائشگاہ تھی جہاں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اللہ کے حکم کے بارے میں بتایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست سے فرمایا

Marfat.com

کہ وہ اُن کے ساتھ چلیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی یہ دعوت قبول کی۔

سوال یہ ہے کہ اپنی زندگی کے اس خاص موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ چلنے کی کیوں دعوت دی؟ اسکی وجہ اُنکے درمیان موجود دوستی تھی، اور نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخلاص اور اُن کی محبت پر آپ ﷺ کا بھروسہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کامل اعتماد تھا کہ اُن کے دوست نہ فقط بہت دانا اور تجربہ کار ہیں بلکہ اُن میں دلیری اور شجاعت کی بھی خوبیاں ہیں۔ یہ خوبیاں سفرِ ہجرت کے اہم تقاضے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کیلئے ۲ (دو) اُونٹ تیار کئے اور عبداللہ بن ارَیقط کو رہنمائی کے لئے کہا اور فرمایا کہ وہ ۳ دن بعد ان دو اُونٹوں کو غارِ ثور پر لے آئے۔

ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور رات کے وقت دونوں مکان کی پچھلی کھڑکی سے نکل کر روانہ ہوئے۔ وہ دونوں غار تک پہنچے اور اُس میں ۳ دن قیام کیا۔ اس دوران ایک مرتبہ اُن کے تعقب میں آنے والے کفار کا ایک دستہ اُس غار کے قریب سے گزرا اور اُنکی آوازیں غار میں سنائی دے رہی تھیں۔ اِس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تاب ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور فرمایا: "سکون سے رہو، کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب دو آدمی ایک ساتھ ہوں اور تیسرا اللہ ہو، تو کیا تمہارے خیال میں ہم پکڑے جائیں گے؟"

قرآن میں ارشاد ہے کہ: "اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے

Marfat.com

اُن کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے اُنہیں باہر تشریف لے جانا ہُوا، صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے فرماتے تھے: غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اُس پر اپنا سکینہ اُتارا اور اُن فوجوں سے اُن کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات پست کردی، اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔" (سورۃ التوبہ : ۴۰)

جب حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تلاوت میں مصروف تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے گُھٹنوں پہ سر رکھ کے لیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے غار کی دیوار میں کچھ سُوراخ دیکھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے لباس سے کچھ ٹکڑے پھاڑ کر اُن سوراخوں کو بند کیا، لیکن ایک سُوراخ بھرنے سے رہ گیا اس لئے آپ نے اُس پہ اپنا پاؤں رکھ دیا تاکہ اُس کا منہ بند ہو ایک سانپ نے اُس پیر کو ڈس لیا اور اُس کا درد اتنا شدید تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اشکوں کے یہ قطرے جب چہرہِ انور پہ گرے تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ جب آپ کو حادثے کا علم ہُوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی اُن کے زخم سے زہر چوس کر نکال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ۳ روز تک غار میں رہے۔ چوتھے روز وہ اُن اُونٹوں پر سوار ہوئے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے خادم اُس بدو کے ہمراہ لے کر آئے جو مدینے کی طرف اُن کی رہنمائی کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ اس طرح وہ سفر پہ نکل پڑے۔

اس تاریخی ہجرت کے کچھ احوال خود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے الفاظ میں سُنیئے جو آپ نے زندگی میں آگے چل کر براء بن عازب کو بتائے تھے۔

Marfat.com

حضرت اُبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنہیں اپنے بہترین دوست سے کس قدر محبت تھی، اور اُن کی نظر میں یہ دوستی کس قدر قیمتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں: "ہم دونوں رات کے اندھیرے میں نکلے اور ایک دن رات تیز چلے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ تپش شدید تھی میں نے سائے کے لئے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ ایک ٹیلہ نظر آیا جس کے نیچے کچھ سایہ باقی تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُس جگہ کو صاف کیا اور اُس پر اپنی پوستین (چمڑے کی بنی ہوئی چادر) بچھائی۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ: "لیٹ جائیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم"۔ پس آپ لیٹ گئے۔ پھر میں یہ دیکھنے نکلا کہ کوئی ہماری تلاش میں تو نہیں، تو اچانک میں نے بکریاں چرانے والے کو دیکھا۔ میں نے پوچھا: "تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟" اُس نے کہا: "ہاں" پھر میں نے پوچھا، "کیا تم میرے لئے دودھ، دوھ سکتے ہو؟" اُس نے کہا: "ہاں" پھر میں نے اُس سے یہ کہا کہ: "اپنے ہاتھ اچھی طرح صاف کر کے دودھ دوھو" اُس نے ایسا ہی کیا میرے پاس ایک پانی کی چھاگل تھی جس کے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔ اُس نے میرے لئے پیالہ بھر دودھ دوھویا۔ پھر میں نے پیالے پر پانی ڈالا تاکہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو جائے پھر وہ دودھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ نزدیک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ چکے تھے۔ میں نے کہا۔ "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پی لیجئے" تو آپ نے پی لیا جس سے میں خوش ہوا۔ پھر میں نے کہا۔ "اب چلیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہاں"۔ تو ہم چل دیئے۔ جو لوگ ہماری تلاش میں تھے اُن میں سے کوئی ہمیں نہ پا سکا سوائے سراقہ بن مالک

Marfat.com

جعشم کے جو گھوڑے پہ سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' یہاں تک کہ وہ ہمارے ایک، دو یا تین نیزوں کے فاصلے تک آ گیا۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہم تک آ پہنچا'' اور میں رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں روتے ہو؟'' میں نے کہا: '' واللہ میں اپنی جان کے خوف سے نہیں رو رہا، بلکہ میں تو آپ کے خیال سے رو رہا ہوں۔'' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لئے بد دُعا فرمائی: ''اے اللہ! جس طرح چاہے اس کے شر سے ہمارے لئے کافی ہو جا۔'' پس اُس کا گھوڑا سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گیا، تو وہ اُس سے کُود کر آ گیا اور کہا: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آپ کا کام ہے، میرے لئے اللہ سے دُعا کیجئے کہ وہ مشکل سے نجات دے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں آپ کی تلاش میں آنے والوں کو اندھیرے میں رکھوں گا۔ اور یہ میرا ترکش (تیر رکھنے کا خول۔ تیر دان) ہے، فلاں مقام پر میرا ریوڑ ملے گا یہ تیر دکھا کر اپنی ضروریات پوری کر لیجئے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔'' اور پھر دُعا فرمائی جس سے وہ آزاد ہو گیا اور واپس لوٹ گیا۔''

اس بے مثال دوستی کے ایسے کئی خوبصورت واقعات ہیں جن میں اس باوفا دوست نے اپنی جان سے عزیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی جان، مال اور اپنا سب کچھ قربان کرنے سے گریز نہ کیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا اعتماد اتنا پختہ اور نہ ٹوٹنے والا تھا کہ جب کفار نے واقعۂ معراج پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو اس باوفا دوست نے ایک لمحہ ہچکچائے بغیر اس بات کو تسلیم کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر غزوہ میں تیغِ شجاعت

Marfat.com

تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بہ شانہ رہے چاہے معرکۂ بدر ہو یا جنگِ اُحد، کوئی بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ خلیفہ بنے تو تب بھی آپ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا وفا کا اور اپنے اللہ سے تسلیم و رضا کا وعدہ نبھایا۔ کہاں سے لائیں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا دوست اور کہاں سے لائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان جیسی دوستی۔ ایسی ہوتی ہیں سچی دوستیاں، وہ دوستیاں جو تاابد قائم رہتی ہیں۔ اپنے وصال سے ۵ دن پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا تھا: "جس نے کوئی احسان ہمارے ساتھ کیا، ہم نے اُس کا بدلہ کر دیا، سوائے ابوبکر کے، کہ اُن کی خدمت کا بدلہ قیامت کے دن خدا دے گا۔"

اللہ کی رحمت ہو اس سچے دوست پر، اور اللہ کی رحمت ہو اُن تمام سچی دوستیوں پر جو اللہ کی محبت میں قائم ہیں۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۸ / مئی ۲۰۱۲ء

(۲۲۵)

۲۶ / جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

حضرت شاہ انعام الرحمٰن قدوسی رحمۃ اللہ علیہ

(آخرت کی کھیتی بونے کا طریقہ)

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو بارش برساتا ہے اور پھر آسمان کو صاف کرتا ہے۔ جو زمین کو شاداب کرتا ہے اور پھر اُسے بنجر بناتا ہے۔ جو نطفے میں زندگی ڈالتا ہے اور پھر اُس زندگی کو جب جی چاہے واپس لے لیتا ہے۔

درود و سلام رحمت العالمین پر، جن کی رحمت ہر وقت معصوم اور حاجتمندوں پر برستی رہتی ہے۔ جو نور کامل ہیں اور اپنے رب کے دلبر ہیں۔

ہو

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو اُن تمام پاک اور معصوم دلوں پر جو ہر وقت اپنے اللہ کو راضی رکھتے ہیں۔

"رحم" ایک خوبصورت لفظ ہے، اللہ کی ایک صفت ہے جو اُس نے دنیا کو بھی عطا کی ہے۔ اسی جذبے کے باعث کمزور اور ضرورت مند اپنی زندگی برقرار رکھتے ہیں۔ رحم کے معنی ہیں مہربان، شفیق ہونا اور اُن کا خیال رکھنا جو آپ سے کمزور تر ہوں اور کسی مدد کے حاجت مند ہوں۔ انسان اللہ کا نائب ہے یہ وہی ہے جسے اِس زمین کو ایک مناسب نظم کے ساتھ چلانے کا ذمہ دار ہونا چاہیئے۔ تمام ساتھی مخلوقات کی بہبود کی ذمہ داری اُسی پر ہے چاہے وہ انسان ہوں، حیوان ہوں یا فطرت۔

Marfat.com

جس دل میں یہ صفت نہیں وہ انتہائی بدنصیب ہے۔ ایسے دل دوسروں کے لئے سخت اور بے رحم بن جاتے ہیں۔ یہ پتھر جیسے دل دوسروں کا کچھ خیال نہیں رکھتے اور نہ ہی ان میں اوروں کے لئے کوئی احساس ہے۔ یہ کسی بھی شدت کا گناہ کر سکتے ہیں، بلکن اُن پر اُنہیں کبھی پشیمانی نہیں ہوتی۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیسے بدقسمت لوگ ہیں جن کے دل سخت اور بیمار ہو جاتے ہیں۔

آخری دور کے اکثر لوگ ایسے ہی ہوں گے، لیکن اس کا اُنہیں احساس ہی نہیں ہوگا۔ اس بے خبری کی وجہ دین سے اُن کی دوری ہوگی اور یہی تو شیطان چاہتا ہے، یعنی کہ انسان اپنے دنیاوی معاملات میں اتنا مگن رہے کہ اُسے دینی تعلیمات کیلئے وقت نہ ملے۔ وقت کے اس آخری دور میں رہنے والے! کیا آپ سب کیلئے یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ وقت ایک قیمتی شے بن چکا ہے۔ اب میسر ایک گھنٹہ یا تو دنیا کے لئے استعمال ہو سکتا ہے یا پھر اللہ کے لئے۔

ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے اکثر یہ چاہتے ہوں کہ آپ کی دونوں دنیاؤں میں توازن ہو، لیکن اس دنیا کی ذمہ داریاں آپ پر اتنا بوجھ ڈالتی ہیں کہ آپکا زیادہ تر وقت اُسی پر صرف ہو جاتا ہے جس طرح آپ کی زندگی کی آسائشوں میں اضافہ ہو رہا ہے، اسی طرح آپ کے روزگار اور آپ کے طرزِ زندگی کی مشکلات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ گزرے سالوں کے لوگ تو آپ کے زمانے کی آسائشوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہوں گے۔ اگر اُنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا ہوتا، تو وہ گھوڑوں یا اونٹوں کے ذریعے کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے کئی کئی دن

Marfat.com

لگ جایا کرتے تھے۔

آج کل، کراچی سے حیدرآباد جانے کیلئے کار سے بمشکل ۲ گھنٹے لگتے ہیں۔ اگر آپ کو ایک مُلک سے دوسرے مُلک جانا ہو تو اُس کے لئے صرف چند گھنٹے درکار ہیں۔ کیا آپ اس کا موازنہ اُن مہینوں یا سالوں سے کر سکتے ہیں جو پچھلے وقتوں میں ایک ملک سے دوسرے ملک جانے میں درکار ہوتے تھے۔ اپنے آج کے گھروں میں آسائشوں کا بھی موازنہ کیجئے۔ آپ ایک بٹن دبایئے تمام بتیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ آپ ائر کنڈیشن کا سوئچ اون کیجئے، پورا کمرہ ٹھنڈا اور آرام دہ ہو جاتا ہے۔ آپ کے پاس کھانا پکانے کے جدید آلات ہیں جو منٹوں میں آپ کا کھانا تیار کرتے ہیں اور ریفریجریٹر ہیں اُن کو کئی دنوں تک محفوظ کرنے کے لئے۔ بس ایک نل کھولئے اور پانی اُبل کر باہر آتا ہے۔

اَب اس کا مقابلہ ذرا اُن پُرانے وقتوں سے کیجئے جب لوگ اپنے کھانے کی چیزیں زیادہ تر اپنے ہاتھوں سے کاشت کرتے تھے، وہ اپنا کپڑا خود بُنتے، وہ پانی اپنے کندھوں پر لاد کے لاتے تھے، وہ غلّہ اپنے ہاتھوں سے پیستے تھے اور اپنا لباس اپنے ہاتھوں سے سیتے تھے۔ اُس وقت بجلی نہیں تھی، پانی کی فراہمی فوراً نہیں تھی، گندے پانی کی نکاسی کا نظام نہیں تھا۔ ٹیلی مواصلات کے ذرائع نہیں تھے، اور سفر کیلئے جیٹ ہوائی جہاز نہیں تھے۔

اس کے باوجود انتہائی حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اُن کے پاس دوسروں کے لئے وقت ہوتا تھا۔ اپنے تمام کام ختم کرنے کے بعد وہ شام کے وقت مل بیٹھتے اور ایک دوسرے سے گپ شپ کرتے، دُکھ درد بانٹتے

Marfat.com

اور ایک دوسرے سے ہنستے بولتے تھے۔ وہ کبھی نہیں کہتے تھے کہ: "روزانہ کام کے بعد میرے پاس وقت ہی نہیں بچتا، میں اپنے پڑوسیوں یا دوستوں سے کس طرح مل سکتا ہوں۔ میرے پاس اس کے لئے وقت ہی نہیں۔"

اپنی سخت زندگی کے اُن مصائب کے باوجود وہ ایک دوسرے کے لئے وقت کیسے نکالتے ہوں گے؟ یہ ہے سوال جس پر آپ کو غور کرنا چاہیئے۔ اس سوال کا جواب صرف ایک لفظ سے دیا جاسکتا ہے۔ "سادگی"، یعنی اُن کی زندگی میں سادگی، اُنکی خواہشات میں سادگی اور اُن کے خیالات میں سادگی۔ وہ انسان جو ایک سادہ زندگی بسر کرتا ہے آج کے دور میں بھی وہ یقیناً ایک مطمئن اور خوش رہنے والا شخص ہے۔ آپ کبھی کبھی اپنی بنیادی ضروریات کو پوری کرنے کے لئے (یعنی روٹی، کپڑے اور مکان) سخت جدوجہد کرتے ہیں، لیکن اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اگر آپ دُنیادی بکھیڑوں میں اُلجھ جاتے ہیں تو آپ کی خواہشات کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب کوئی اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑنا شروع کرتا ہے تو اس کیلئے دنیا کی چاہتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اُسکی زندگی کی تمام سانسیں ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑ لگانے میں خرچ ہونے کے باوجود خواہشات ختم نہ ہوں گی۔

اِسے اس منظر نامے میں جانچیئے: دو آدمی جن کے پاس زمین کا ایک ایک ٹکڑا ہے۔ ایک اپنی زمین پر فوری ضروریات کے لئے فصل اُگاتا ہے جو اُس کے ایک دو مہینوں کے لئے ہے اور وہ اس کیلئے اپنی پوری زمین کو استعمال کرتا ہے۔ دوسرا آدمی البتہ اپنی زمین کا صرف ایک حصہ اپنی فوری ضروریات کے لئے استعمال کرتا ہے، لیکن وہ

Marfat.com

زمین کا تمام باقی حصہ اُس اناج کی فصل کے لئے استعمال کرتا ہے جو آنے والے مہینوں میں استعمال ہوں گے۔ چونکہ فوری ضروریات والی زمین جزوی طور پر استعمال ہوتی ہے، اور رقبے میں کم ہے، اس لئے کاشتکار اُس میں صرف وہ اناج اُگاتا ہے جن کی اُسے فوری ضرورت ہو۔ لیکن زمین کا وہ حصہ جسے اُس نے مستقبل کی ضروریات کے لئے رکھ چھوڑا ہے، اُس کے لئے اُس کے پاس دقت ہوتا ہے کہ اُس میں بڑی احتیاط سے بہترین غلے کی کاشت کرے اور اُسے آئندہ ضروریات کے لئے محفوظ رکھے۔ وہ زمین جو مستقبل کی ضروریات کے لئے ہے، اُس میں اپنی پیداوار کو دُگنی کرنے کی صلاحیت ہے، یعنی ایک بیج سے سینکڑوں بیج پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جو اس زمین سے دیتا ہے، وہ بہت بڑا سخی اور رحم والا ہے۔ اب کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اُن دونوں میں دانا تر کون ہے؟ پہلے والا جس نے صرف اپنی موجودہ ضروریات کے بارے میں سوچا تھا وہ یقیناً مستقبل میں خالی ہاتھ ہوگا، جبکہ وہ جس نے اپنی موجودہ ضروریات کو محدود رکھا اور جس نے اپنے مستقبل کے لئے کام کیا وہ حال اور مستقبل دونوں میں کامیاب ہوگا۔

کیا یہ مثال اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ آپ کے لئے کونسی چیز زیادہ ضروری ہے؟ وہ لوگ جو متواتر اپنی اس زندگی کے لئے سوچ رہے ہیں، اور اپنے دن رات صرف اس دنیا کے لئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں، وہ دراصل اپنے لئے ایک بہت بڑا نقصان کر رہے ہیں۔ اُن کی یہ تمام تگ و دو سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ یہ اُن کیلئے باعثِ افسوس اور شرم ہوگا۔ لیکن وہ دانا لوگ جو اپنی ضروریات کو محدود رکھتے ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں، سادہ کھاتے ہیں، سادہ پہنتے ہیں اور سادگی سے رہتے ہیں، وہ زیادہ تر

Marfat.com

سکون میں رہتے ہیں۔ وہ اِس دُنیا کی چوہا۔بلی کی دوڑ کا حصہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب اُن کے پاس اپنے مستقبل کی کھیتی اُگانے کے لئے زیادہ وقت ہے۔ اُن کی عبادت اور نیکیاں وہ بیج ہیں جو اُن کی محنت کا صلہ کئی گناہ زیادہ دیں گے۔

یہی تعلیم انبیاء کرام نے اپنی اُمتوں کو دی اور یہی باتیں اولیاء نے اپنے پیروکاروں کو سکھائی ہیں۔ ماضی میں زندگی سادہ طریقے سے بسر کی جاتی تھی؛ تو اس لئے اِن ہدایات پر عمل کرنا اتنا مشکل نہیں تھا۔ اُس زمانے کے دل بھی بہت سادہ تھے۔ وہ محبت سے لبالب تھے اور اُن میں خوفِ خدا تھا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، منظر بدلتا گیا، نئی ٹیکنیک اور نئی ایجادات نے لوگوں کو کاہل اور آرام پسند بنا دیا۔ اُن کے کاہل جسموں نے اُن کے دلوں کو سُست اور اُن کے ایمان کو کمزور کر دیا۔ اُن کے دل حرص، طمع اور حسد کی آماجگاہ بن گئے، جس سے معاملات بدترین ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس منظر نامے میں آپ کیا کریں گے۔ آج کے دور کو آپ کس طرح عبور کریں گے؟ سب سے پہلے تو آپ اس کا تعین کریں کہ آپ کی زندگی کی اہم ضروریات کون کون سی ہیں اور آپ کو اِن ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کتنا وقت درکار ہے۔ پھر آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی وہ مصروفیات کیا ہیں جو آپ دوسروں کو راضی کرنے کے لئے کرتے ہیں تاکہ سماج میں اپنے لئے جگہ بنا سکیں۔ کوشش کریں کہ صلۂ رحمی کی خاطر بس اتنا ہی کریں جو ضروری ہے۔ لیکن اُن سب چیزوں سے گریز کریں جو آپ خود نمائی اور خود کو دوسروں سے بہتر دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔ دنیا سے کم سے کم لینے پر مطمئن رہنے کی کوشش کریں۔ اپنے وقت اور پیسے کا بجٹ بنائیں اور پھر اُنہیں

Marfat.com

خرچ کریں۔ دونوں قیمتی وسائل ہیں، اگر مناسب طریقے سے اُن کو کام میں لایا جائے تو اچھے فائدے دیں گے۔ کیا آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں رہے ہیں کہ لوگ دُنیا سے کس طرح رخصت ہو رہے ہیں۔ کیا آپ کسی کی موت کی خبر سن کر یہ نہیں کہتے کہ :

"ابھی تو اُس کا ٹائم نہیں تھا پھر بھی چلا گیا۔"

بھلا کس کو یہ معلوم ہو گا کہ اُس کی موت کب ہوگی، اور کب وہ مَنوں مٹّی تلے جائیگا۔ کس نے اپنی اگلی سانس دیکھی ہے؟ موت ایک دو دھاری تلوار ہے جو ہر ایک کے سر پر منڈلا رہی ہے وہ کس وقت وار کرتی ہے یہ کوئی نہیں جانتا کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ تو پھر آپ ان نصیحتوں سے سبق کیوں نہیں سیکھتے اور اپنے طور طریقوں میں تبدیلی کیوں نہیں لاتے؟

اس دنیا کی زندگی بہت سخت ہے۔ یہاں آپ جو بھی قدم اُٹھاتے ہیں اُسکا اثر آپ کی آخرت کی زندگی پر پڑتا ہے۔ کم سے کم غلطی اور پچھتاوے کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا واحد طریقہ صالحین کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ اپنے مرشد کی صحبت میں آپ دنیا کی گرم اور دھول کی آلودہ ہوا سے محفوظ رہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کے مرشد کے اِرد گرد موجود ہم خیال لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے تجربات و مشاہدات بیان کرنے سے آپ کے سفر کو آسان بنا دیتے ہیں۔ کیا یہ کہاوت نہیں سُنی ہے کہ : "خوشبو میں رہ کر، خود خوشبودار ہو جاتے ہیں"۔ تو آپ کے مرشد کے دِل کی خوشبو آپ کو ویسی ہی خوشبو سے نوازے گی، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ وہاں خلوص اور نیک ارادے سے جائیں بس اپنے اللہ کی قُربت کی خاطر۔

Marfat.com

آج اس محفل میں ہم ایک ایسی ہی خوشبو میں ہیں جو برسوں پہلے بکھیری گئی تھی، لیکن جو اَب بھی ہر ایک عارفی، نُوری کے دل میں سمائی ہوئی ہے۔ یہ خوشبو خواجۂ خواجگان، قطب العالم، صَدرُ الصُّدر، حضرت خواجہ انعام الرحمٰن قدوسی، قادری، چشتی، صابری، نظامی، سہروردی، نقشبندی، سہران پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ہر سلسلے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نوازا ہے اور آپ خواجۂ خواجگان حضرت شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ امر فقیر تھے۔ حضرت خواجۂ خواجگان حضرت شاہ محمد فضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت خواجۂ خواجگان، حضرت شاہ انعامُ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ایک پیر اور فقیر بھی تھے۔ اور اپنی فقیری حیثیت میں جب کبھی وہ کوئی "حُکم" کرتے تو وہ "حکم" فوری طور پر نافذ العمل ہو جایا کرتا۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لے گئے تاکہ وہاں کسی تھوک فروش سے چیزیں خریدیں۔ اُس دن وہ تھوک فروش کچھ پریشان دکھائی دیا۔ حضرت انعام الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے اُس سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اِس پر دکاندار نے کہا: "میرا چلان ہو گیا ہے، یہاں ایک ہندو مجسٹریٹ (جج) ہے جس نے قسم کھائی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہے اور اُس کا کوئی قصور نہیں بھی ہے، تب بھی وہ اُسے قید کی سزا سنائے گا اور جرمانہ بھی کرے گا۔ آج تک اُس نے کسی مسلمان کو نہیں چھوڑا، وہ کہتا ہے: "یہ میرا دین ہے، میں دین کو کیسے چھوڑ دوں۔" یہ سنکر حضرت شاہ انعام الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ایک کاغذ لے آئیں۔" انہوں (تھوک فروش) نے کاغذ دے دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس پر لکھتے گئے۔ جب ختم کیا تو جیسے تعویذ ہوتا ہے اُسی طرح اُس کاغذ کو تہہ کیا اور اُسے (تھوک فروش) دے کر فرمانے لگے کہ: "تم یہ تعویذ رکھ

Marfat.com

لو، انشاءاللہ کچھ نہیں ہوگا۔ جب بری ہو جاؤ گے تو پھر آ کر اُس کاغذ کو کھول دینا۔" جب تاریخ آئی تو وہ تھوک فروش عدالت میں پہنچا اور جب فیصلہ سنایا گیا تو مجسٹریٹ (جج) نے باعزت طور پر اُس کو بری کر دیا۔ وہ شخص جب دکان واپس آیا تو تعویذ کھولا، پتہ چلا کہ اُس میں لفظ بہ لفظ وہی فیصلہ لکھا تھا جو مجسٹریٹ (جج) نے سنایا تھا۔ یہ شان ہوتی ہے اُن فقراء کی جن کو اللہ تعالیٰ صاحبِ امر کر دیتے ہیں۔

ہر مرید ایک بیج کی طرح ہوتا ہے جسے بار آور ہونے کے لئے زرخیز زمین، پانی اور سورج کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا تو مشکل ہی سے ایسا ماحول فراہم کرتی ہے، لیکن ایک سچا مرشد اُس بیج کے ظاہری خول کو توڑ سکتا ہے اور اُسے ایک مقام دے سکتا ہے پروان چڑھنے کے لئے تاکہ معرفت کا نہال اُس سے اُبھرے۔ جب وہ چھوٹا سا پودا اُس بیج سے باہر آتا ہے، تو پھر یہ مرشد ہی کی نظرِ کرم ہے جو اُسے ایک تناور درخت بنا لیتی ہے اور اگر مرشدِ کامل کسی بہت ہی خاص مرید کو اپنے فیض و کرم سے نوازے، تو وہ مرید بھی درجۂ کامل تک پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ انعام الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اسی لئے انہوں نے ایک اور رہبرِ کامل، یعنی حضرت شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ کو تیار فرمایا۔ اس طرح سلسلۂ چشتیہ صابریہ عارفیہ نوریہ کو ہمیشہ اِن عاشقینِ الٰہی کی رہنمائی حاصل رہی ہے جن کو قلبِ الٰہی میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں راہِ سلوک کے تمام کامل مرشدین پر۔ بے شک یہ دنیا انہی کی وجہ سے رہنے کے قابل ہے۔

آمین ۔ (ثم آمین)

Marfat.com

۲۵ رمئی ۲۰۱۲ء (۲۲۶)
۳ ررجب ۱۴۳۳ھ

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

(زبان اور دل کا علاج)

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو ہر وقت اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر و تحمل سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ سب جانتا ہے اور بلاشبہ وہی یوم حساب پر میزان کے ساتھ انصاف کرے گا۔

درود و سلام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نرم دل اور کریم ہیں اور جو ہر وقت اپنی اُمت کی مغفرت کے لئے دست بہ دُعا ہیں۔

۷

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپکے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو اللہ کے صالحین پر جو اُس نور کا ایک حصہ ہیں جو اللہ کی طرف سے پُھوٹ کر آرہا ہے۔

ایک زبان بہت کچھ کر سکتی ہے۔ یہ زخم دے سکتی ہے اور زخم پر مرہم لگا سکتی ہے۔ یہ توڑ سکتی ہے اور جوڑ سکتی ہے۔ یہ ایک اعمال نامہ کو نور سے بھر کر روشن کر سکتی ہے، یا حاصل کردہ ہر ایک نیکی پر کالک مَل سکتی ہے۔ یہ دراصل ایک ایسی چیز ہے جسے بڑی احتیاط سے استعمال کرنی چاہیئے۔ جب بھی آپ کو کچھ کہنا ہے تو پہلے اُسے تو لیئے اور پھر اُسے بولیئے۔ ہر ایک لفظ جو آپ کی زبان سے نکلتا ہے وہ بلکل تیر کی طرح

Marfat.com

ہوتا ہے جو لوٹ کر پیچھے نہیں جا سکتا۔ اگر وہ الفاظ سخت، تکبر والے اور احساس سے خالی ہوں، تو پھر یہ دلوں کو توڑ سکتے ہیں یہ تعلقات کو بھی توڑ سکتے ہیں۔ کبھی کبھی تو اس کی مار تلوار سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے کیونکہ جسم کے زخم تو دکھائی دیتے ہیں اور اُن پر مرہم لگایا جا سکتا ہے، لیکن کیا اُن زخموں کی گہرائی کا اندازہ ہو سکتا ہے جو نظر نہیں آتے؟ وہ ایک دل کو بڑی آسانی سے چیر تو سکتے ہیں، لیکن آپ کے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہ زخم آسانی سے مُندمل بھی ہو جائیگا۔ اسلئے آپکو اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیئے کہ آپکی زبان سے کیا نکل رہا ہے اور اس پر قابو پانے کے لئے آپکو اپنے دل کی حالت پر قابو رکھنا چاہیئے۔ آخر ایک صحت منداور زندہ دل دوسروں کے بارے میں بُرا نہیں سوچتا۔ وہ اُپنے محبوب کی تلاش میں اس قدر مگن ہے کہ اُس کے پاس دنیا کے معمولی معاملات کے لئے وقت ہی نہیں ہے۔ جبکہ ایک بیمار دِل جو بیماریوں کی آماجگاہ ہے جیسے کہ تکبر، حسد، طمع اور بُغض وغیرہ۔ ایسا دل اپنی اَنا یعنی "مَیں" میں اتنا گم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ اپنے اس "مَیں" کی پرورش میں لگاتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ایک بیمار "مَیں" کی غذا کیا ہے؟ یہ شیطان کا وَسوسہ ہے۔ اسی سے "مَیں" پروان چڑھتا ہے۔ یہ شیطان ہی ہے جو ایسے بیمار دِلوں کو غذا فراہم کرتا ہے اور ان دِلوں کو دنیا کے جھگڑے فساد میں مبتلا رکھتا ہے۔ یہ دل اپنی غذا اسی طریقے سے حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ان کا علاج نہیں کیا جاتے تو وقت گزرنے سے اُنکی بیماری بڑھ جاتی ہے۔ وہ دل جو اسلام کی صحیح تعلیمات سے دور رہتے ہیں شیطان کا آسان شکار بنتے ہیں۔

Marfat.com

آپ اس دنیا کو دو طاقتوں کے درمیان ایک مسلسل میدانِ جہاد قرار دے سکتے ہیں۔ ایک قوت کا تعلق اللہ سے ہے اور دوسری کا شیطان سے ہے۔ اِس منظرنامے کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے مہلت مانگی تھی تاکہ وہ انسانوں کو گمراہ کر سکے۔ یہی اُس کا مشن ہے اور اِسی میں اُس کی بقاء ہے۔ اُسے اللہ کے آگے خود کو سچا ثابت کرنا ہے، کہ انسان کسی طرح بھی اللہ کا نائب بننے کے لائق نہیں ہے۔ وہ اللہ کو یہ ثابت کر کے دیکھانا چاہتا ہے کہ انسان اتنا نالائق ہے کہ وہ زمین پر صرف شر و فساد لاسکتا ہے۔ شیطان کا خیال ہے کہ جیسے ہی وہ اس بات کو اللہ کے آگے ثابت کرے گا، اُس کا کھویا ہوا مقام واپس مل جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اِس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے اتنا بیتاب ہے۔

اس کی یہ بے تابی بڑھتی جارہی ہے جیسے جیسے وقت اپنے اختتام کی جانب بڑھتا جارہا ہے۔ آپ کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس قدر بے تاب ہے، کبھی مشرق کی طرف بھاگتا ہے تو کبھی مغرب کی طرف کبھی اُوپر تو کبھی نیچے جاتا ہے، ہر طرف اپنے جال بچھاتا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پھنسا سکے، اور کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں جو اُس کے جال میں آسانی سے پھنس رہے ہیں؟

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، وہ جنہیں اپنی زبانوں کی پرواہ نہیں۔ کتنی بار یہ بات دہرائی گئی ہے کہ صُحبت کسی کی قسمت کو بناتی بھی ہے اور بگاڑتی بھی ہے۔ اچھی صُحبت آپ کو اچھی باتیں سکھاتی ہے، اور بُری صُحبت صرف آپ کو شیطان کی برائیاں سکھاتی ہے۔ اور اگر کسی کو ایک ولی کی صُحبت میں رہنے کی نعمت سے نواز گیا ہو، تو سمجھیئے کہ اُسے دونوں جہانوں کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ ہم تسلسل سے اولیاءِ کرام کا تذکرہ اپنی محفلوں میں کرتے رہتے ہیں کیونکہ اُن کا تذکرہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اُن کی صحبت میں ہونا۔

کون کہتا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے ہیں؟ وہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ وہ دِن کے سورج کی طرح ہیں اور رات کے چاند کی طرح جو ہر وقت اس دنیا کو جگمگا رہے ہیں، جو ہر وقت پاکیزہ دِلوں کو روشنی عطا کر رہے ہیں۔ اِن ہی افلاکی اجسام میں ایک آفتابِ چشت ہیں جن کے سرِ مبارک پر ہندوستان کا تاج سجا ہے۔ سلطان الہند خواجہ خواجگان، نائبِ رسول، ہندالولی، سلطان السالکین، خواجہ غریب نواز، حضرت معین الدین چشتی، اجمیری رحمۃ اللہ علیہ وہ شمسُ العارفین ہیں جن کے نورِ معرفت نے نوّے (۹۰) لاکھ سے زیادہ کفار کے دلوں کو تبدیل کیا جو جھوٹے خُداؤں اور پتھر کی مُورتیوں کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔

سلطانُ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف پُورے برِّصغیر کی قسمت کو بدل ڈالا، بلکہ آپ تمام عالمِ اسلام کیلئے بھی بارانِ رحمت تھے۔ آپ کے والدِ گرامی سیّد غیاث الدّین تھے جو حُسینی سادات میں سے تھے، اور آپ کی والدہ حَسنی سیدہ تھیں۔ تو اس طرح آپ حَسنی حُسینی سیّد تھے۔ آپ کی شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دو(۲) واسطوں سے قرابت داری تھی۔ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کے دادا اور حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا، حضرت عبداللہ حَسنبلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اسی طرح آپ کے نانا سیّد دَاؤد اور حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہم کے والد سیّد ابُوصَالح موسیٰ حقیقی بھائی تھے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی وِلادتِ باسعادت ۵۲۷ ہجری کو سیستان

Marfat.com

میں ہوئی۔ آپ کو سنجری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ قصبہ سنجر میں رہے تھے۔ ابھی آپ کمسن ہی تھے کہ آپ کے والد عراق منتقل ہوئے کیونکہ تاتاریوں نے سیستان پر حملہ کر کے ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ ولی کمسنی میں ہی اپنے والد کے سائے سے محروم ہو گئے، اور پھر جلد ہی آپ اپنی والدہ کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ایک مادر زاد ولی تھے اور جو پیدائشی ولی ہوتے ہیں وہ دنیا سے نسبت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے اپنے والد کے ورثے میں ملے ایک باغ اور پن چکی کا نظام چلانا شروع کیا، تو ایک عجیب طریقے سے اس کام سے پھیر دیئے گئے۔ ایک دن جب آپ پودوں کو پانی دے رہے تھے، تو ایک مجذوب درویش، حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے آپ سے کچھ کھانے کے لئے مانگا۔ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت احترام سے انگور کا ایک خوشہ اُنکی خدمت میں پیش کیا۔ مجذوب نے یہ ہدیہ قبول کیا اور پھر اُس کے بدلے انہوں نے کھلی (روغنی روٹی) کا ایک ٹکڑا نکال کر اپنے میزبان کے منہ میں ڈال دیا۔

اُس کھلی (روغنی روٹی) کو کھاتے ہی نوجوان ولی کو اُونگ آگئی اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو مجذوب جا چکے تھے، اور وہ اپنے ساتھ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دل سے مکمل دنیا بھی نکال کے لے گئے تھے۔ اب آپ کا دل انوارِ الٰہی کا گنجینہ بن چکا تھا اور آتشِ عشق نے آپ کی تمام دُنیاوی خواہشات کو جلا ڈالا تھا۔ آپ نے اپنے تمام اثاثے اونے پونے داموں بیچ دیئے اور حق کی تلاش میں نکل پڑے۔

آپ نے کئی جگہوں کا سفر کیا اور کچھ اساتذہ سے فیض حاصل کیا، لیکن آپ کی

Marfat.com

قسمت کا ایک انمول جوہر قصبہ ہارون میں موجود تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی اُس جوہر سے جو آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارُونی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اُن سے ملاقات حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ہُوئی جو پہلی نظر کی محبت کی طرح تھی۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی بیعت کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کے دعاگو فقیر حقیر معین الدین چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) کو بغداد شہر میں خواجہ جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُس وقت بہت سے مشائخ بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ مَیں آداب بجالایا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "دوگانہ ادا کر۔" میں نے ادا کیا۔ پھر فرمایا: "قبلہ رُخ بیٹھ جا۔" مَیں بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا: "سورۃ البقرۃ پڑھ۔" میں نے پڑھی۔ پھر فرمایا: "اِکیس (۲۱) دفعہ سُبحان اللہ پڑھ۔" میں نے پڑھا۔ پھر بعد میں کھڑے ہوکر مُنہ آسمان کی طرف کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "میں نے تجھے اللہ کی طرف پہنچا دیا۔" یہ فرماتے ہی اپنے دستِ اقدس میں قینچی لے کر میرے سَر پر چلائی اور کلاہ چہار ترکی سَر پر رکھی اور پھر بٹھا کر کہا: "ہمارے خانوادے میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہے، وہ کر۔"

جب دوسرے دن حاضرِ خدمت ہوا تو ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھا کر فرمایا: "اُوپر کی طرف دیکھ۔" میں نے جونہی دیکھا، تو فرمایا: "کیا دیکھتا ہے؟" میں نے عرض کیا: "عرشِ عظیم تک سَب کچھ دیکھتا ہوں۔" پھر فرمایا: "زمین کی طرف دیکھ۔" میں نے دیکھا، تو پوچھا: "کیا دیکھتا ہے؟" میں نے کہا: "حجابِ عظمت تک۔" پھر فرمایا: "آنکھ بند کر۔" میں نے آنکھ بند کر لی۔ فرمایا: "کھول۔" پھر مجھے دو انگلیاں دکھا کر فرمایا:

Marfat.com

"تجھے کیا دِکھائی دیتا ہے؟" میں نے عرض کیا: "اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) عالم" پھر ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اُس کو اُلٹ۔" میں نے اُلٹایا تو اُس کے نیچے مُٹھی بھر سونے کے دینار تھے۔ فرمایا: "اِسے لے جا اور فقیروں میں صدقہ کر دے۔" پھر حکم ہُوا کہ چند دن ہمارے پاس رہو۔" میں نے عرض کیا: "بندہ فرمانبردار ہے۔"

کامل مُرشد نے چند لمحوں میں ہی اپنے مُرید کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔ یہ تھا حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دل کا مقام اور اُس کی وسعت۔ اللہ نے آپ کو پلک جھپکتے ہی بلندی عطا کر دی۔ جب ایک ولی کی ذمہ داریاں ایک عام آدمی سے ہزار گنا زیادہ ہیں، تو اللہ کی نِگاہِ کرم بھی اُن پر مختلف رنگ میں پڑتی ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی اصل منزل اجمیر شریف تھی جہاں آپ اپنے چالیس (۴۰) درویشوں کے ہمراہ داخل ہوئے۔ جب وہ ایک میدان میں پہنچے، تو وہاں کے راجہ کے مُلازم دوڑ کر اُن کے پاس آئے اور انہیں خبردار کیا کہ یہ جگہ اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کے اُونٹوں کے لئے ہے، اس لئے انہیں یہاں سے چلا جانا چاہیئے۔ اُن بیچاروں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کن سے بات کر رہے ہیں اور اصل حکمران کون ہوگا، نہ صرف اجمیر کا بلکہ پورے ہندوستان کا۔ جب ملازمین بدتمیزی پر اُتر آئے تو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اپنے درویشوں کے ساتھ یہ کہتے ہوئے اُس جگہ سے نکلے کہ: "ہم تو جا رہے ہیں، اُونٹوں کو یہاں بیٹھنے دو۔"

جب ایک ولی کچھ کہتے ہیں، تو کوئی شخص تو اُسے نظر انداز کر سکتا ہے، لیکن اللہ اپنے ولی کے الفاظ کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ جب صبح شتربان نے اُونٹوں کو زمین

Marfat.com

سے اُٹھانے کی کوشش کی تو ایسے لگا کہ جیسے اُونٹ کسی انجانی قوت کے باعث زمین سے چپک گئے ہیں۔ انہوں نے سر توڑ کوشش کی لیکن ایک اُونٹ بھی اپنی جگہ سے ایک انچ بھی بھی نہیں ہلا۔ تب اُن لوگوں کو احساس ہوا کہ یہ درویش کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں۔ اس لئے وہ دوڑتے ہوئے اُن کے پاس آئے اور معافی مانگی۔ جب حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں معاف کیا، تو تب جا کے اُونٹ بھی کھڑے ہو کر وہاں سے چلے گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ڈیرہ 'اناساغر' نامی دریا کے کنارے واقع تھا۔ اس جگہ پر کئی مندر تھے اور ہزاروں لوگ اُس جگہ زیارت کے لئے آتے تھے۔ لیکن ہُوا ایسے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نہایت شیریں مزاج تھے اور آپ کے خطاب کا انداز بھی بہت خوبصورت تھا، تو اس لئے ہر آدمی وہاں تھوڑی دیر ٹھہرتا اور آپکی شخصیت سے متاثر ہوتا۔ تو پھر ہوتا یہی کہ وہ لوگ بار بار ولی کے پاس لوٹتے۔ اس طرح ہزاروں لوگ اسلام کے حلقے میں آنا شروع ہو گئے۔

اِس سے علاقے میں موجود کئی مندروں کے پُجاری اور پنڈت یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کہ: اُن کے وہ لوگ جو کل تک اپنے بھگوان اور دیوتاؤں کے آگے جُھکتے تھے، اَب اپنا سَر نماز میں اُن درویشوں کے خدا کے آگے جھکا رہے ہیں۔ جلد ہی یہ تمام صورتحال راجہ پرتھوی کے علم میں لائی گئی جس نے فوراً ہی اپنے بڑے جادوگر شادی دیو کو صورتحال کے جائزے کے لئے بھیجا، لیکن ایک کامل ولی کی آنکھوں میں بھی اللہ ایسی بَلا کی کشش دیتا ہے جو کہ آدمی کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔

جس وقت شادی دیو اور اس کے ساتھی درویش کے قریب مقابلے کے لئے

Marfat.com

تیار بیٹھ گئے، تو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کیمیا اثر نگاہ اُن کے دلوں میں اس طرح داخل ہوگئی کہ اُن کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اور اُن کے دِلوں کی نفرت اِس درویش کے لئے شدید محبت میں بدل گئی۔ آنِ واحد میں وہ سر جو زندگی بھر تکبر میں اکڑے رہتے تھے، وہی سر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کے پاس زمین پر رگڑ رگڑ کر معافی مانگ رہے تھے۔ راجہ پرتھوی کے سب سے بڑے جادوگر کا مسلمان ہونا راجہ کے لئے ایک بڑا دھچکہ تھا، جس کا غصّہ معصوم مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کے لئے اور بڑھ گیا۔

راجہ نے حکم دیا کہ دریا کے کنارے سپاہی کھڑے کر دیئے جائیں تاکہ کوئی مسلمان وہاں سے پانی نہ لے سکے۔ لیکن باطل کس طرح حق کی طاقت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ کہیں بھی کامیاب نہیں ہوسکتا، چاہے وہ کیسی ہی نئی چالاکیاں کیوں نہ کرے۔ ایکدن خواجہ صاحب نے اپنے خادِم کو حکم دیا کہ وہ وضو کے لئے کچھ پانی لائے۔ جب خادم نے دَریا سے پانی لانے کی کوشش کی، تو راجہ کے سپاہیوں نے اُسے روک دیا۔ اس لئے وہ خالی ہاتھ لَوٹ آیا۔ جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سُنا تو آپ نے جلال میں آکر فرمایا: ''اَب پانی سے کہنا کہ تجھے خواجہ نے بلایا ہے۔'' جیسے ہی خادم نے اپنا پیالہ پانی میں ڈالا اور وہ الفاظ ادا کیے، تو ایسا لگا کہ اَنا ساغر دریا کا سارا پانی پیالے میں سما گیا اور دریا سوکھ گیا۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت نے پرتھوی راج کو مجبور کر دیا کہ وہ خود جا کر دریا جاری کرنے کی درخواست کرے۔ خواجہ صاحب کا دریا واپس جاری کرنے کے باوجود پرتھوی راج کا بغض ویسا ہی رہا۔ اس مرتبہ راجہ پرتھوی نے اپنے جادوگروں میں سے ایک جادوگر، اَجے پال کو روانہ کیا۔ وہ اپنے کئی چیلوں کے ہمراہ وہاں کچھ اس انداز سے پہنچا کہ خود

Marfat.com

ہرن کی کھال پہ بیٹھ کے ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ اس کے پیچھے اس کے ہزاروں چیلے شیروں اور اور جادو کے اژدھوں پر سوار آرہے تھے، اور کچھ سانپ بھی اُس کے ساتھ اُڑتے ہوئے آرہے تھے۔ اُس کے ہاتھ میں سانپوں سے بنی چھریاں تھیں جو آگ اُگل رہی تھیں۔ ایسا تھا اُس کا جادوئی تماشا۔ ہزاروں افراد اجمیر سے آکر جمع ہوئے تھے کہ اَب کیا ہوگا۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گرد خاموشی سے اِک حِصار کھینچ لیا، اور جب جادوگروں کی جادوئی آگ سے شعلے برسنے لگے، تو یہ حِصار میں داخل نہ ہوسکے۔ تمام سانپ اور اژدھے حِصار میں داخل ہوتے ہی گر کر مر گئے۔ اِس سے جادوگر اشتعال میں آگیا، اور غصّے میں کھڑا ہوا اور لمحوں میں اُڑ کر نظروں سے اُوجھل ہوگیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اُوپر سے حملہ کرنا چاہ رہا ہو، لیکن بڑے غیر متوقع طور سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کھڑاون (نعلین) اُوپر ہوا میں اُچھال دیئے، اور چند ہی لمحوں میں ایک نہایت عجیب منظر سامنے آیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نعلین، اَجے پال کے سَر کی پٹائی کر رہے ہیں، اور شرمسار جادوگر اسطرح نیچے اُتر آیا۔ اس جادوگر کی شکست، راجہ پرتھوی راج کی آخری شکست اور زوال ثابت ہوئی۔

ایک رات سلطان شہابُ الدین غوری نے ایک خواب دیکھا جس میں ایک نورانی بزرگ اُسے ہندوستان آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "اور ہندوستان کی طرف توجہ دو، اللہ تمہیں ہندوستان کی بادشاہت عطا فرمائے گا۔" اُسوقت سلطان غوری راجہ کے ہاتھوں اپنی گزشتہ شکست سے کافی دلبرداشتہ تھا، لیکن خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نے اُسے ایک نئی زندگی عطا کی اور اُس نے بیس ہزار (۲۰،۰۰۰)

Marfat.com

کی فوج کے ساتھ اجمیر پر حملہ کر دیا، اور آخرکار وہ فتح حاصل کی جو اُسکے شایانِ شان تھی۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان کی بادشاہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی، اور یہ حقیقت ہے کہ سیکڑوں سال کے بعد بھی آپ ہند کے سُلطان ہیں، اور آپکی یہ حیثیت وقت کی آخری گھڑی تک برقرار رہے گی۔ ۶ ر رجب ۶۳۳ھ ہجری کو، عشاء کی نماز کے بعد، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے مبارک میں داخل ہوئے۔ آپ نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد آپ کے خادم نے فرش پر زور سے آپ کے پاؤں مارنے کی آواز سُنی، جو عام طور سے آپ کے وَجد کے عالم میں ہوتا تھا۔ خادم نے سوچا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حالتِ وَجد میں ہیں۔

آدھی رات کے بعد یہ آوازیں آنا بند ہوگئیں، لیکن کسی کو دروازے پر دستک دینے کی جرّات نہ ہوئی۔ فجر کے وقت انہوں نے دروازے پر دستک دی لیکن ان کا کوئی جواب نہ ملا۔ جب آخرکار انہوں نے دروازہ کھولا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ عاشق دارِ فانی چھوڑ کر اپنے محبوب سے ملنے جا چکے ہیں۔ آپ کی نوری پیشانی پر لکھا تھا:

"حبیب اللہ متفی حُب اللہ"

اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں فوت ہوا۔

خواجہ خواجگان معین الدین
اشرفِ اولیائے روئے زمین
آفتابِ سپہر کون و مکان
بادشاہ سریرِ مُلکِ یقین

Marfat.com

سلام ہو خواجہ خواجگان، سُلطان الہند پر، سلام ہو اللہ کے تمام دوستوں اور ولیوں پر۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۔ جون ۲۰۱۲ء
۱۰ رجب ۱۴۳۳ھ

حال (وجد)

(آدابِ طریقت)

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو ہر اُس دل پر دستک دیتا ہے جو اُس کے ساتھ ہے، اور اُن دلوں پر بھی جو اس دنیا میں ہیں۔ بے شک ہدایت صرف اُن کے لئے ہے جو اس دستک کو سُن لیتے ہیں اور اپنے دلوں کو راہِ مستقیم کے لئے کھُلے رکھتے ہیں۔

درود و سلام ہوں رحمتِ الٰہی پر جو تمام سچے دلوں پر برستے رہتے ہیں، درود ہو اُن پر جو اس دنیا کی تخلیق کے باعث ہیں۔

ؐ

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، صابریہ، عارفیہ، نوریہ کے مہربان دل، نرم گفتار اور باادب مُریدین کے لئے۔

"حال" (وجد) کیا ہے؟ یہ سوال اُن لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے جو راہِ سلوک میں نئے ہوں اور محفل میں کچھ مُریدین کی شدید کیفیت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔

"حال" ایک رُوحانی کیفیت ہے۔ یہ کیفیت اللہ کی عطا ہے۔ یہ انسان کی روح کی حالت ہے۔ یہ اُس کا کرب ہے، دَرد ہے، جَذب ہے اور سُرور ہے۔

Marfat.com

تفصیل میں جانے سے پہلے دیکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ نے حال کی تشریح کس طرح کی ہے۔

حضرت سُلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دم بہ دم دیوانہ ہوشیار باش

طالبِ حق طالبِ دیدار باش

(ہمہ وقت بظاہر دیوانہ باطن میں ہوشیار رہ، حق کے دیدار کا طالب رہ۔)

یاالٰہی سوز دہ ایں سوز بہ

گر کسے از سوز ترسد من بدہ

(یاالٰہی عشق کی جلن دے، یہ سوزش بہت بہتر ہے۔ اگر کوئی اس سوزش سے ڈرتا ہے تو مجھ کو دے دے۔)

ہمارے مرشدِ پاک حضرت شاہ محمّد عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "طریقت ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ اِسے انتقالِ احوال بھی کہتے ہیں۔ اس کے چار ذریعے ہیں: اوّل موت۔ یہ طبعی موت نہیں بلکہ نفس کی موت ہے۔ جب نفس مُردہ ہوتا ہے تو قلب زندہ ہوتا ہے۔ دوسرا ذریعہ انتقالِ حال کا مراقبہ ہے۔ مراقبہ سے اوّل محبت، پھر مشاہدہ، پھر معرفت اور پھر دیدارِ لامکاں حاصل ہوتے ہیں۔ چشمِ باطن اُن کو عطا ہوتی ہے جو سچّی محبت کے مالک ہوتے ہیں۔ ذکر بھی کیا جاتا ہے اور کرایا بھی جاتا ہے۔ ذکر کرتے کرتے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ معبُود اس پکارنے والے کو خود پکار لیتے ہیں۔ بس یہی کامیابی کا نقطۂ آغاز ہے۔ محبت کا مقام جب قلب پر ہوتا ہے تو یہ فنا ہوتی ہے، مدہوشی ہوتی ہے، ایسے نشے

Marfat.com

میں ہوتی ہے جس میں ہوش نہیں، یہ قلب میں ایسا درد پیدا کرتی ہے جس میں قرار نہیں، ایک ایسا ذکر عطا کرتی ہے جس میں چین نہیں، اور جب محبّت مقامِ نفس پر پڑتی ہے تو یہ ایک برق (بجلی) ہے جو جلا کر خاک کر دیتی ہے، نفس کو لاشہ بنا دیتی ہے۔ جب محبّت رُوح میں مقام کرتی ہے تو یہ ایک بقاء ہے جسے فنا نہیں۔ اسے "حیاتِ اَبدی" کہتے ہیں۔ جو لوگ حیاتِ اَبدی کے مالک ہو گئے، انہوں نے اپنے ربّ کو راضی کر لیا، وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "حال وہ ہے جو وقت پر نازل ہوتا ہے اور اُسے اس طرح سجاتا ہے جس طرح روح جسم کو سجاتی ہے"۔ کہا جاتا ہے کہ حال کے بارے میں پوچھنا بے معنی ہے، کیونکہ حال ہوتا ہی وہیں ہے جہاں گفتگو فنا ہو جائے۔ حال وقت سے مختلف ہے، اگر اس دنیا میں یا دوسری دنیا میں کوئی خوشی یا غم ہے، تو وہ وقت کا وہ حصّہ ہے جس میں آپ اُس وقت موجود ہیں۔ دوسری طرف اس کا اثر حال میں مبتلا شخص پر نہیں پڑتا، چاہے وہ صدمے سے پوشیدہ ہو یا خوشی و مسرّت میں مَست ہو کیونکہ وہ ہر وقت حقیقی (عیاں) کے مقام پر ہوتا ہے۔

شیخ الاکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے یوں بیان کیا ہے کہ: "حال، وہ شے ہے جو دِل پر بغیر گمان یا طلب کے وارد ہوتی ہے"۔ آپ نے مزید فرمایا کہ: اس مقامِ مشاہدہ میں فقیر اَب استغراق اور اُس کے ثمرات کے میدان میں داخل ہو چکا ہے۔ حال کسی واقعے سے یا باہر سے، یا احساسات سے، یا نفس سے نہیں آتا۔ حال دل پر وارد ہوتا ہے اور یہ خود حرکت میں ہوتا ہے ہر آن تبدیل ہوتا ہوا۔

Marfat.com

فقیر کو اُس کی حرکت کے ساتھ حرکت کرنا سیکھنا چاہیئے جس طرح کشتی ران، بادبان کو ہوا کے رُخ کے مطابق موڑتے ہیں۔ دِل پر وارد ہونے والی کیفیت کا حال کسی کو نہ بتائیں۔ فقیر کو چاہیئے کہ وہ اپنے داخلی مشاہدات اپنے مرشد کو بتائے۔ روایت ہے کہ: "یہ ایک پاگل پن کی طرح شروع ہوتا ہے۔ اس کا درمیانہ حصہ سائنس ہے۔ اس کا اختتام سکوت ہے، یعنی جنون، فنا، سکون۔ حال اُس شئے کو حرکت دیتا ہے جو ساکن ہے۔ پھر یہ خاموش ہوتا ہے اور آخر کار اِسے آرام دیتا ہے۔ یہ اثرات محبت کے ہیں۔ اَب صرف ابھی ہم پہلی بار محبت کی بات کر سکتے ہیں۔ محبت دو قسم کی ہوتی ہے: ایک محبتِ عام جو اُس وقت ہوتی ہے جب آپ حکمِ الٰہی پر چلتے ہیں اور یہ انسانی کوشش اور تدبیر سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ ایک روحانی مقام ہے۔ محبت کی دوسری قسم محبتِ خاص ہے جو ایک حال ہے، کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے عطیہ ہے اور انسانی کوششوں سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ یہ تمام رُوحانی احوال کی بنیاد ہے۔

حضرت شہاب الدین سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: محبت، خاص ذات کی محبت کا نام ہے جو مشاہدۂ روح سے پیدا ہوتی ہے، اور اسی میں سکرات لاحق ہوتے ہیں اور یہ بندۂ حق پر خداوند کریم کی جانب سے خاص احسان و عنایت ہے۔ شیخ روزباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جب تک تم اپنی ہستی کی قید سے باہر نہیں نکلو گے، اُس وقت تک تم محبت کی سرحد میں قدم نہیں رکھ سکتے۔" شیخ ابُو یزد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "جس کو کسی کی محبت قتل کر دے اُس کو اس قتل کا خون بہا یہ ملتا ہے کہ وہ محبوب

Marfat.com

کا دیدار کرے، اور جس کو کسی کا عشق قتل کر دے تو اُس کا فدیہ یہ ہے کہ محبوب اُس کو اپنا ہم نشیں بنا لیتا ہے۔" شیخ ابو عبد اللہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "محبت کی حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنا سب کچھ اپنے محبوب پر نچھاور کرتے ہیں اور آپ کے پاس کچھ نہیں رہتا۔" ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: "اللہ کی شدید محبت سے ایک سُرورِ خاص حاصل ہوتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ محبت دل میں اُسی آگ کی مانند ہے جو ہر گندگی کو جلا دیتی دیتی ہے۔" یہ بھی کہا گیا ہے کہ: "اللہ سے محبّت کرنے والوں نے دنیا اور آخرت کا تمام شرف سمیٹ لیا ہے۔ جیسے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "انسان اُسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔" اللہ اپنی نعمتیں اپنے مُحبّین پر برساتا ہے، اور یہ فیضان مختلف طریقوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

شاہِ عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "باطنی فیضان کی سب سے پہلی صُورت یہ ہے کہ انسان اپنے بدن کے اندر ایک سُرور محسوس کرتا ہے اور اس کی ایک اعلیٰ شکل کیف ہے، پھر اُس سے اعلیٰ وَجد، پھر محویت، پھر اِستغراق۔

٭ کیف کیا ہے؟ اللہ اُسے اُنس کا چھینٹا دیتے ہیں ایسی محبت جسم میں سرایت کرتی ہے جس سے لذت پیدا ہوتی ہے، ایک خاص قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے جسکا تعلق احساس سے ہے۔ بیان سے نہیں۔

٭ وَجد کیا ہے؟ یہ ایک جامِ توحید ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ اپنے چاہنے والوں کو منبرِ کرامت پر پلاتا ہے، جسے پیتے ہی انسان ماسوا بھول جاتا ہے اور ایک ایسی حالت وَارد ہوتی ہے جس سے صاحبِ وَجد اپنے مقام پر جا کھڑا ہوتا

Marfat.com

ہے۔ اگر کوئی فنافی الشیخ کے مقام کا حامل ہے تو شیخ کے قدموں میں حاضر ہو جائے گا۔ فنافی الرسول کے مقام والا دربارِ رسالت میں حاضر ہو جاتا ہے۔

☆ اگر فنافی اللہ کے مقام کا ہے تو اللہ جلّ شانہٗ کی تجلیات کا نزول شروع ہو جاتا ہے، اور وہ دیدارِ لامکاں میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسی کو استغراق کہتے ہیں۔ وَجد اور استغراق کے درمیانی مقام کو محوّیت کہتے ہیں۔ اس مقام میں انسان مشاہدے میں سَر تا پا غرق ہو جاتا ہے اور باقی سب سے بیگانہ ہو جاتا ہے اس کو کہتے ہیں عالمِ محوّیت!

یہ وہ ذرائع ہیں جن سے اللہ جلّ شانہٗ انسانی قلوب پر اپنے فیضان کی بارش کرتے ہیں اور محفلوں میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک کے صدقے میں سَب کو نواز دیتا ہے۔ جو باادب اور باہوش بیٹھتے ہیں وہ اپنے دامن بھر لیتے ہیں، اور جو بے اَدب اور بے ہوش بیٹھتے ہیں، وہ اکثر اپنی محفوظ طاقتیں بھی کھو دیتے ہیں۔"

(گنجینۂ عارف)

آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ یہ سب کچھ سمجھیں کیونکہ آپ سب راہِ سلوک سے وابستہ ہیں جہاں ادب چابی ہے طریقت کے دروازے کا۔ اس ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ اس راہ کے قواعد اور نظم و ضبط کو جانیں: ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ کس طرح ایک سچا سالک مختلف رُوحانی حَال حاصل کر سکتا ہے۔ یہ احوال توبہ، صبر، رضا، توکّل، رجاء اور خوف وغیرہ کے ہو سکتے ہیں۔ ایک بار جو ان میں سے کوئی ایک حال قائم ہو جاتا ہے، تو سالک کو مقررہ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

حَال، اللہ کی جانب سے ایک عطیہ ہے، جبکہ مقام کے لئے ایک شخص کی

Marfat.com

کوششیں اور اُس کا کسب درکار ہو سکتے ہیں۔ تمام احوال کی بنیاد محبت ہے جو اس محبت کے حاصل کرنے والے میں سرور اور جذب پیدا کر سکتا ہے۔ جب یہ وجد اپنی انتہا کو پہنچتا ہے، تو اُس شخص کے ظاہر سے اُس کے اضطراب اور بے چینی ایک بے اختیار نارا یا جنبش، یا اس کے ظاہری جسم پر ایک لرزا کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ وجد یا حال ابتدائی طور پر دل میں پیدا ہونے والی خوشی اور سرور کی لہروں کے باعث طاری ہوتا ہے۔ اکثر سالکین میں تو یہ اُسی جگہ رُک جاتے ہیں۔ کچھ سالکین کو یہ حالتِ خوف و حُزن میں لے جا سکتا ہے اور اُس کے نتیجے میں دل پر گریہ طاری ہو سکتا ہے۔ کچھ سالکین جذب کی ایسی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں کہ اُن کا اپنے ظاہری جسم پر اختیار نہیں رہتا۔ ایک سالک مختلف مقام کا حامل ہو سکتا ہے اور اُس کے مقام اور حال دوسروں سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ آپ نے بھی سنا کہ حال ایک عطیۂ خداوندی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی دوسرے سالکین کے مقامات اور کیفیات کے بارے میں نہ تو مداخلت یا رائے زنی کر سکتا ہے اور نہ جستجو رکھ سکتے ہیں۔ بالکل اُسی طرح محفل میں موجود دوسرے سالکین سے یہ پوچھنا کہ انہوں نے عالمِ مشاہدہ میں کیا دیکھا یا اُن کو کن تحفوں سے نوازا گیا ہے، یہ سب بھی دوسروں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے برابر ہے۔ اگر راہِ سلوک کا کوئی شخص کھلے عام دوسروں کو بتاتا ہے کہ اللہ نے اُسے کس طرح نوازا ہے یا اُس نے اپنی روحانی کیفیت میں کیا کہا ہے، تو پھر ایسے لوگوں کو خبردار کرنا چاہیئے کہ اُن کی اِس بے اَدبی سے وہ مشاہدے کی نعمت سے محروم ہو سکتے ہیں یا اُن کو دیا جانے والا مقام بھی اُن سے چھینا جا سکتا ہے۔ آخر ایسے شخص پر

Marfat.com

کون اعتبار کر سکتا ہے جو اللہ کا بھی محرمِ راز نہیں بن سکتا۔

یہ صرف آپ کے مرشد ہی ہیں جنہیں آپ کسی مشاہدے یا تجربے کے بارے میں بتا سکتے ہیں، جو آپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح یہ صرف مرشد ہی ہیں جو اپنے تجربات دوسروں کو اُن کی رہنمائی کے لئے بیان کر سکتے ہیں، اور یہ بھی صرف اللہ کی اجازت سے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ راہِ سلوک کا ہر ایک سالک اپنے اپنے روحانی تجربات سے گزرتا ہے اور اُن میں سے اکثر تجربات یکتہ اور بے مثل ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اگر آپ اس کے بارے میں دوسروں سے بات کرنا شروع کرتے ہیں، تو وہ اُس پر اپنی لاعلمی کے باعث غلط رائے زنی کر سکتے ہیں، یا اس سے بھی بدتر، وہ آپ کی روحانیت کے بارے میں ایسی بات کرتے ہیں جو آپ کے دل میں تکبّر پیدا کرنے کا سبب بنے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ حسد اور تکبّر ایسی آگ ہے جو آپ کے نیک اعمال کو کھا جاتی ہے اور آپ کے اعمال نامہ کو تباہ کر دیتی ہے آپ کے جانے بغیر۔ یہ صرف آپ کے مرشد ہی ہیں جو اللہ کی رضا سے ایسے حسّاس معاملات میں آپ کی رہنمائی کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

ایک دوسرا معاملہ بھی ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ اگر کوئی محض نمائشی طور پر خود کو وجد یا حال میں ظاہر کرتا ہے، تو وہ درحقیقت اللہ کی ناراضگی مول لے رہا ہوتا ہے کیونکہ وہ جھوٹ بول رہا ہوتا ہے کہ اُسے اللہ کی طرف سے نوازا جا رہا ہے حالانکہ اُس پر کوئی نوازش نہیں ہو رہی ہوتی لیکن کسی محفلِ سماع میں اگر کلام کسی کے دِل پہ اثر کرتا ہے اور وہ وَجد میں آئے، تو وہ مُرشد کی اجازت سے رَقص کر سکتا ہے

Marfat.com

وہ ایسے کر سکتا ہے۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے اُچھل کر رقص کرنا شروع کیا تھا جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں کوئی خوشخبری سنائی تھی۔ یہ سب آپ کے دل کا معاملہ ہے۔ جب آپ محفل میں ہوں تو آپ کو وہاں صرف اللہ کے لئے ہونا چاہیئے۔ اُس وقت دنیا آپ کے دل سے مکمل طور سے محو ہونی چاہیئے۔ ان محفلوں کا ادب اتنا سخت ہے کہ آپ کو دوسرے حاضرینِ محفل کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی نہیں چاہیئے۔

اگر کسی کا وجد یا حال ظاہر ہو جائے، تو اُس وقت اُس کو دیکھنا یا تبصرہ کرنا بڑی گستاخی ہے۔ اگر ایسے شخص کا حال بے قابو ہو جائے تو پھر یہ مُرشد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مرید پر نظرِ کرم ڈالے اور اُس کی رُوح کو چین بخشے۔ ایسے موقعوں پر اللہ کا اسمِ مبارک اور دُرود کا وِرد، دونوں کار آمد ہیں، لیکن حال یا وجد میں مبتلا شخص کو فوراً ہی نہ روکا جاتے، نہ سرزنش کیا جائے کیونکہ یہ دراصل ایک ایسی کیفیت ہے جو اُسے اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ جو بھی اِس کو روکنے کی کوشش کرے گا وہ دراصل اُس شخص کو جسمانی نقصان پہنچا سکتا ہے اور اُس کے دِل میں ایک گرہ لگا سکتا ہے۔ یہ تو صرف مُرشد ہی ہیں جو ایسے شخص کو قابُو میں لائیں اور اگر اُنکے خیال میں اُن کے مُرید کی طبیعت میں ضبط کی ضرورت ہے تو وہ خود ہی اُس صورتحال سے نمٹیں۔

مُرشد اپنے جہاز کے کمانڈر ہیں اور یہ وُہی ہیں جو اپنے مریدین کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں، صرف انہی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مُریدوں کی نگرانی

Marfat.com

کریں، اُنہیں قابو کریں اور اُن کی رہنمائی کریں۔ اگر کوئی مُرید بزعم خود مُرید کی طرف سے دوسروں کو کوئی ایسی بات بتائے جو مُرشد نے نہ کہی ہو، تو یہ ایک ایسا جرم ہے ہے کہ جس کی سماعت براہِ راست اللہ کی عدالت میں ہوگی۔ کوئی بھی مرید ایسی کوئی بات دوسروں تک نہیں پہنچا سکتا ہے جو مُرشد نے نہ کہی ہو۔ یہ سب سے بڑی بے ادبی ہے اور اُس شخص کو راہِ طریقت سے باآسانی ہٹا سکتی ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے آپ کیا کہتے ہیں اور اُسے کس طرح کہتے ہیں۔ ادب، نظم و ضبط اور اپنے نفس پر قابو، اور آپ کے دل کی پاکی آپ کے رُوحانی سفر میں دور تک آپکا ساتھ دیں گے۔

طریقت ایک نہایت ہی حسین سفر ہے یہ آپ کو وہ کچھ دکھاتی ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتا۔ یہ آپ کو وہاں لے جاتی ہے جہاں دوسرے نہیں جا سکتے، یہ آپ کو وہ انعامات دیتی ہے جن کے بارے میں دوسرے سوچ بھی نہیں سکتے۔ تو پھر آپ اپنی لاپرواہی کے باعث اپنے سفر کو مشکل کیوں بناتے ہیں؟ آپ سب اس محفل میں کچھ حاصل کرنے کیلئے بیٹھے ہیں۔ آپ کیلئے یہاں خزانے موجود ہیں۔ آپ میں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں رہے گا۔ تو پھر کیوں نہیں اِن قیمتی لمحات سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں۔ جس وقت آپ محفل میں بیٹھیں، بس ایک خیال ذہن میں رکھ کر بیٹھیں: اور وہ ہے کہ "میں اللہ کے دربار میں بیٹھا ہوں۔ مجھے ایک ایسی جگہ کا شرف حاصل ہے جہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں"۔ کیا آپ کے خیال میں اس سے بڑھ کر اتنے قیمتی اور مبارک لمحات کہیں اور ہو سکتے ہیں؟ اپنے

Marfat.com

دِل اللہ کے حوالے کر دیں اور اَدب کی ڈور مضبوطی سے تھامیں۔ بہت جلد آپ کا جہاز اللہ کے دل میں لنگر ڈال دے گا۔

اللہ کا فضل و کرم آپ سب پر ہو۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۸ جون ۲۰۱۲ء
۱۷ رجب ۱۴۳۳ھ

(۲۲۸)

دُنیاوی تعلّق کو توڑنا

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کا نام خیرِ کُل کا منبع ہے، تمام بیماریوں کا علاج ہے اور تمام برائیوں پر ایک ضرب ہے۔ بیشک وہ سب پر زبردست ترین ہے۔

درود و سلام اُس دل پر جو ہر وقت صبر و توکل میں ہے، جو ہر وقت اس دُنیا میں ہونے والے واقعات پر آگاہ ہیں، جو دونوں جہانوں کے سُلطان ہیں۔

ﷺ

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں پر۔ سلامتی ہو اُن نرم اور سُپرد کردہ دلوں پر جو جانتے ہیں کہ کوئی اُنکی نگرانی کر رہا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ: "ایسا کیوں ہے کہ ہر شے بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے؟"

ابھی کل ہی کوئی کہہ رہا تھا کہ: "دراصل حالات بدتر سے بدترین ہوتے جا رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ انتشار، ظلم، لاقانونیت اور بے حیائی کی کوئی انتہا نہیں، آج کے زمانے میں ایسا لگتا ہے کہ جو قدریں زمانوں سے رائج تھیں وہ سب فرسودہ ہو چکی ہیں۔ ہر آدمی اپنے لئے قاعدے اور قانون خود بنا رہا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ کوئی پوشیدہ ہاتھ اس دنیا سے خیر کو مٹانے پر تُلا ہوا ہے اور آپ کے لئے ایک نیا ضابطہ حیات اور

Marfat.com

ضابطہ اخلاق ترتیب دے رہا ہے ،جس پر آپ کے زمانے کے لوگوں نے عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔"

وہ جملہ بزرگ آنکھیں جنہوں نے اچھے زمانے دیکھے ہیں اب وہ ان تبدیلیوں کو بڑی آسانی سے پہچان سکتی ہیں ،لیکن وہ جوان آنکھیں جنہوں نے پچھلے زمانے نہیں دیکھے ہیں وہ ان قدروں سے بے پرواہ معلوم ہوتی ہیں۔ کسی دن کا بھی اخبار اُٹھائیں اور آپ دیکھیں گے کہ اُس کے تقریباً تمام صفحات انتشار، جرائم اور تشدد کی خبروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ انسانی خون کا بہنا ایک معمول بن چکا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ اب خون پانی سے سستا یا ارزاں تر ہو چکا ہے۔ کچھ بھی محفوظ نہیں :آپ کے جان و مال، آپ کے عزت ووقار کی سماج میں کوئی قدر نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کسی بڑے جنگل میں رہ رہے ہیں جس میں ہر قسم کے شکاری جانور موجود ہیں۔ یہ جانور صرف ایک چیز جانتے ہیں :یعنی کس طرح اپنی ضروریات اور خواہشات کو پورا کیا جائے اگر کوئی اُن کے آڑے آئے تو وہ اُسے ہر ممکن طریقے سے اپنی راہ سے ہٹانے یا اُسے روند ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ایسے واقعات ماضی میں بھی ہوتے رہے ہیں آپ میں سے جو تاریخ کا علم رکھتے ہیں وہ کہیں گے: "جی ہاں ! تاتاریوں کا زمانہ تھا، چنگیز خان اور ہلاکو خان کے دور تھے ، عالمی جنگیں تھیں جب ہر طرف عدم تحفظ اور خون کی پیاس تھی۔" اُن ادوار اور آج کے زمانے میں فرق یہ ہے کہ پہلے ایسی تباہیاں کچھ عرصے تک رہتیں ، لیکن اللہ والوں کی مخالفت کے باعث ، یا غیر معمولی مظاہر کی وجہ سے یہ انتشارات ختم

Marfat.com

ہو جایا کرتے تھے۔ ہر بُرے زمانے کے بعد اچھے زمانے آجاتے تھے۔ حتیٰ کہ جب تباہیاں آتی بھی تھیں، تو تب بھی عام لوگ اپنی قدریں تبدیل نہیں کرتے یا اُن کے ایمان کمزور نہیں پڑتے۔ حق کی ہمیشہ جیت رہی اور لوگوں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا۔

یہ سب کچھ ماضی میں سچ تھا لیکن دورِ حاضر بہت ہی مختلف ہے۔ ہر طرف انتشار ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے اکثریت کے دل تبدیل ہو گئے ہیں۔ دنیا نے اپنے پنجے ان دلوں میں گاڑ دیئے ہیں اور اُنہیں مضبوطی سے قابو کر رکھا ہے۔ دجّالی ترغیبات ہر طرف بکھری پڑی ہیں۔ آخر کون ہے جو چمک۔ دمک سے، تیز رفتار تفریحات سے، اور زور دار ابلاغِ عامہ سے، اور نت نئی مادی ضروریات سے متاثر نہ ہوتا ہو۔ ضروریات اور خواہشات جو نئی ٹیکنالوجی کی صورت میں اور نئے ساز و سامان اور نئی طرزِ حیات کے رنگ میں سامنے آتی ہیں۔ انسانوں نے صنعتی اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کل تک جو نئے خیالات صرف چند دماغوں تک محدود تھے، وہ اب ہر گھر میں موجود الیکٹرانک آلات کے باعث ہر ایک تک آسانی سے پہنچ رہے ہیں۔

کون سوچ سکتا تھا کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ چند لمحوں میں یہ جان سکیں گے کہ دنیا کی دوسری طرف کیا ہو رہا ہے، یا پرندے کی رفتار سے زیادہ تیز اُڑ سکیں گے اور ہزاروں میل کے فاصلے فقط چند گھنٹوں میں طے کر لیں گے۔ ہر نئی ایجاد یا ٹیکنالوجی سے انسان نے خود کو زیادہ سے زیادہ دنیا سے وابستہ کر لیا ہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ کی راہ پر چلنے کے لئے اُس کے پاس وقت کم رہ گیا۔ اُس کا ذہن اپنی ہی خواہشات کی تکمیل میں اس قدر محو رہا کہ اُس کے لئے اللہ کا ذکر کرنا بھی اتنا

Marfat.com

ضروری نہیں رہا۔ اس طرح وہ اپنے اصل مقصدِ حیات سے دور ہونا شروع ہُوا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی یہ دوری زیادہ نمایاں ہوتی گئی اور لوگوں نے اپنے اَقدار اور اخلاقیات کو بُھلانا شروع کیا۔ دین بس چند رسُومات کی ادائیگی اور ایک مسلمان نام رکھنے تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ محبتوں کی شدت میں کمی آنی شروع ہوئی اور وقت نے سکڑنا شروع کیا۔ اب لوگوں کے پاس اپنے دین کے لئے، دوسرے انسانوں کے لئے اور حتیٰ کہ اپنے لئے بھی وقت کم ہونے لگا۔ اُن کا زیادہ تر وقت تو ایسے کاموں پر صرف ہوتا ہے جو اُنہیں دنیا دِلا سکیں، اور باقی بچا جانے والا وقت اُن کی ذاتی آرام و آسائشوں پر خرچ ہوتا ہے۔

کیا اِسی مقصد کے لئے انسان کو دُنیا میں بھیجا گیا تھا۔ یعنی کھانے، پینے اور صرف اپنے لئے جِینے کے لئے؟ اِس طرح کی زندگی تو حیوان بسر کرتے ہیں۔ وہ صرف اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے جیتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ اپنے خالق کو جانتے ہیں اور اپنے انداز میں اُس کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس نے اپنے اللہ کو فراموش کیا، تو وہ ایک حیوان سے بھی کم تر ہے۔ کم از کم بے زبان جانور یہ تو جانتے ہیں کہ وہ اپنے خالق کا شکر یہ کس طرح ادا کریں۔ ہم کیوں یہ سب دُہراتے رہتے ہیں؟ اس لئے تا کہ آپ اپنی زندگیوں کا خود احتساب کریں اور تجزیہ کریں کہ آپ دنیا کے پیچھے جانے میں کتنا وقت صرف کرتے ہیں اور کتنا وقت اپنے توشۂ آخرت جمع کرنے میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے مقصدِ حیات کو اپنے سامنے نہیں رکھتے وہ موت کے وقت بہت پچھتائینگے۔ اس

Marfat.com

بات کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا کہ ایسے لوگ دنیا میں دوبارہ جانے اور اپنے ضائع شدہ وقت اور برباد شدہ اعمال کو حاصل کرنے کیلئے کس قدر تڑپتے ہوں گے۔

زندگی کے آخری لمحات کسی بھی انسان کیلئے بہت سخت ہوتے ہیں یہ روح کو جسم سے الگ کرنے کا عمل ہے اور یہ کتنا سخت اور کتنا آسان ہوگا، اس کا تعلق اس امر سے ہے کہ وہ شخص دنیا سے کتنا وابستہ ہے۔ کاغذ کی مثال لیں : ایک 'پتلا' اور ایک موٹا کاغذ لیں۔ اب آپ دونوں کو منسلک کرنا چاہتے ہیں۔ آپ دونوں کو اسکاچ ٹیپ کے ایک ٹکڑے سے، یا پھر گوند کی ایک موٹی تہہ سے جما کر اُنہیں آپس میں جوڑ سکتے ہیں۔ ٹیپ کا فائدہ یہ ہے کہ آپ ضرورت پڑنے پر اُسے آسانی سے ہٹا کر دونوں کاغذوں کو الگ کر سکتے ہیں، لیکن اگر آپ نے گوند لگایا ہو تو الگ کرنے کا عمل بہت مشکل ہو جائے گا اور اس عمل کے دوران کاغذ کئی جگہوں سے پھٹ بھی سکتا ہے۔

دنیا اُس گوند کی طرح ہے جو موٹی تہہ یعنی مادّی کو پتلی تہہ یعنی روحانی سے چپکاتی ہے اِس طرح کہ اُن کا علیحدہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ دُنیا کی خواہش گوند ہے اور یہ خیال بھی کہ آپ یہ دُنیا کبھی نہیں چھوڑیں گے اور یہاں جو کرنا چاہیں گے کر سکتے ہیں، کیونکہ آپ کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے یہ ہے "سُپر گلو"۔ یہ سُپر گلو دراصل دونوں جسموں کو اسطرح جوڑتا ہے کہ یہ روحانی جسم کو تقریباً مار ہی ڈالتا ہے۔ یہ دُنیاوی قوّت ہے جو دونوں کو جوڑے رکھتی ہے۔

روح تو انسانی جسم میں ایک بہت ہی حساس اور قیمتی وجود ہے۔ اگر اس کی صحیح دیکھ بھال کی جائے، اگر اسے صحیح غذا دی جائے اور اسے ذکرِ الٰہی اور ذکرِ

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قوت پہنچائی جائے، تو ایسی رُوح کو مادّی جسم سے الگ ہوتے وقت کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ نفس اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔ اگر کوئی مضبوط دنیادی رشتے نہیں ہوں گے، دولت کی حرص نہیں ہوگی، اولاد کی فکر نہیں ہوگی، اور دنیا چھوڑنے کا کوئی غم نہیں ہوگا، تو پھر نزاع کے وقت ایسے شخص کے لئے کوئی مسئلے یا تکالیف نہیں ہوں گی۔

لیکن اس کے برعکس اگر وہ شخص دنیادار ہے، تو دنیا کی محبت اِس کی رُوح کو اتنا کمزور کر دے گی کہ اُس کے پاس مشکل سے اتنی طاقت ہوگی جس سے وہ خود کو اپنے خاکی جسم سے الگ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کو الگ کرنے کے لئے مَلَکُ الموت کو اپنی قوت استعمال کرنی پڑتی ہے۔ الگ کرنے کا یہ عمل دراصل دونوں جسموں کو پھاڑ بھی دیتا ہے جو موت کے وقت تکلیف کا باعث ہے۔ موت ایک حقیقت ہے، قبر بھی حقیقی ہے اور جنت اور دوزخ بھی حقیقت ہیں۔ آپ کے وقت کے لوگوں نے یہ سب کچھ بھلا دیا ہے۔ اُن کے خیال میں وہ جو جی میں آئے کر سکتے ہیں۔ وہ دوسرے کے مال پر ڈاکہ ڈال سکتے ہیں۔ وہ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کیلئے جھوٹ بول سکتے ہیں، وہ دوسروں کی جان، مال، عزت، آبرو لُوٹ سکتے ہیں، لیکن پھر بھی اُنہیں کوئی نہیں ٹوک سکتا۔ وہ اتنا شر اور فساد پھیلا سکتے ہیں، دوسروں کو ذلیل کر سکتے ہیں یا دوسروں کے بارے میں جھوٹ بول سکتے ہیں، اور کوئی انہیں کچھ نہیں بول سکتا، وہ اللہ کے قوانین کو توڑ سکتے ہیں، وہ اپنے بھائیوں کا خون بہا سکتے ہیں، وہ یتیموں اور بیواؤں کا مال کھا سکتے ہیں، لیکن پھر بھی اُنہیں ٹوکنے والا کوئی نہیں۔

Marfat.com

یہ لوگوں کی کیسی حماقت اور گمراہی ہے۔ وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ کراماً کاتبین ہمارے ہر ایک عمل کو رقم کرتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔ بُرا اعمال کو تو لکھا جاتا ہے لیکن بُری نیت کو نظر انداز کیا جاتا ہے، جبکہ اچھے اعمال اور اچھی نیت دونوں کو لکھا جاتا ہے تاکہ وہ یومِ انصاف کو میزان پر زیادہ وزنی ہوں۔

یہ فرشتے آپ سب کے ساتھ ہیں آپ کی زندگی کے ہر ایک واقعے کو ریکارڈ کرنے کے لئے، یہ وہی ہیں جو آپ کا اعمال نامہ لکھ رہے ہیں۔ کیا آپ میں سے کوئی اُن کو نظر انداز کر سکتا ہے، کیا آپ اُن سے اپنے اعمال کو چھپا سکتے ہیں یا انہیں رشوت دے کر اپنی خواہش کے مطابق لکھوا سکتے ہیں؟ جب احتساب اس قدر سخت ہو، جب دیکھنے والے اس قدر باریک بین ہیں تو پھر آپ سب ایسے اطمینان کے ساتھ کیوں بیٹھے ہیں کہ آپ جو جی میں آئے کر سکتے ہیں اور آپ کو کوئی کہنے سُننے والا نہیں ہے؟ کاش کہ آپ سمجھ بُوجھ سے یہ جان سکتے کہ آگے آپ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے!

روایت ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک جنازے میں شریک ہوئے، اور بعد میں قبرستان میں باقی سب لوگوں سے الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ کسی نے اُن کے پاس آکر کہا: "اے امیر المومنین! آپ اِس جنازے کے والی ہیں، آپ الگ ہو کر کیوں بیٹھے ہیں؟" اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: "مجھے ایک قبر نے آواز دی اور یُوں کہا: "اے عمر بن عبدالعزیزؒ، تو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ مَیں اِن آنیوالوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں؟" مَیں نے کہا: "تو ضرور بتا۔" اُس نے کہا کہ "مَیں

Marfat.com

اِن کے کفن پھاڑ دیتی ہوں، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں، خون سارا چُوس لیتی ہوں، گوشت کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں ؟ مونڈھوں کو بانہوں سے جُدا کرتی ہوں اور بانہوں کو پہنچوں سے اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں۔ گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جُدا کر دیتی ہوں۔"

یہ فرما کر عمر بن عبد العزیز رونے لگے اور فرمایا کہ: " دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکہ بہت ہی زیادہ ہے۔ اس میں جو عزیز ہے، آخرت میں وہ ذلیل ہے؛ اس میں جو دولت والا ہے؛ وہ آخرت میں فقیر ہے! اس کا جوان بہت بوڑھا ہو جائیگا اور اس کے زندہ بہت جلد مر جائیں گے۔ وہ بے وقوف ہیں جو اس کے دھوکے میں پھنس گئے۔ کہاں گئے اس کے وہ دِلدادہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے، بڑی بڑی نہریں نکالیں، بڑے بڑے باغ لگائے۔ اور بہت ہی تھوڑی دنیا میں سب کو چھوڑ کر چل دیئے۔ آواز دے کر اِن سے پوچھ کہ اُن کے مال نے کیا کام دیا۔ اِنکی زبان کا حال پوچھ جو بہت چہکتی تھی؛ اُن کی آنکھوں کو دیکھ جو ہر وقت دیکھتی تھیں! اِنکے خوبصورت اور دلرُبا چہروں کا حال پوچھ کیا ہُوا، اور ان کے نازک بدن کہاں گئے ؟ مٹی اور کیڑوں نے اُن کا کیا حشر بنایا ؟ نہ تو اُن کی قبریں کسی نے بستر لگایا اور نہ کوئی تکیہ رکھا۔ اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں۔ اندھیرے میں پڑے ہیں۔ اُن کیلئے رات دن برابر ہیں۔ اُنکے جوڑوں (یعنی میاں اور بیوی) نے دوسرے نکاح کر لئے اور وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔ مگر کچھ خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو کہ قبروں میں بھی لذت اُٹھا رہے ہیں۔ تر و تازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام سے ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں رہ کر بھی آخرت

Marfat.com

کو یاد کیا، اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا توشہ جمع کر کے آگے بھجوا دیا۔"

اے اُمّت محمدی! کیا دنیا اس لائق ہے کہ اس کے لئے یہ جدوجہد اور بھاگ دوڑ کی جائے! بس اتنا ہی لیں جتنے کی واقعی ضرورت ہو۔ صرف اتنا کچھ کریں جتنا آپ کے وجود کے لئے ضروری ہو، اور اس دنیا میں ایک ایسے مسافر کی طرح رہیں جو اپنی ریل گاڑی کا بے چینی سے منتظر ہو۔ ویسے بھی کون جانے کہ آپکا سفر کب ختم ہوگا!

دُعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنی راہ پر لگائے رکھے، اپنی رضا سے نوازے اور آخری دم تک ہمیں عقل سلیم اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۵ر جون ۲۰۱۲ء
۲۴ر رجب ۱۴۳۳ھ

(۲۲۹)

رفتارِ زمان

(شیطان کی رسُول اللہؐ سے گفتگو)

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کا تخت پاک اور پُر جلال ہے؛ جس کے عرش کے محور میں پُوری کائنات حرکت کرتی ہے؛ اور جس کے ملائک ہر وقت حالتِ سجدہ، حالتِ رکوع اور حالتِ عجز و انکساری میں ہیں۔

دُرود و سلام اُس ذاتِ پاک پر جن کی معصومیت آپ کے رب کی رضا ہے۔ جن کا حُسن آپ کے خالق کا جمال ہے، اور جن کے آنسو آپ کے اللہ کے دل کے مرکز میں رکھے ہوئے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو تمام نیک اور پاک ارواح کے لئے جو ابھی تک حیات ہیں اور اس زمین کی زینت ہیں۔

وقت اتنی تیزی سے کیوں اُڑا جا رہا ہے؟ ابھی کل ہی سال کی شروعات تھی اور اب سال ۲۰۱۲ء کا آدھا حصّہ گزر چکا ہے۔ یہ گزشتہ مہینے کہاں گئے اور آپ نے اس گزرنے والے وقت کو کیوں محسوس نہیں کیا؟ ایسے لگتا ہے کہ وقت ایک جلتی شمع جیسے ہے جس کے اندر کئی بتّیاں جل رہی ہیں۔ ایک ایسی موم بتّی جس کے اندر کئی

Marfat.com

ڈوریاں ہیں اور یہ تمام ڈوریاں ایک ساتھ جل رہی ہیں۔ آپ اس شمع کی بھڑکتی روشنی کو باآسانی دیکھ سکتے ہیں جو اُس کے خاتمے کی علامت ہے۔ کیا ہمیشہ ایسے نہیں ہوتا کہ جب کوئی شے خاتمے کے قریب ہو تو بجھ جانے کے چند لمحے پہلے اُس کی چنگاری بھڑک کر بہت زیادہ روشن ہو جاتی ہے؟

یہی حالت دُنیا کی بھی ہے۔ وہ دنیا جسے بڑی محبت سے بنایا گیا تھا کئی رنگوں کے ساتھ، اُس نے آخرکار اپنے تمام وسائل کو ختم کر لیا، اور اپنے وقت کو گزار لیا، اور اَب وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہے، تھک گئی ہے اُس مسلسل فریب، جھوٹ، دھوکے اور بہتان سے جو آج کے انسان کے بُوئے ہوئے کی فصل ہے۔ اَب دُنیا نہایت تھکی ہوئی ہے اور بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی ہے، اور اَب سکون سے آرام کرنا چاہتی ہے۔ سالہا سال کی سختیوں اور غموں نے اس غریب مخلوق پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور اَب یہ اپنے ربّ سے اَبدی آرام کی دُعا مانگ رہی ہے۔

اگر انسان کو ہماری اس زمین کی صدا سنائی دیتی اور وہ اِس کے حقیقی معنی سمجھتا تو وہ دہشت زدہ ہو جاتا اور مدد کے لیئے بھاگا بھاگا پھرتا۔ لیکن وہ لوگ جو پیٹ بھر کے سوتے ہیں، اور جن کے دل دُنیا کی آسائشوں میں غرق ہوئے رہتے ہیں، انہیں مشکل ہی سے یہ احساس ہے کہ ان کے اطراف کیا ہو رہا۔ وہ کئی چیزوں کو بُھلا بیٹھے ہیں۔ وہ اپنے ماضی کو بُھلا چکے ہیں۔ وہ اپنی قدروں اور اخلاقیات کو فراموش کر چکے ہیں۔ وہ اپنی موت کو بھول گئے ہیں، اور یومِ حساب کو بُھلا چکے ہیں۔ اُنکی نظر میں دن تو صرف "آج" کا دن ہے۔

Marfat.com

یہ ہے ان کا طرزِ حیات، صرف آج کے لئے جیتے ہیں۔ ان کی بھی پریشانیاں ہوتی ہیں۔ جی ہاں، بے شک ان کو کل کی فکر ہے، لیکن وہ اس کے لئے جیتے نہیں اور کام نہیں کرتے۔ انکا "کل" صرف اس دنیاوی زندگی تک محدود ہے، ان کا ادراک اس زمینی وقت سے آگے جاتا ہی نہیں ہے، تو پھر بھلا اس کے لئے فکرمند کیوں ہوں؟ ان کا رویہ یہ ہے کہ: "دیکھا جائے گا جب وقت آئے گا۔ ابھی سے کیا سوچنا؟" مگر بدقسمتی سے انہیں احساس نہیں کہ وقت ہاتھوں سے واقعی نکلا جا رہا ہے۔

یہ اُس سیلابی ندی کی طرح ہے جس کا رُکنا مشکل ہے۔ کیا کوئی اس گھڑی کے کانٹوں کو روک سکتا ہے یا اُن کو دھیما کر سکتا ہے؟ وقت فانی ہے۔ یہ مر جائے گا اور جب یہ مرے گا تو ساری دنیا اس کے ساتھ مر جائے گی۔ وقت دراصل اس دھرتی کی سانسیں ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ یہ جاری ہے۔ آپ کسی ایسے کی سانسیں کیسے روک سکتے ہیں، یا انہیں کیسے دھیمی کر سکتے ہیں، جو زندہ ہو۔ اور سانس لے رہا ہو؟

لیکن جب زندگی اپنے خاتمے کو پہنچے گی، تو پھر یہ سانسیں تیز ہو جاتی ہیں، تیز اور ذرا تنگ۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی بھی سانسوں میں اس تبدیلی کو دیکھ سکتا ہے، اور وہ سمجھ سکتے ہیں کہ خاتمہ قریب ہے۔ بالکل اسی طرح زمین کی سانسیں بھی تیز ہو چکی ہیں، تیز اور ذرا تنگ۔ یہی سبب ہے وقت کی رفتار میں تبدیلی کی۔ یہ وہ وقت ہے جس کی ڈوری ٹوٹ چکی ہے اور دانے کسی بھی لمحے بکھرنے والے ہیں۔ دجّال اور اس کے دوستوں نے تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں اور انہیں اب صرف اپنے آقا کے اشارے کا انتظار ہے، یعنی ابلیس مردود کا، کہ کب آخری جنگ کا آغاز کیا جائے۔

Marfat.com

یہ تیاریاں فقط ایک دو سال کا نتیجہ نہیں ہیں، یہ تو ہزاروں سال کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ رسمی تیاریاں تو دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہی شروع ہو چکی تھیں اور آپ سب کے بیسویں صدی میں داخل ہوتے ہی کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ شیطان اور اس کے ساتھیوں نے اپنے جال نہایت نفاسی اور مضبوطی سے پھیلا رکھے ہیں تاکہ نسلِ انسانی اس میں آسانی سے پھنس سکے۔ وہ اپنی اس کوشش میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں، اس کا اندازہ آپ کو فقط اپنے اردگرد نظر ڈالنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اگر آپ کو اپنے دشمن سے لڑنا ہے، تو آپ کے لئے یہ اچھی طرح جاننا ضروری ہے کہ وہ کون ہے، اس کی حکمتِ عملی کیا ہے اور اس کی طاقت کتنی ہے۔ اصل میں ابلیس ہی انسان کا سب سے بڑا اور واحد دشمن ہے۔ اگر کوئی اس دشمن کو شکست دے سکتا ہے تو درحقیقت اس نے پوری دنیا کی دشمنی کو ختم کر دیا ہے۔ لیکن یہ ابلیس کون ہے اور اُس کا طریقہ کار کیسا ہے، آپ میں سے اکثر اس بات سے بالکل نہ واقف ہیں۔ آیئے آج دیکھتے ہیں کہ ایک واقعہ تقریباً ۱۴۰۰ سال پہلے عربستان میں کس طرح پیش آیا تھا۔

یہ واقعہ حضرت معاذ ابنِ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے جنہوں نے اِسے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا: "ایک دن کسی صحابی کے گھر میں رسولِ اکرم ﷺ کے گرد ایک اجتماع ہوا۔ یہ خوشگوار محفل جاری تھی کہ باہر سے ایک بھدی سی آواز سنائی دی کہ: "اے اندر بیٹھے لوگو، کیا آپ مجھے اندر آنے کی اجازت دیں گے؟ مجھے آپ لوگوں سے کام ہے۔" (اس پر) سب نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا، جنہوں

Marfat.com

نے فرمایا: "کیا آپ لوگ اس آواز دینے والے کو پہچانتے ہیں؟" صحابہ نے جواب دیا: "اللہ اور اُس کے رسُول بہتر جانتے ہیں۔" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ شیطان مَردُود ہے۔" یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار نکال کر کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اُس کی گردن اُڑا دینے کی اجازت دیجئے"! رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں عمر! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم اُسے قتل نہیں کرسکتے؟ اُسے قیامت کے دن تک زندہ رہنے کی اجازت ہے۔" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دروازہ کھولیں اور اُسے اندر آنے دیں، کیونکہ وہ خود نہیں آیا ہے، بلکہ اللہ کے حکم سے آیا ہے۔ اس کی باتیں سنیں اور انہیں سمجھنے کی کوشش کریں۔"

انہوں نے دروازہ کھولا اور وہ ایک بوڑھے آدمی کی صُورت میں اُن کے سامنے آیا وہ بھینگا تھا اور اس کی داڑھی چھوٹی سی تھی۔ اس کا سر انتہائی بڑا اور آنکھیں بھینگیں جو پیشانی پر تھیں، اور اُس کے موٹے ہونٹ بھینسے کی طرح لٹک رہے تھے۔ اس نے رسُولِ کریم اور صحابہ کو سلام کیا، جس کے جواب میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "او ملعون، سلام تو اللہ کا ہوتا ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے سنا کہ تمہیں کچھ کام ہے، وہ کیا کام ہے؟" شیطان نے کہا: "مَیں یہاں آنا نہیں چاہتا تھا، مجھ پر زور دیا گیا ہے۔ ایک فرشتہ آپ کے رب کی طرف سے میرے پاس آیا اور کہا کہ: "اللہ نے تجھے عاجزی و انکساری کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا حکم دیا ہے۔ جاکر انہیں بتاؤ کہ تم انسانوں کو کسطرح گمراہ کرتے ہو۔ تم اُن کے تمام سوالوں کے جواب دینا۔ مگر سچائی سے، بغیر کسی ایک جھُوٹ کے، اور اگر تم نے جھُوٹ

Marfat.com

بولا، تو اللہ تمہیں راکھ بنا کر ہوا میں اُڑا دے گا اور تمہارے دشمن تم پر ہنسیں گے۔"

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان احکامات کے ساتھ آیا ہوں۔"

پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان سے پوچھا: "مجھے بتاؤ کہ مخلوقات میں سے تم کو زیادہ نفرت کس سے ہے؟" شیطان نے جواب دیا: "آپ سے، اے محمدؐ۔ تمام مخلوقات میں ایسا کوئی نہیں جس سے میں آپ سے زیادہ نفرت کروں۔ آپ کی طرح کوئی دوسرا نہیں ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی کہ شیطان خود ان کے اور تمام انبیاء کا بدترین دشمن ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "میرے علاوہ تم کس سے نفرت کرتے ہو؟" شیطان نے جواب دیا: "ان نوجوانوں سے جنہوں نے اللہ کی خاطر اپنی آسائشوں کو چھوڑا ہے، پھر صاحبانِ علم سے جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اور جو اُن تمام چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں جو مشکوک ہیں؛ اور ان سے جو پاک صاف رہتے ہیں، اتنا صاف کہ وہ جس چیز کو دھونا چاہیں تو اُسے تین (۳) بار دھوئیں، اُس کے بعد اُس غریب صابر سے جو نہ تو دوسروں سے اپنی ضرورت کی چیزیں طلب کرتا ہے اور نہ شکایت کرتا ہے۔ اُس کے بعد اُس شکر ادا کرنے والے امیر سے جو زکوٰۃ، خیرات شریعت کے مطابق دیتا ہے، اور شریعت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انبیاء کے بعد ۱۴، دشمنوں کے نام گنوائے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں: قرآنِ پاک کے پڑھنے والے جو اس پر عمل کرتے ہیں، وہ جو اذان دیتے ہیں، مطمئن غریب، وہ جو رحمدل ہے، وہ جو فراغ دل ہوں، وہ جو فجر کی نماز وقت پر پڑھتے ہیں، وہ جو حرام کھانے سے

Marfat.com

پرہیز کرتے ہیں، اور جو ناجائز تعلقات سے گریز کرتے ہیں، جو ہمیشہ باوضو رہتے ہیں، وہ جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، وہ جو غریبوں کی کفالت کرتے ہیں، اور وہ جو اللہ کی اطاعت میں رہتے ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تم پر کیا گزرتی ہے، اے مردود! جب میری اُمّت کے لوگ اپنی نمازیں پڑھتے ہیں؟" شیطان نے جواب دیا: "میں اس طرح لرزتا اور تڑپتا ہوں جیسے مجھے ملیریا ہو گیا ہو کیونکہ ہر بار جب وہ سجدے میں جاتے ہیں، میں ان کو رحمتوں میں بلند ہوتے دیکھتا ہوں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اے لعنتی! تم پر اُس وقت کیا گزرتی ہے جب میرے لوگ روزہ رکھتے ہیں؟" شیطان نے جواب دیا: "میرے اُس وقت تک ہاتھ پاؤں بندھے رہتے ہیں جب تک کہ وہ روزہ نہ کھولیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: "تم پر کیا گزرتی ہے جب وہ حج کے موقع پر حرم شریف میں جمع ہوتے ہیں؟" شیطان نے جواب دیا: "میرے ہوش اُڑ جاتے ہیں اور میں پاگل ہو جاتا ہوں۔

پھر حضور نے پوچھا: "تم پر اُس وقت کیا گزرتی ہے جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں؟" اس نے جواب دیا کہ: "میں پگھل جاتا ہوں جس طرح سیسہ آگ میں پگھلتا ہے۔" "اور جب وہ خیرات دیتے ہیں؟" تو جواب دیا کہ: "میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہوں جیسے سخی نے ایک آرا اُٹھایا اور مجھے چار ٹکڑوں میں کاٹ دیا کیونکہ دینے والے کو سخاوت کے بدلے چار نعمتیں دی جاتی ہیں: کثرت کی نعمت، اللہ کی مخلوق کی طرف سے محبت اور عزت کی نعمت، دوزخ کی آگ سے بچاؤ کی ایک

Marfat.com

ڈھال اور غم اور مصائب سے نجات کی نعمت۔"

شیطان مردود کی یہ باتیں سن کر نبی پاک ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا:
"سبحان اللہ کہ اُس نے میری اُمت کو ایسی رحمت سے نوازا اور تجھے اُس مقرر وقت تک ذلت میں مبتلا کیا ہوا ہے۔" جب شیطان نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سُنا، تو شیطان نے کہا: "افسوس ہے آپ پر۔ آپ کے لوگوں پر، کونسی رحمت؟ جب تک میں زندہ ہوں آپ کیسے سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے کوئی رحمت ہو سکتی ہے؟ میں اُن کی ایک ایک نس میں ایسے داخل ہوتا ہوں کہ مجھے دیکھنے اور محسوس کرنے کو تو چھوڑ دیئے، میری موجودگی کا انہیں گمان تک نہیں ہوتا ہے۔ مجھے قسم ہے اُس خدا کی جس نے مجھے قیامت تک کی مہلت دی ہوئی ہے، کہ میں اُن سب کو گمراہ کروں گا۔ یعنی سب عقل والوں کو بھی اور سیدھے سادھے لوگوں کو بھی، پڑھے لکھوں کو بھی اور ان پڑھوں کو بھی، زاہدوں کو بھی اور گناہ گاروں کو بھی۔ کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا سوائے اللہ کے سچے بندوں کے۔"

(اس پر) رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "تمہارے خیال میں اللہ کے سچے بندے کون ہیں؟" شیطان نے جواب دیا کہ: "اے محمد ﷺ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو دولت اور جائیداد سے محبت کرتا ہے، اللہ اُس کو اپنے سچے بندوں میں شمار نہیں کرتا۔ جب بھی میں کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہوں جو "میرا" یا "میں" نہیں کہتا، یا جو پیسے اور چاپلوسی سے محبت نہیں کرتا، تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ اللہ کا سچا بندہ ہے اور میں اس سے دور بھاگتا ہوں۔ جب تک کوئی دولت، جائیداد اور خوشامد سے محبت کریگا وہ میری اطاعت کرے گا، وہ میرا بندہ ہے۔ مجھے بہت سارے بندوں کی ضرورت

Marfat.com

ہے اور میرے پاس بہت سارے بندے ہیں۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) بچے ہیں، جن میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ کئی تو کم عمر اور بوڑھی عورتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اور کئی مذہبی عالموں اور واعظوں کے ساتھ ہیں۔ میرے شیطان کسی زاہد کے تصور کو ایک بلندی سے دوسری بلندی تک لے جاتے ہیں۔ اس سے تکبر کرنے والوں کے ایثار کے جذبے سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے۔ جلد ہی وہ ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں اور انہیں پتا ہی نہیں لگتا کہ انہیں کیا ہو رہا ہے پھر میں ان سے سرگوشی کرتا ہوں کہ "نہ مانو" اور جب وہ نہیں مانیں گے تو میں کہوں گا کہ: "میں تم سے آزاد ہوں۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو جہانوں کا رب ہے۔"

پھر شیطان مردود نے بتایا کہ اس نے انسانی عادتوں سے کس طرح فائدہ اُٹھایا۔ اس نے کہا: "کیا آپ کو معلوم ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جھوٹ مجھ سے شروع ہُوا۔ اور میں پہلا جھوٹا ہوں؟ (اس لئے جو بھی جھوٹ بولتا ہے وہ میرا بہترین دوست ہے اور جو اپنے جھوٹ کی سچائی پر قسم کھاتا ہے، وہ میرا محبوب ہے۔ مجھے سچ کو رد کرنا اور سرگوشی پسند ہیں۔ یہ میرے مزیدار پھل ہیں۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو اپنے ان دوستوں کے بارے میں بتاؤں جو اپنی نماز ترک کرتے ہیں یا اس میں تاخیر کرتے ہیں۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو میں اُن کو یاد کراتا ہوں کہ ابھی وقت ہے، کہ وہ مصروف ہیں، کہ وہ بعد میں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، مجھے اُمید ہے کہ وہ اگلی نماز سے پہلے مر جائیں گے، اور ان میں کچھ مر بھی جاتے ہیں۔ اگر وہ

Marfat.com

تاخیر سے نماز پڑھ بھی لیں، تو اُن کے جذبہ ایثار کو ان کے منہ پر مارا جائیگا۔ اگر میں اس میں ناکام ہوتا ہوں تو پھر میں ایسے لوگوں کے پاس کسی انسانی شیطان کو بھیج دیتا ہوں جو انہیں عبادت سے روکے گا۔ اگر میں اس میں بھی ناکام رہتا ہوں تو پھر ان کی عبادت میں داخل ہو جاتا ہوں۔ میں ان سے کہتا ہوں، "دائیں جانب دیکھو، بائیں جانب دیکھو۔ ماضی کے بارے میں سوچو، مستقبل کی منصوبہ بندی کرو۔" اور جب وہ ایسا کرتے ہیں تو میں انکے گال پر تھپتھپاتا ہوں، ان کی پیشانی کے بوسے لیتا ہوں، اور اُن کے دلوں کا چین لے لیتا ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان لوگوں کی نمازیں ان کے مُنہ پر دے ماری جائیں گی جن کی توجہ نماز سے باہر ہے، یا جو دورانِ نماز دوسری چیزیں سوچتے رہتے ہیں۔

"اے محمدؐ، آپ اپنے لوگوں کی فلاح اور نجات کی توقع کس طرح کرسکتے ہیں؟ میں نے ہر کونے میں اُن کے لئے ایک جال بچھا رکھا ہے۔ میں غریب کے پاس جاکر کہتا ہوں کہ: دیکھ، اللہ نے تمہارے لئے کیا کیا ہے؟ تو تم اُسکی عبادت کیوں کرتے ہو؟ عبادتیں تو ان لوگوں کے لئے ہیں جن کو اُس نے کثرت سے نوازا ہے۔ پھر میں بیمار کے پاس جاکر کہتا ہوں کہ عبادت کرنا چھوڑ دے کیونکہ اللہ نے کہا ہے کہ: "بیمار پر کوئی الزام نہیں۔ (سورۃ النور: ٦١) مجھے اُمید ہے کہ وہ ترکِ نماز ہو کر مریں گے اور وہاں اللہ کا جلال اُن کا منتظر ہوگا۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اے مردود، تم کس کے ساتھ اپنا وقت گزارنا پسند کرتے ہو؟" جواب میں اُس نے کہا: "سود خور کے ساتھ" اور "تمہارا بہترین دوست کون ہے؟" تو جواب یہ تھا کہ: "زانی"۔ اس سے جب پھر پوچھا گیا کہ:

Marfat.com

"تم کس کے ساتھ سونا پسند کرتے ہو؟" تو اُس نے جواب دیا کہ: "شرابی کے ساتھ۔"
پھر اُس سے پوچھا گیا کہ: "تمہارے مہمان کون ہیں؟" اُس نے جواب دیا: "چور ہیں۔"
پھر پوچھا کہ: "تمہارے نمائندے کون ہیں؟" جواب دیا کہ: "جادوگر اور قسمت کا حال بتانے والے۔" پوچھا کہ: "تمہیں سب سے زیادہ خوشی کس بات پر ہوتی ہے؟" تو جواب ملا: "طلاق سے"۔ پوچھا کہ تمہیں کس سے زیادہ محبت ہے؟" جواب دیا کہ: "وہ جو جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے، اور وہ جو ظالم ہیں، جابر ہیں، اور وہ غلامانہ ذہنیت والے عالم جو ظالموں کو خوش کرنے کے لئے حق کو چھپاتے ہیں، بے ایمان تاجر جو جعلسازی کرتے ہیں، وہ جو دوسروں کو بدنام کرتے ہیں اور جو دوستوں میں نفاق پیدا کرتے ہیں۔"

اس نے مزید کہا: "میں نے اللہ سے ایک مکان طلب کیا، تو اُس نے مجھے عوامی حمام عطا کئے۔ میں نے اللہ سے ایک عبادت گاہ مانگی تو اُس نے مجھے بازار دے دیئے۔ میں نے اللہ سے ایک کتاب مانگی، تو اُس نے مجھے شاعری کی کتاب دی۔ میں نے اللہ سے ایک مؤذن کی درخواست کی، تو اُس نے مجھے رقص والی سنگیت عطا کی۔ میں نے اللہ سے مددگاروں کی طلب کی، اور اُس نے مجھے وہ لوگ عطا کئے جو آزادیٔ خیال کے علمبردار ہیں۔ میں نے اللہ سے بھائی بہن مانگے اور اُس نے مجھے فضول خرچ کرنے والے عطا کئے جو اپنا پیسہ بُرائی پر خرچ کرتے ہیں۔"

پھر شیطان نے شکایت کرنی شروع کی اور کہنے لگا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان سب چیزوں کے باوجود مجھ میں اتنی قوت نہیں کہ میں مومن سے اُس کا ایمان چھین

Marfat.com

سکون۔ میں تو صرف اس وقت اُنکا ایمان لے لیتا ہوں جب وہ اُسے خود پھینک دیتے ہیں۔ اگر میں اس قابل ہوتا تو روئے زمین پر ایسا کوئی شخص باقی نہیں رہتا جو کہتا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ میں تو بس اتنا کر سکتا ہوں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو خیالات، تصورات اور بدگمانیاں دیتا ہوں، بدصورت چیزوں کو انکی نظروں میں خوبصورت کرتا ہوں، غلط کو صحیح اور بُرے کو اچھا کر کے پیش کرتا ہوں۔ اور آپ کے پاس ایمان عطا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ آپ تو فقط حق کا ثبوت ہیں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر آپ کو سچے ایمان دینے کی طاقت عطا کی جاتی تو روئے زمین پر ایک بھی بغیر ایمان کے نہیں رہتا۔"

پھر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے تمام تلخیوں کے باپ، کیا یہ ممکن ہے کہ تم توبہ کرو اور اپنے رب سے رجُوع کرو؟ میرا وعدہ ہے کہ میں تمہاری شفاعت کروں گا۔" مردُود نے جواب دیا: "اے اللہ کے رسول، یہ اللہ کا انصاف ہے جس سیاہی سے یہ فیصلہ لکھا گیا تھا، وہ سُوکھ چکی ہے۔ اب جو ہونا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ وہ جس نے آپ کو تمام انبیاء کا سردار بنایا ہے، جنت کے تمام باسیوں کا ترجمان بنایا ہے، وہ جس نے آپکو اپنی جملہ مخلوقات میں سے اپنا محبوب چُنا، اُس نے مجھے تمام گناہگاروں کا سردار بنایا اور دوزخ والوں کا ترجمان، وہی ہے اللہ تمام عیبوں سے پاک۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ میں نے ابھی جو آپ کو بتایا ہے، یہ میری آپ سے آخری باتیں ہیں، اور یہ سچ کے سوا کچھ نہیں ہیں۔"

جیسے کہ پہلے کہا گیا، وقت وہ جلتی ہوئی شمع ہے جو بجھنے کے قریب ہے۔

Marfat.com

آپکا دشمن اس سے بہت پریشان ہے، بلکہ حقیقتاً اپنے غصے اور خوف میں پاگل ہوگیا ہے۔ وہ طیش میں اس لئے ہے کہ جو اللہ کی نسبت والے تھے، ان پر اس کا اثر نہیں پڑا۔ اسکو ڈر ہے کہ امام مہدی کا نزول کم و بیش اُس کے سر پہ آن پہنچا ہے، جس کے معنی اس کی کامیابیوں کا خاتمہ اور اس کی اپنی تباہی ہیں۔

اے اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میں سے ہر ایک کے لئے کشتیِ نورِ نبی میں ایک نشست مخصوص ہے۔ اپنے دشمن کو پہچانئے، اور اللہ سے اس کے خلاف پناہ مانگیں۔ اپنے مرشدین کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کشتی کی طرف بڑھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ سب اللہ کی قربت والے ہیں۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۷ جُون ۲۰۱۲ء (۲۳۰)
۲۷ رجب ۱۴۳۳ھ

شبِ معراج

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کے عظیم نور سے یہ جہاں اور دوسرا جہاں روشن ہیں، اور جس کے فضل اور لامحدود طاقت کے ذریعے اِس کائنات کی ظاہری اور پوشیدہ صُورت گری ہوئی ہے۔ اُس کو تو فقط "کن" کہنا تھا اور سب کچھ وجود میں آگیا۔

درود و سلام اُس اوّلین رُوح پر جو اللہ کے نور سے پیدا کی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت بھی اپنے رب کے ساتھ تھے جب آپ اپنے نوری وجود میں ابھی نہیں آئے تھے، یعنی اَزل سے، اور اَبد تک اُس کے ساتھ رہیں گے۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپکے پیاروں کے لئے۔ سلامتی اُن سب کے لئے جن کے دل اِس رات کے حُسن سے مُنوّر ہیں۔

اللہ کا سلامِ عشق صحابہؓ ذی وقار پر، اللہ کا سلامِ محبّت صحابہؓ حُسن وجمال پر، اللہ کا سلامِ شوق سیدالجنّ والانس و ملاکوت پر، اور سلامِ رَبّی ہو محبوبِ عظیم، محبُوبِ جان پر۔

جب اللہ اور اُس کے ملائک، اللہ کے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود و سلام

Marfat.com

بھیجتے ہیں، تو پھر ہر ایک مخلوق جس کی نسبت اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی کیوں نہ کرلے؟
تو پھر کہیئے :

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

کون بھلا ان خوبصورت الفاظ کے معنی کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے؟ اُس خوبصورت دل کے مقام کو، کون جان سکتا ہے جو رونقِ ارض و سمار ہے؟ اُن مبارک قدموں کی خاک کے قریب کون پہنچ سکتا ہے جو کہکشاؤں پر چلے، اور جنہوں نے ، آسمانوں کی سیاحت کی؛ لیکن ان نوری قدموں کا مقام یہ ، آسمان نہیں تھے، انہوں نے تو عرشِ عظیم کی سطح کو بھی مَس کیا؛ لیکن عرش بھی ان پاکیزہ قدموں کا مقام نہیں تھا۔ اِن مقدس قدموں کی نسبت کسی جگہ یا مکان سے نہیں تھی، اُن کی نسبت تو لامکاں سے تھی، اور یہی وہ مقام تھا جہاں وہ معراج کی اس خوبصورت رات کو گئے تھے۔

اس وقت سے جب وقت (زمان) نے اپنی پہلی سانسیں لیں، جب جنت کو بنایا گیا، جب آسمانوں کو بچھایا گیا اور ستاروں کو کائناتوں میں پھیلا دیا گیا تھا، تو ایک ایک دن اور ایک ایک لمحہ گنا گیا تھا۔ ہر ایک کو انتظار کرنے کو کہا گیا تھا، اور سب منتظر تھے۔ کبھی یہ انتظار صبر کے ساتھ تھا اور کبھی ذوق کے ساتھ، کبھی یہ خاموشی کے ساتھ تھا اور کبھی یہ انتہائی بے قراری کے ساتھ تھا۔

حوروں کی سیاہ آنکھیں اور محترم ملاکوتی نگاہیں آسمان کی کھڑکیوں سے جھانکا کرتی تھیں تاکہ اُس معزز ہستی کی ایک جھلک دیکھ سکیں جن کے لئے انہیں انتظار کرایا

Marfat.com

جارہا تھا دِن راتوں میں، اور راتیں دِنوں میں بدلتی گئیں۔ پھر رفتہ رفتہ وہ دِن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں اور سال صدیوں میں بدلتے رہے۔

پھر ایک دن ایک نہایت ہی محترم شخص نے خواب دیکھا۔ ایک خواب جو دراصل ایک حقیقت تھا اُس بزرگ نے اپنے خواب میں ایک درخت کو دیکھا جو چند لمحوں میں بڑھ کر اتنا اونچا ہوا کہ اُس کی شاخیں آسمان کو چھونے لگیں اور اُس کا پھیلاؤ مشرق سے مغرب تک ہو گیا۔ اس سے ایسی نوری شعاعیں پھوٹ رہی تھیں کہ جن سے سورج بھی ماند پڑ گیا۔ تمام عرب اور عجم اس درخت کے آگے سجدہ ریز تھے لمحہ بہ لمحہ اُس کی روشنی بڑھتی جارہی تھی۔ اُن لوگوں میں جو اُس وقت وہاں موجود تھے، اُن میں قبیلہء قریش بھی تھا۔

ایک گروہ درخت کی شاخوں سے لپٹ گیا، جبکہ دوسرا گروہ اردگرد جمع ہو گیا اور اُس خوبصورت درخت کو کاٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ کچھ ہی دیر بعد ایک جوان آدمی نمودار ہوا جنہوں نے دشمنوں سے لڑنا شروع کیا اور انہیں بھگا دیا۔ پھر وہ شخص جو یہ خواب دیکھ رہا تھا، اُس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اُس درخت کے پھل حاصل کرے، لیکن نوجوان نے اُسے روک لیا اور کہا کہ: "اِن پھلوں میں آپ کا کوئی حصہ نہیں ہے، یہ صرف اُن لوگوں کے لئے ہیں جو اس کی شاخوں سے لٹک رہے ہیں۔ پھر اُس کے بعد وہ خواب ختم ہوا۔

اور چند ہی برسوں میں دنیا نے اُس خواب کی تعبیر دیکھ لی جس کو عبدالمطلب نے دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ نوجوان جو دشمنوں سے لڑ رہے تھے، وہ دراصل مکہ کے سردار کے یتیم پوتے تھے، اور پھر جب انہوں نے (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلاتے سُنا، تو

Marfat.com

اُن کو معلوم ہو گیا کہ شاخوں سے لٹکنے والے لوگ کون تھے اور اُس درخت کا مطلب کیا تھا۔ پھر تھوڑے ہی عرصے میں کل کے دوست اس معصوم نوجوان کے دشمن بن گئے۔ وہ جو اُن کو (کل تک) صادق اور امین کہتے تھے، وہ انہیں مختلف ناموں سے پکارنے لگے اور ان پر ہنسنے لگے۔

دنیا روز بروز اُن پر تنگ ہوتی گئی جو اللہ کے رسول اور اُس کے محبوب تھے۔ دوستوں نے ساتھ چھوڑ دیا، اور عزیز کھسکنے لگے۔ کچھ دن تو اتنے بُرے ہوتے، کہ جب یہ پاکباز گھر لوٹتے تو مٹی اور غلاظت سے اَٹے ہوئے ہوتے اور نوری جسم پر جگہ جگہ زخم ہوتے۔ اور پھر چند ہی سالوں میں اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل کو ایک اور صدمہ پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیاری زوجہ جنہوں نے اِن مشکل سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، اور وہ شفیق چچا جو کفّار کے آگے آپ کیلئے ایک ڈھال تھے، اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ دِل جو قریش کے خراب رویئے سے پہلے ہی دُکھی تھا، اِس گہرے صدمے سے اور بھی بھاری ہو گیا۔ اور یہ صدمہ طائف کے لوگوں کے ظالمانہ رویّے سے اور بھی گہرا ہو گیا۔ یہ نازک دِل کئی بار ٹوٹا، لیکن رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم و حوصلہ ایک لمحے کے لئے بھی متزلزل نہیں ہُوا۔ اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن جاری رہا اور آسمانوں میں رہنے والوں کی دُعاؤں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہاں نیچے کیا ہو رہا ہے۔ اور پھر ایک دِن وہ انتظار ختم ہو گیا۔

ان سے کہا گیا کہ وہ تیار ہو جائیں۔ کاش، آپ اُس وقت کی تیاریوں کی زبردست ہلچل کو دیکھ سکتے۔ جنّت کو دلہن کی طرح سجایا گیا، جبکہ آسمان کے راستوں میں

Marfat.com

کہکشائیں بچھائی گئیں تھیں۔ تمام ملائک انتہائی احترام سے کھڑے تھے اور حُوریں بہترین لباس پہنی ہوئی تھیں۔ ہر طرف اشتیاق تھا، خوشی تھی، ہر طرف حسن تھا اور ہر سُو ذوق و شوق تھا۔ تمام نگاہیں جُھکی ہوئی تھیں، لیکن دِل اُس منظر کو دیکھنے کے لئے بیتاب تھے، عرشی دولہے کا اُس مقام پر آمد کا منظر جو اُن کا حق تھا۔

ے کِس کے آنے کی فلک پر ہے خبر، آج کی رات
آنکھ سورج سے مِلاتا ہے قمر، آج کی رات
شبِ معراج ہے محبُوب کی، خوش ہوں مومن
ساری اُمت پہ ہے رحمت کی نظر، آج کی رات

یہ ۲۷ رجب کی رات تھی، وہ طویل اِنتظار جو صدیوں سے جاری تھا، اُس رات ختم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس رات کفّار کے دِن بھر کی بے ادبیوں کو برداشت کرنے کے بعد اُمِّ ہانی کے گھر سو رہے تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب اللہ جلّ شانہٗ نے جبرائیل علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "میرے محبوب کے پاس جاؤ اور انہیں آرام سے جگاؤ۔ اُن سے کہو کہ: "محبّت کو محبت بُلا رہی ہے۔ اُس جگہ آجائیں جہاں محبّت کا منظر ہے، اور جہاں کی زبان محبّت ہے، اُس کے پاس آئیے جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا۔" انہیں بتائیے کہ آج کی رات انہیں اُن کا عظیم مقدر اور اُس مقامِ قرب کو دیکھانا مقصود ہے جو بلندی کے باقی تمام مقامات سے افضل ہے۔ انہیں اپنے ساتھ آنے کی دعوت دیں۔"

ھ قوسین فقط قرب کی حُجّت ہے وگرنہ
بے فاصلہ تھی قرب کی منزل شبِ معراج

Marfat.com

شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "جبرائیل علیہ السلام سے پیغام ملنے پر میں نے زم زم کے پانی سے وضو کیا۔ پھر میں نے کعبہ شریف کا طواف کیا اور مقامِ ابراہیم پر دو رکعت ادا کئے۔ پھر جبرائیلؑ نے میرا سینہ چاک کیا اور دو بڑے پیالے علم اور حکمت سے بھر لائے۔ میکائیل علیہ السلام تین تسلے زم زم سے بھر لائے، جن سے میرے سینے کو دھویا گیا۔ پھر انہوں نے میرا سینہ کھولا اور اس میں سے جمے ہوئے خون کا ایک کالا لوتھڑا یہ کہتے ہوئے نکالا کہ: "اس جمے ہوئے خون کے باعث لوگ حیرت ناک منظر دیکھتے وقت ڈرتے ہیں۔ میں نے یہ آپ کے جسم سے نکال دیا ہے کیونکہ آپ آج کی رات آسمانوں کا نظارہ کریں گے، اور سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھیں گے، عرشِ الٰہی، بارگاہِ الٰہی اور دوسری کئی عجیب ترین چیزوں کو دیکھیں گے۔

پھر جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: "اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہ براق جنت سے آپ کے لئے لایا ہوں۔" میں نے مڑ کر جب دیکھا تو براق اتنا چمکدار تھا کہ جتنا سورج، اور اتنا تیز کہ جیسے بجلی کی چمک ہو اور جیسے ہی اُس نے اپنا پہلا قدم اٹھایا تو وہ حدِ نظر کو پار کر چکا تھا۔ اس کے دونوں شانوں پہ پر بھی تھے جنہیں وہ ہواؤں سے گزرتے وقت استعمال کرتا تھا۔ اُس رات براق کے قدم زمین سے مس نہیں ہوئے اور ہم مکہ سے مسجدِ اقصیٰ پہنچے۔ کچھ وقت کے بعد ہم ایک جگہ پہنچے جہاں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ نیچے اُتر کر عبادت کریں۔ میں نے یہ ہی کیا۔ جب میں نے عبادت پوری کی تو جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ یہ جگہ طیبہ ہے جہاں بہت جلد ہی میں ہجرت کر کے پہنچوں گا۔"

Marfat.com

اسی طرح یہ نوری قافلہ مدائن میں رُکا، وہ جگہ جہاں موسیٰ علیہ السلام فرعون سے بھاگ کر پہنچے تھے۔ پھر وہ طور سینا پر بھی رُکے اور نماز پڑھی۔ اُس کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں لوگ زمین کو کاشت کر رہے تھے۔ ابھی انہوں نے ایک بیج بویا ہی تھا کہ اُس نے ۷۰۰ گُنا اناج دیا۔ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، تو انہیں بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر وہ لوگوں کے ایک اور گروہ کے پاس پہنچے جن کے سر ملائکہ پتھروں سے کچل رہے تھے، لیکن وہ پھر صحیح ہوتے تاکہ انہیں پھر کچلا جا سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: "یہ کون لوگ ہیں؟" جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ: "یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نماز پڑھنے کے عمل کو چھوڑ دیا یا وہ جو غفلت سے نماز پڑھتے تھے جس میں وہ رکوع یا سجدے سے اُٹھتے ہوئے پوری طرح سیدھا ہونے کی تکلیف گوارہ نہیں کرتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کے کئی عبرت انگیز مناظر بیان فرمائے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا جو بھوکے اور ننگے تھے۔ فرشتے انہیں آگ کی گھاس اس طرح کھلا رہے تھے جس طرح جانوروں کو چراگاہوں کی طرف ہانکا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور غرباء اور مساکین پر رحم نہیں کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جن کے سامنے مَن پسند کھانے دسترخوان پر سجے ہوئے تھے اور دوسری طرف زبردست تعفن والا سڑا ہوا گوشت رکھا تھا۔ وہ لوگ نہایت مزیدار کھانے کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے بھی نہ تھے اور سڑا ہوا گوشت کھاتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حلال اور جائز رشتوں کی موجودگی کے باوجود حرام اور ناجائز رشتوں میں ملوث ہوتے تھے۔

Marfat.com

پھر کچھ لوگ ایسے نظر آئے جو لکڑی کے تنے جمع کر رہے تھے۔ جب انہیں اٹھانے کی کوشش کرتے تو وہ اُٹھائے نہیں جا سکتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ تنوں کے ڈھیر لگائے جا رہے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں دنیا سے محبت تھی اور جو اپنی دولت میں مزید اضافے کے عمل میں مسلسل مصروف رہتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑا پتھر دیکھا جس میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ اُس سوراخ میں سے ایک سانپ نکلا جس نے بڑا ہونا شروع کیا، پھر وہ مڑا اور اس چھوٹے سے سوراخ میں دوبارہ داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن زیادہ بڑا ہونے کے باعث ایسا نہ کر سکا۔ اور پھر اُس پتھر کے گرد پریشان ہو کر چکر لگانے لگا۔ اس پتھر کو قوم کے جسم کی علامت اور چھوٹے سے سوراخ کو منہ کی علامت کے طور دیکھا یا گیا۔ اور جہاں تک سانپ کا تعلق ہے تو وہ جھوٹ، افواہ اور تہمتوں کی علامت ہے۔

ایک بار جو یہ چیزیں منہ سے نکلتی ہیں، پھر ان کو دوبارہ نگلنا نہ ممکن ہے۔ اور انہیں ان کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اسی طرح کے اور بھی مناظر تھے جو بری چیزوں اور برے اعمال کے انجام کی علامت تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وحشت ناک آواز سُنی اور پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ "دوزخ کے کنارے سے ایک پتھر اُکھڑ کر اُس کے گڑھے میں گرا ہے۔ اس کو گرتے ہوئے ۳۰۰۰ سال ہو چکے ہیں اور یہ ابھی نیچے جا پہنچا ہے۔ یہ نیچے گرنے کی آواز تھی جو آپ نے سُنی۔"

پھر یہ نورانی قافلہ ایک اور وادی میں پہنچا جس سے زبردست تعفن اور خوفناک آوازیں آ رہی تھیں۔ وہاں دوزخ کا زبردست تعفن تھا جو زنجیروں، بیلیوں، سانپوں،

Marfat.com

بچھوؤں، زقوم کے درخت، اُبلتے پانی، پیپ کی دیگ تھے، اور یہ ان لوگوں کیلئے تھے جو اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے تھے، اللہ پہ ایمان نہیں رکھتے، اُس کے انبیاء کو نہیں مانتے اور اُن سب کے لئے جو بُرے اور بدمعاش لوگ تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اور ان کے نوری ہمراہ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں لطیف ہوائیں خوشبوؤں سے معطّر تھیں: یہ جنت تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو جنت کی تمام نعمتوں اور لذّتوں کا مشاہدہ کرایا گیا جن میں عُمدہ ریشم اور کمخواب کے لباس، موتی، سونا چاندی، امبر، دودھ، شہد اور شراب کی نہریں بھی دکھائی گئیں۔ اِن ہی دلنواز نظاروں سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے جہاں فرشتے زمین پر اُتر رہے تھے۔ رسولِ پاک ﷺ اُن کے قریب سے گزر کر مسجدِ اقصیٰ کے دروازوں پر آپہنچے۔ آپ ﷺ براق سے اُترے اور تمام انبیاء اور رسُولوں سے ملے جنھوں نے آپ کا خیر مقدم کیا اور آپ کے ہمراہ مسجد میں داخل ہو گئے۔ وہاں سیّد المرسلین ﷺ سب سے آگے بڑھے اور اپنی امامت میں دو رکعت نماز پڑھائی اس کے بعد تمام انبیاء نے اپنا تعارف کرایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

اُس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کو باہر لے آئے۔ یہاں سے رسولِ پاک ﷺ نے اپنے آسمانوں کے سفر کا آغاز کیا۔ جب یہ پہلے آسمان پر پہنچے اور جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا، تو کسی نے اندر سے پوچھا: "کون ہے؟" اُنھوں نے جواب دیا: "جبرائیل (علیہ السلام)"، "اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟" کہا "محمد ﷺ" "کیا اِن کو طلب فرمایا ہے؟" "جی ہاں، اِن کو بلایا گیا ہے"۔ چنانچہ

Marfat.com

دروازہ کھول دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو حضرتِ آدم علیہ السلام کے ساتھ پایا جنھوں نے آپکا اِستقبال کیا اور نیک تمنّائیں پیش کیں۔

پھر وہ دوسرے آسمان پر پہنچے جہاں اُن کی ملاقات عیسٰی ابنِ مریم علیہ السلام اور یونس بن زکریا علیہ السلام سے ہوئی۔ تیسرے آسمان پر ان کی ملاقات یوسف علیہ السلام اور چوتھے آسمان پر ان کی ملاقات ادریس علیہ السلام سے ہوئی۔ اور جب پانچویں آسمان کا دروازہ کھلا تو وہاں اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، لُوط علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے اُن کا استقبال کیا۔ اور ساتویں آسمان پر انکی ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی جو بیت الحیات سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔ روزانہ ستر ہزار (۷۰,۰۰۰) فرشتے اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اور پھر اس سے لوٹتے نہیں۔

اپنے پاکیزہ ساتھی کے ہمراہ اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی جا پہنچے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسے سدرۃ المنتہی کہتے ہیں کیونکہ یہ تمام معلوم چیزوں کا خاتمہ ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ اس سے آگے کیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا ہے کہ: "یہ ایک درخت ہے سونے کا بنا ہُوا، اِس کی کچھ شاخیں زُمرد اور کچھ یاقوت کی بنی ہوئی ہیں۔ اس درخت کی لمبائی اس کی جڑوں سے لے کر سر تک ۱۵۰ سال کی مسافت جتنی ہے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے ہیں، اور پورا درخت روشنی میں گھرا ہوا ہے۔ اس درخت کے سائے میں چار نہریں بہتی ہیں، دو ظاہری اور دو پوشیدہ۔ دو پوشیدہ نہریں باغِ جنّت میں بہتی ہیں۔ جبکہ دو ظاہر والی نیچے زمین کی طرف بہتی ہیں)۔ ان میں سے ایک فرات اور دوسری دریائے نیل ہے۔

Marfat.com

پھر تین پیالے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لا کر پیش کئے گئے ؛ ایک میں شراب، ایک میں شہد اور تیسرے میں دُودھ بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ بھرا پیالہ چُن لیا۔ (اس پر) جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ : "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے قدرتی مزاج کے مطابق چُناؤ کیا اور آپ کی قوم مذہبِ اسلام میں مضبوطی سے قائم رہے گی۔ اگر آپ شراب چن لیتے تو آپ کی قوم باغی اور اَڑیل ہو جاتی۔"

اِسی طرح رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر کئی عجائب سے گُزرے اور اللہ کے کئی برگزیدہ بندوں سے ملے جیسے کہ وہ ملائکہ جو اپنی تسبیح و تحلیل میں مگن تھے۔ آخر کار وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا : "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہر فرشتے کا اپنا ایک مقام ہے جس سے آگے وہ نہیں جا سکتا۔ میں اگر یہاں سے ایک انگلی برابر بھی آگے بڑھوں تو اللہ کا غضب مجھے جلا ڈالے گا۔ میری آخری حد "سِدرۃ المنتہیٰ" ہے۔

تو اُس مقام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پردے میں داخل ہوئے ، یعنی سنہرے پردے میں، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) پردے گزر گئے ، جن میں سے ہر ایک مختلف جواہر سے بنا ہوا تھا۔ ہر پردے کا درمیانی فاصلہ پانچسو (۵۰۰) برس کی مسافت کے برابر تھا اور ہر ایک پردے کی موٹائی بھی ۵۰۰ برس کی مسافت کے برابر تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مقام میں پہنچے جہاں کوئی آواز نہیں تھی، نہ تو ملائک کی آوازیں اور نہ ہی کسی دوسری چیز کی۔

اِس کیفیت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم دِل پر دہشت طاری کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ : "جب میں تختِ الٰہی کے قریب پہنچا تو میری خواہش

Marfat.com

ہوئی کہ اپنے نعلین اُتارلوں، لیکن ایک آواز نے مجھ سے کہا : " اے میرے حبیب' اپنے نعلین نہ اُتاریں تاکہ آپ کے نعلین کے تلووں کی خاک سے میرے تخت کی عزت افزائی ہو۔" پھر میں نے عرض کیا : "جب آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طُور پر بلایا تو آپ نے انہیں جوتے اُتارنے کا حکم دیا تھا۔" پھر وہی قُدسی آواز آئی کہ : "میری نظر میں آپ اُن سے زیادہ محبوب و محترم ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام تو میرے کلام تھے، جبکہ آپ میرے محبوب ہیں۔ یعنی حبیب اللہ۔ آگے دیکھیئے کہ آپ کو کیا دِکھائی دیتا ہے۔" میں نے آگے دیکھا تو مجھے ایک عظیم سمندر دِکھائی دیا۔ اِتنا عظیم کہ اُس کی نہ کوئی حد تھی اور نہ کوئی کنارہ نظر آیا۔ اُس کے قریب ایک درخت تھا اور اُس درخت پر ایک پرندہ بیٹھا تھا جس کا قد فاختہ جتنا تھا۔ اُس پرندے کی چونچ میں سوکھی مٹی کا چھوٹا ٹکڑا تھا جو دال برابر تھا۔

"کیا آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے ؟" میں نے عرض کیا "میرا ربّ بہتر جانتا ہے۔" اور اللہ نے فرمایا : "آپ اپنی قوم کے گناہوں کی بخشش کے لئے مجھ سے ہر وقت دُعا کرتے ہیں۔ یہ سمندر دریائے رحمت کی طرح ہے۔ اور یہ درخت دنیا کی علامت ہے۔ فاختہ جیسا پرندہ آپ کی قوم کی علامت ہے اور سوکھی مٹی کا ٹکڑا ان کے گناہوں جتنا ہے۔ اب آپ نے اپنی اُمت کے گناہ کی مقدار اور میری رحمت کی وسعت دیکھ لی ہے' اس لئے اطمینان رکھیئے۔"

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ : "پھر اُس جلوے نے ارادہ فرمایا' وہ آسمان کے سب سے بلند کنارے پر تھے۔ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اُتر آیا تو اُس جلوے اور اُس محبوب کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا، بلکہ اُس سے بھی کم، اب وحی فرمائی

Marfat.com

اپنے بندے پر جو وحی فرمائی۔ دِل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ تو کیا تم اس کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔" (سورۃ النجم ۶ - ۱۲)

اے اُمتِ محمدی! بھلا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام کو کون جان سکتا ہے؟ اس رات جو ہونا تھا وہ ہوا۔ ایسا ہونا تو مقدر تھا کیونکہ:

ذات آپؐ کی تھی شانِ جمالی کی جو مظہر
رحمت نے کیا پھیل کے سایا شبِ معراج
احمد بھی تھے اور احمدِ بے میم بھی تھے آپؐ
یکتائی کا جلوہ نظر آیا شبِ معراج

حبیب محبوبِ یزدانی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں سمجھا جاسکتا، اسی طرح آپ کے اللہ کی محبت جو اُسے اپنے محبوب کے لئے ہے، اس کا بھی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ پھر اُن لوگوں کے مقام کو کون ناپ سکتا ہے جن کو اللہ کے محبوب کی محبت حاصل ہے۔ اُس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی، نہایت عجز و انکساری سے، بے انتہا محبت، اُمید و آشا کے ساتھ، اپنے دِل کی کاملیت کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نازک لبوں سے صرف یہ دو الفاظ نکلے:

"میری اُمت"

بس یہی دُعا مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اے اُمتِ محمدی! آپ ایک انتہائی متبرک اور بہت ہی خوش نصیب اُمت ہیں۔ آپ اُمتِ محمدی ہیں۔ یہ نسبت باقی تمام نسبتوں

Marfat.com

کی معراج ہے۔ لیکن اگر آپ اَب بھی اپنے اللہ کے دل کو راضی کرنے میں ناکام رہے، تو پھر آپ سے بڑھ کر اور کون بدنصیب ہو سکتا ہے؟

اللہ کی رحمتیں ہوں سارے نوری دِلوں پر، اور ان تمام لوگوں پر جو کشتیءِ نورِ نبی میں سوار ہیں۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۲۲، جون ۲۰۱۲ء
یکم شعبان ۱۴۳۳ھ

(۲۳۱)

حضرت شاہ محمدؐ افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو اُن سب پر رحمت ہے جو اُس سے نسبت رکھتے ہیں۔ وہ نہایت رحم والا اور مہربان ہے۔ وہ بے شک بزرگ ترین ہے۔

درود و سلام اللہ کے محبوب پر، وہ جو پوری کائنات کی شان اور نورِ رحمت ہیں، جن کا دِل عجز اور تقویٰ کا سرچشمہ ہے۔ نماز جن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۷

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کیلئے۔ سلامتی ہو تمام عارفی اور افضلی دِلوں کے لئے جو کبھی بھی ایک لمحہ بھر اپنے مرشد کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ جانتے ہیں کہ راہِ عشق میں یہ دستورِ وفاداری ہے۔

انسان ایک بڑی عجیب شے ہے۔ کچھ حالات میں وہ اتنا نازک ہے کہ وہ اُن سختیوں کو بھی نہیں جھیل سکتا جن کو دوسری مخلوق با آسانی سہہ سکتی ہیں۔ اس کی دو ٹانگیں اس کو میلوں نہیں لے جاسکتیں، یا اس میں آسمانوں کی بلندیوں تک اُڑنے کی جسمانی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ بھاری وزن نہیں اُٹھاسکتا، نہ ہی اس میں بغیر کسی وسیلے کے درندوں سے یا دوسرے خطرات پر غالب آنے کی طاقت ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ انسان باقی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ زور آور

Marfat.com

ہے، مضبوط اور طاقتور ترین صرف اِس لئے کہ اِس کا ربّ اس کے دل میں رہتا ہے۔ یہی وہ واحد قوت ہے جو اسے اتنا طاقتور اور ممتاز بناتی ہے۔ اسی قوت کے ذریعے وہ پوری دنیا کو فتح کرسکتا ہے۔ صرف دنیا تک ہی کیوں محدود، یہ دراصل کائناتوں پر بھی فتح حاصل کرسکتا ہے۔

لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ دُنیا اور دُنیا میں موجود شیاطین انسان کو اُسکی صلاحیتوں کا احساس ہونے نہیں دیتے۔ یہ اُن کو مادّی ترغیبات میں اس قدر غرق رکھتا ہے کہ اسکے خیالات بس اس کے جسمانی وجود اور دنیادی ضروریات کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ یہ اپنے دل میں پوشیدہ اس خزانے کو مکمل طور سے بھلا دیتا ہے۔

البتہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے اِس خزانے کے بارے میں جانتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس قدسی وجود کی موجودگی سے آگاہ رہتے ہیں، اور اُس ذمہ داری کو بھی قبول کرتے ہیں جو علم سے جُڑی ہوئی ہے۔ اس علم کی طاقت انہیں کسی بھی پہاڑ سے زیادہ مضبوط بناتی ہے۔ اُن کی آنکھیں آسمانوں کے پار دیکھ سکتی ہیں، اور ان کی رسائی دُنیا کے کونے کونے تک ہے۔ وہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس ہیں، جو انہیں ہمیشہ مختلف اور حسین بناتا ہے۔

حضرت شاہ محمد افضل قادری، چشتی، صابری، النظامی، قلندری رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی شخص تھے اہمیت کے حامل شخص، مردِ کامل، جن کی آنکھیں عام لوگوں کی حدِ نظر سے بھی بہت آگے تک دیکھ سکتی تھیں۔ سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، صابریہ، عارفیہ، نوریہ کے مرشد آنے والے وقتوں کی بے شمار چیزوں کو جانتے تھے۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ زمان کے خاتمے کے دنوں میں اُمّت کی کشتی کہاں ہوگی اور وہ زمانہ کتنا خطرناک ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں

Marfat.com

نے اپنی پوری زندگی، زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی رہنمائی کے لئے وقف کردی تھی۔ یہ اُن کی بصیرت، سچائی، عزم و ہمت اور سب سے بڑھ کر، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی محبت تھی کہ لوگ اُن کی طرف اس طرح کھینچے آتے تھے جس طرح مقناطیس کی طرف دھات۔

وہ بس ایک مہاساگر کی طرح تھے: سطح پر سکوت لیکن جس کے اندر بے شُمار خزانے پوشیدہ ہیں۔ اِن خزانوں تک رسائی صرف ان لوگوں کی ہوسکتی تھی جن میں ان کے دِل میں غوطہ لگانے کی صلاحیت تھی، اور جن کے ہاتھ اُن جواہر تک پہنچ سکتے تھے۔ یہ بات تمام مرشدین کے بارے میں درست ہے۔ تمام مُرشدین کو اِس خوبی سے نوازا گیا ہے کہ اپنے قریب ہر شخص کو خاص ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مُرشد خلوصِ دِل سے اُمّت سے پیار کرتے ہیں اور سب کے لئے خیر طلب کرتے ہیں۔ اُن کی نعمتیں اور فیض یوں تو تمام دِلوں کے لئے ہیں، لیکن کبھی کبھی، یہ صرف چند ہی لوگ ہوتے ہیں جن میں رُوحانیت کا اصل عرق منتقل کیا جاتا ہے۔ تمام مریدین میں صرف چند ہی ایسے مُرید ہیں جو اپنے مرشد کی اصل زبان کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور اُسی زبان کے ذریعے وہ حقیقت کو سیکھنا شروع کرتے ہیں۔ یقیناً آپ میں سے اکثر یہ جاننا چاہتے ہوں گے کہ ایک مُرید یہ حیثیت کیسے حاصل کر سکتا ہے اور وہ اپنے مرشد کے دِل کی گہرائی میں کس طرح اُتر سکتا ہے۔

یہ ایک سبق ہے جسے آپ کے مُرشد اور آپ کے تمام گزشتہ مُرشدین نے بھی اچھی طرح حاصل کیا تھا کیونکہ اسی سبق کے ذریعے ہی ایک شخص رُوحانیت میں کوئی بھی رُتبہ

Marfat.com

یا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ ایک سچے مُرید کو سب سے پہلے اپنے طور طریقوں میں نظم و ضبط کا سخت پابند ہونا چاہیئے۔ اُسے مُرشد کی ہر بات پر عمل کرنے کا پابند ہونا چاہیئے۔ جب وہ کہتا ہے کہ: "اے مرشد، میں آپ کو اپنا استاد، والد اور رہنما تسلیم کرتا ہوں"۔ تو اُسے یہ اپنے دِل سے تسلیم کرنا چاہیئے۔ اُسے اپنے اس وعدہ پر قائم رہنا چاہیئے اور ہر وقت اپنے مُرشد کے الفاظ کو باقی سب پر مقدم رکھنا چاہیئے۔

دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ اُسے چاہیئے کہ اپنے مرشد کی باتوں پر عمل کرے۔ وہ سب کچھ کرنا چھوڑ دے جس سے مرشد منع کریں اور دل و جان سے وہ کام کرے جو مرشد اُسے کرنے کو کہیں۔ تیسرا ضابطہ آپ کے دِل سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کے دل میں اب صرف تصویر ہونی چاہیئے، یعنی آپ کے مرشد کی شبیہہ۔ باقی ساری دُنیا کو جلا کر راکھ کی مانند ہو جانا چاہیئے۔ یہ تصویر اتنی واضح اور منقش ہونی چاہیئے کہ آپ خود اپنے مرشد کی تصویر بن جائیں۔ آپ کا اٹھنا اور بیٹھنا، آپ کی باتیں، آپ کی ہنسی اور آپ کے تمام الفاظ آپ کے مُرشد کا مظہر ہونے چاہئیں۔

گر بقاء منظور ہے تجھ کو فنا   ؎
شیخ کی صُورت میں ہو جا تُو فنا
شیخ میں جو مَرد فانی ہوگیا
یہ سمجھ لو تم، وہ باقی ہوگیا

جب آپکا ظاہری "میں" صاف ہو جائے اور آپ کے شیخ کے فرمان آپ کے لئے فرمانِ آخری ہو جائیں، تو پھر رُوحانیت کا دروازہ آپ کے لئے کھلنا شروع ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

یہ ضروری کیوں ہے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ "میں شیخ سے اتنی محبت کیوں کروں، میرے لئے تو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہیں!" یہی سبب ہے کہ آپ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ "فنافی المرشد" دنیائے طریقت میں پہلا زینہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان فطری طور پر معصوم ہے وہ وہی کرتا ہے جو اس کے دل میں آتا ہے، اور ایک سچا دل ہر وقت غیر مشروط محبت کے لئے آمادہ ہے۔

لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان دنیا میں محبّت کی باتیں برداشت کرے۔ انسان اُس کا خاص ہدف (نشانہ) ہے، اور وہ کیسے برداشت کرے کہ اس انسان کو اللہ کی نگاہ میں کوئی مرتبہ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ اس رُوحانی محبت کو مات دینے کے لئے اُس نے ان معصوم لوگوں کے دِلوں میں اس "میں" کی محبت، یعنی متکبرانہ محبت کو ڈال دیا۔

کل تک جو اس قدر کے عَلم بردار تھے کہ: "مجھے دوسروں کا خیال رکھنا چاہیئے"، آج وہ خود اپنی فکروں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کی دُنیا خود اُن کے گرد گھومتی ہے۔ اور ان کی محبّت کا ہدف بھی خود اُن کی ذات ہے۔ جب یہ لوگ کسی حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے ہیں تو انہیں سکھایا جاتا ہے کہ وہ کسی اور سے محبت کریں۔ یعنی اپنے مرشد سے محبّت کریں۔ اکثر اوقات یہ ان کے لئے نئی بات ہوتی ہے۔ پہلے وہ محبّت کے بارے میں باتیں کرتے تھے، اب نہیں۔ مرشد کے الفاظ کو غیر مشروط طور سے مانتے ہوئے، اس محبّت کا مظاہرہ بھی کرنا ہے۔

کبھی وہ ایسا کرتے ہیں، لیکن اکثر اوقات وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے جو ان سے کہی جا رہی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اِرد گرد دیکھتے ہیں، دوسرے مُریدوں سے سیکھتے ہیں

Marfat.com

اور پھر مُرشد کی اِتباع کرنا شروع کرتے ہیں۔ جب ایک مرتبہ کوئی مُرید یہ نظم وضبط قائم کر لیتا ہے تو وہ اپنے مرشد کے قریب ہونے کے دوسرے زینے پر پہنچ جاتا ہے۔ اسکی غیر مسلسل حاضریاں متواتر حاضریوں میں تبدیل ہونے لگتی ہیں اور دھیرے دھیرے فاصلے کم ہونا شروع ہوتے ہیں۔

یہ ضابطہ مرید کو سکھاتا ہے کہ مُرشد کے دَر کی حاضری تمام رحمتوں سے بالا ہے۔ یہ حاضری مرشد کو آپ کے دل کی کیفیت بتاتی ہے اور اس رُوحانی دُنیا کے لئے آپ کے ذوق وشوق کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ اگر آپ صرف اُس وقت حاضر ہوتے ہیں جب آپکو بلایا جاتا ہے، یا بس اس لئے آتے ہیں کہ اپنے کسی مسئلے پر مشاورت کرنی ہو، اور اِس کے سوا مُرشد کے دیدار کے لئے آپ کے پاس وقت نہیں، تو پھر بھلا کس قسم کی وفاداری آپ انہیں دکھائیں گے؟

تمام اَفضلیوں اور عارفیوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ نظم وضبط کے معنی اَدب کے ہیں۔ اور راہِ طریقت کا اَدب بہت سخت ہے۔ وہ تمام سبق جو آپ فنافی المرشد کے مقام پر سیکھتے ہیں، وہ آپ کے لئے بہت ضروری ہیں اگر آپ اِس راہ میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ فنا فِی المرشد کے معنی یہ ہیں کہ آپ خود کو مرشد کی ذات میں فنا کر دیتے ہیں۔ آپ کے لئے کسی اور چیز کی کوئی اہمیت اَب باقی نہیں۔ یہ فنائیت اُس شدید محبت کے باعث ہے جو آپ کے دل میں روشن کی جاتی ہے۔ اس محبت کا درد اتنا شدید ہونا چاہیئے کہ صرف آپکے مُرشد کا دیدار ہی اس دَرد کو کم کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ جب آپ کہیں جائیں تو سب سے پہلے اپنے مرشد سے ملیں اور

Marfat.com

پھر روانہ ہوں۔ اور جب آپ دوبارہ لوٹیں تو سب سے پہلے مرشد ہی سے ملیں۔ آپ کو جو بھی نعمتیں ملتی ہیں انہیں مُرشد کی دُعاؤں کی برکت سمجھیں۔ یہ سمجھئے کہ یہ سب مرشد کی دعاؤں کے طفیل ہوا، اور اپنی ہر مشکل میں اللہ سے دعا کے وقت اپنے مرشد کو وسیلہ بنائیں۔

حضرت افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ، فنافی المرشد، فنافی الرسول، فنافی اللہ اور باقی باللہ کے تمام مقامات میں رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چاہیں گے کہ تمام عارفی، نوری روحانیت میں کسی طرح کم تر نہ ہوں، اور یہی انداز تھا ان کے تعلیم دینے کا، یعنی محبت کے سبق سکھانے کا، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑی خوبصورتی اور دلکشی سے سکھاتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے:

"عزیزانِ من، سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ حضوریءِ قلب کیسے حاصل کی جائے۔ نکتہ تو یہی ہے، لیکن یہ حاصل کیسے کی جائے۔ یاد رکھو، علم دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جو کتابوں کے ذریعے آپ تک پہنچ گیا۔ اور ایک وہ جو سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے۔ وہ اسرار ہے۔ جب آپ اس علم کی طرف جائیں گے تو کیا اس کو حاصل کرنے کے لئے کسی آدمی کی ضرورت ہوگی کہ نہیں؟ راہِ معرفت بھی بڑا پُر خطر راستہ ہے، لمبا ہے۔ آدمی تھک بھی جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ رفیق تلاش کرو۔ جانتے ہو وہ رفیق کون ہے؟ وہ رفیق تمہارا مرشد ہے اور تم اُس کے مُرید ہو۔ اور مُرید کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ: "المریدُ لایُرِیدُ" "یعنی مُرید وہ ہوتا ہے جس کی کوئی غرض یا مراد نہ ہو۔ دِل مُراد سے خالی ہو۔ بس رب کی طلب ہو۔"

قلب کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "قلب کی صفائی اتنی ہونی چاہیئے، قلب اِتنا صاف ہونا چاہیئے کہ اس میں غیر اللہ نہ رہے۔ جب یہ صُورت ہوگی تو پھر وہ آنکھ بند کریگا اور دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اُس کو دیکھنے کے لئے کون سا آئینہ عطا کیا ہے۔ وہ آئینہ

Marfat.com

اس کا مرشد ہوتا ہے۔ پھر وہ آنکھ بند کرتا ہے اور مراقبے میں مرشد آتا ہے۔ اس آئینے میں بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری دیکھتا ہے اور کبھی اُحدؐ کی جلوہ گری دیکھتا ہے۔ وہ کبھی خود غائب ہے، کبھی خود حاضر ہے اور وہ غائب ہے بس ایک تلاش ہے اور ان کی نمازیں۔"

ع نمازِ زاہداں سجدہ سجودے

نمازِ عاشقاں ترکِ وجودے

(ایک میں سجدہ سجود ہے عبادت ہے، اور ایک میں اپنے وجود کی نفی ہے عشق ہے۔)

ایک پیر شیخ مُرشد کو مُرشدِ کامل بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ایک کامل اُستاد۔ ایسے شخص ہر وقت آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں رہتے ہیں، جیسے کہ آپ کے افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جس گھڑی یہ مرشدین دربارِ نبی میں حاضری دیتے ہیں، تو اُس دربار میں ادب کا مشاہدہ نہایت حیرت واستعجاب سے کرتے ہیں۔

دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اس قدر عظیم اور سخت ہے کہ وہاں فرشتے بھی انتہائی تعظیم کے عالم میں نگاہیں جھکائے، اور دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ یہی وہ دربار ہے جہاں سے تمام سچے مرشدین ادب کے سبق سیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ وہاں سے لوٹتے ہیں تو وہ یہ ادب ان لوگوں کو سکھاتے ہیں جو اس راہ میں بلند ہونا چاہتے ہیں۔ کوئی شخص کس طرح اپنی ذات کو اللہ اور اُس کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فنا کر سکتا ہے جب تک کہ وہ خود کو فنا فی المرشد کرنا نہ سیکھ لے، کیونکہ یہی تو پہلا زینہ ہے۔

صرف وہ شخص جو فنا فی المرشد ہو، وہی اگلے درجہ یعنی فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ تک بڑھ سکتا ہے۔ اپنے مرشد سے فنائیت کا سبق سیکھیں، کیونکہ انہوں نے یہ سبق پہلے تو

Marfat.com

کامل بزرگانِ دین سے سیکھا، اور پھر خود نورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ یہ آپکے مرشدِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے لئے درست ہے کہ :

شیخ ہے صورت نماءِ احمدیؐ
شیخ ہے معنی فروشِ سرمدی
جس کو ہو دیدارِ احمدؐ کا خیال
آئینہ اُس کا ہے مُرشد کا جمال
اے فقیرو! مرشدِ کامل ہے کیا
مرشدِ کامل ہے نورِ مصطفیٰؐ

آپ کے مُرشد کے پاس ایسی آنکھیں تھیں جو انتہائی دور تک دیکھ سکتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ جانتے تھے لیکن بولتے کم تھے۔ آپ کشتیءِ نورنبی کے بارے میں جانتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ آپ کو اُن لوگوں کے بارے میں بتایا گیا تھا جو اس کشتی پر ہوں گے، اور آپ کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ وہ اس سفر میں کن کن مشکلات کا سامنا کریں گے۔

آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کشتیءِ نورنبی میں خود موجود ہیں، یعنی آخرِ زمان کی کشتی ہیں، اور اپنے اکثر مُریدوں کے سفر کی خود نگرانی فرما رہے ہیں۔ مُریدوں کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسباق کو آسانی سے دو لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے، پہلا "وفاداری" یعنی اپنے مرشد، رسول اور اللہ سے وفاداری۔ دوسرا لفظ ہے "اِستقامت" یعنی اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے

Marfat.com

سے تھامے رکھنا اور سب کے لئے ادب، نظم و ضبط اور احترام کو سختی سے قائم رکھنا۔

حضرت افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس محبت کی لطافتوں اور رنگوں کو جانتے تھے، اور یہ محبت ہمیشہ سب کے لئے تھی۔ وہ جو یہ دو سبق: یعنی وفاداری اور استقامت والے سبق سمجھ لیتے ہیں، وہ خود بخود یہ سمجھ لیتے ہیں کہ محبت کے معنی کیا ہیں۔ لیکن آپ کو کچھ مزید بھی جاننا چاہیئے، وہ جو آپ کے مرشد اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ محبت فہم سے بالاتر ہے۔ یہ صرف اس لئے ہے کہ دل اُسے محسوس کرے، اُسے جذب کرے، پھر یہ آپ کو تربہ تر کر دیتی ہے۔

یہ فنائیت ہے۔ یعنی خود کو ایک ایسی محبت میں شرابور کر لینا ہے کہ یہ محبت مکمل طور پر اُن تمام چیزوں کو تباہ کر دے جو آپ کی ہیں۔ یہ آپ کی "میں" کو تباہ کر دیتی ہے، اور تب جا کے اس خاک ذات سے آپ کے محبوب کا عکس اُبھرے گا۔ یہ بڑھے گی لمحہ بہ لمحہ، دن بہ دن، سال بہ سال اور پھر وقت (زمان) کا وجود باقی نہیں رہتا، اور پھر مقام کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، سوائے "اُس" کے، جو ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔

ہمارے پیارے مرشد کو یہ سبق خوب اچھی طرح یاد تھا، اور آج وہ آپ سب سے کہہ رہے ہیں کہ ان الفاظ کو یاد رکھیں کہ:

بارگاہِ افضل سرکار میں جا
بیٹھ پائیں مزارِ حق نما

Marfat.com

بھول بیٹھے گا یجوں اور چندیں کا خیال

دیکھتا رہے گا شانِ ذُوالجلال

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے مُرشد کو بلند ترین درجات عطا کرے، ان کی تمام دُعائیں قبول فرمائے اور ان کا سایہ ہمیں دنیا کی آفت سے بچائے رکھے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

شبِ برأت

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس نے سمندر کو پیدا کیا اور پھر انہیں خزانوں سے بھر دیا۔ یہی، وُہی ہے، جو جہانوں اور آسمانوں کے تمام خزانوں کا مالک ہے۔

دُرود و سلام قاسم پر، اللہ کے خزانے اور انعامات کے بانٹنے والے، وہ جن کے پاس ان تمام خزانوں کی چابیاں ہیں۔

☆

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔

سلامتی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن جملہ غلاموں پر جو ہر وقت دردِ فراق میں رہتے ہیں۔ یہ صرف اُن کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے جو اُن کے اس درد کا درمان ہے۔

ایک عاشق نے ایک دِن یہ سوال کیا کہ محبت کیسی ہونی چاہیئے؟ تو اُسے یہ جواب مِلا کہ "محبت ہمیشہ غیر مشروط، بلا کسی سبب، کسی مطلب کے بغیر کرنی چاہیئے۔" سچی محبت کے معنی ہیں کہ اُس محبت کی طلب بھی سچی ہونی چاہیئے۔ یہ ایک ایسے عاشق کی گفتگو ہے جس نے محبت کے جام سے صرف چند ہی قطرے پیئے ہیں۔ مگر اُن چند قطروں سے اُس پر ایسا نشہ طاری ہو جاتا ہے کہ پھر اُسے کسی اور چیز کی پرواہ نہیں رہتی۔ اُس کے پیشِ نظر بس اُس کے محبوب کی محبت ہوتی ہے۔

Marfat.com

ایسے ہوتے ہیں اللہ کے اکثر عاشقوں کے بات کرنے، محسوس کرنے کے انداز۔

وہ اپنے اطراف موجود تمام چیزوں میں صورتِ معشوق کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اُس کی موجودگی کو ہر جگہ محسوس کرتے ہیں؛ ہر گُل میں، ہر ستارے میں، ہر بچّے کی مسکراہٹ میں اور بارش کے ہر قطرے میں جو اُسے بتاتے ہیں کہ "وہ" یہاں موجود ہے اُن کے دل ہر وقت حالتِ ذکر میں رہتے ہیں، اور اُنکی نگاہیں "اُس" کے دیدار کو ترستی رہتی ہیں۔ اُن کے دل انتہائی خوشی اور دردِ جُدائی کے احساسات میں بدلتے رہتے ہیں۔ اُنکی خوشی "اُس" کی رضا میں ہے اور یہی عمل وہ زندگی بھر کرتے رہتے ہیں۔ ایسا کوئی لمحہ نہیں جب "وہ" اُن کے خیالات یا دلوں میں نہ بَستا ہو۔ وہ "اُس" کی موجودگی کو اپنی جنّت سمجھتے ہیں، اور اُس کی جُدائی کو دوزخ۔ اللہ کے عاشقان کیلئے جمال کے کیا کیا جلوے ہوں گے اور اُن کو دُنیا اور آخرت میں کیا کیا انعامات ملیں گے، اس سلسلے میں بُو علی قلندرؒ فرماتے ہیں: ؎

چونکہ اندر سجدہ پیشِ خم ابروئے تو ایم

(چونکہ ہم سجدے میں تیرے آبرو کے خم کے سامنے ہیں)

دَر نمازِ عشق رو نمودہ ماسوائے تو ایم

(نمازِ عشق میں ہم نے تو اپنا منہ تیری جانب کر لیا ہے)

نیست مارا حُور و غلمان و پری اندر نظر

(حوروں، غلماموں اور پری ہماری نظر میں نہیں آتے)

چونکہ از روزِ ازل ما عشق روئے تو ایم

Marfat.com

(چونکہ ہم تو ازل سے ہی تیرے مکھڑے کے عاشق ہیں)

پائے در زنجیر ما باشیم و اندر پیچ و تاب

(ہمارے پاؤں زنجیر میں ہیں اور ہم پیچ و تاب کھا رہے ہیں)

زانکہ از روزِ ازل وابستہ مُوئے تو ایم

(کیونکہ ہم ازل سے ہی تیرے بالوں میں بندھے ہیں)

سُرخرو ہرگز نمے آریم پیش سر کسے

(اس لئے ہم ہر کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے)

ما کہ سَر اندر کمند یاد گیسوئے تو ایم

(ہمارا سَر تیرے گیسوؤں کی یاد کی کمند ہے)

ہر شخص کسی نہ کسی چیز یا وجود کے گرد گھومتا ہے۔ ایک بچّہ اپنی ماں کے گرد گھومتا ہے؛ ایک عاشق اپنے معشوق کے گرد گھومتا ہے؛ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور الیکٹرون اپنے مرکزیئے کے اطراف چکّر لگاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہر چیز کا ایک محور ہوتا ہے۔ کچھ ایسے ہیں جو دکھائی دیتے ہیں اور کچھ پوشیدہ ہیں۔ تو اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دل کا بھی ایک محور ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے۔ ہر دل کو امن و سکون صرف اُس وقت ملتا ہے جب وہ اپنے حقیقی محور کے گرد گھومتا ہے، یعنی اپنے اللہ کے گرد، جو بِلا شُبہ، ہر ایک دل کے مرکز میں موجود ہے۔

دِل کو فقط یہ کرنا ہے کہ اس کا (یعنی اپنے اللہ کو محسوس کرنے کا) ادراک

Marfat.com

کرے اور اسکی موجودگی کو ایک خاص مقام دے۔ مگر بدقسمتی سے کس کے پاس اس کے لئے وقت ہے۔ لوگوں کی اکثریت کے پاس سُلجھانے کے لئے کئی دیگر مسائل ہیں جو التوا میں پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دل کا اپنے محور کے گرد طواف کا فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ کیا آپ نے اُن لوگوں کی خوشی کا عالم نہیں دیکھا ہے جو طوافِ کعبہ کے دوران اللہ کے گھر کے قریب ہوتے ہیں؟ اُن کا طواف تو چھوٹا ہے لیکن اُن کی قربت عظیم ہے۔ وہ کعبہ کی دیواروں کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ وہ حجرِ اسود کو بوسہ دے سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بارش کے پانی کے وہ پاک قطرے بھی پا سکتے ہیں جو میزاب سے گرتے ہیں اگر اس وقت وہ وہاں موجود ہوں۔ اِن لوگوں کو یقیناً اُن لوگوں سے زیادہ قربت حاصل ہوتی ہے جو دور فاصلے پر مُطعاف میں ہوں۔ یہ مثال بالکل اُن لوگوں کی ہے جن کے دِل اپنے اللہ کے قریب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے دلوں کا طواف اُن کو زیادہ فضل، زیادہ قربت اور محبوب کی زیادہ حضوری دلاتا ہے۔

اگر آپ کو اللہ سے قریب تر ہونا ہے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے قریب ہو جائیں۔ اگر آپ اُن کی محبت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، تو پھر آپ اللہ کا دل بھی جیت سکیں گے۔ اولیاء اللہ، یعنی اللہ کے عاشقوں کی محبت اور عزت دل کو کچھ اس طرح معطر کردیں گی کہ سچا پیار اور زیادہ حسین نظر آئے گا۔ اس کے بعد اللہ کی تمام مخلوق کے لئے محبت اور ہمدردی ہونی چاہیئے۔ عشقِ الٰہی کے حصول کی طرف یہ ایک ضروری زینہ ہے۔ یہ آخر ضروری کیوں ہے؟ اس لئے کہ دوسروں کے لئے حقیقی فکر آپ کو اپنے آپ سے بیگانہ بنا دیتی ہے۔ اسی طرح دوسروں کے مصائب

Marfat.com

کو دیکھ کر اُن کو مدد کرنے کی کوشش آپ کو عاجزی اور رواداری کے اسباق سکھائے گی۔

اللہ کی محبت کو حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ اس کے لئے واحد عمل جو انسان کو کرنا پڑتا ہے وہ ہے "میں" کی دیوار کو توڑنا، جو دنیا ہر ایک کے گرد مضبوطی سے بُنتی ہے۔ اس پتھر جیسی رکاوٹ کو توڑنے کے لئے سب سے اوّلین ہتھیار ذکر اللہ ہے۔ اب آپ تو جانتے ہیں کہ ذکرِ اللہ کے معنی، اللہ کو یاد کرنا ہے، اور بہترین ذکر قرآن کی تلاوت ہے اور وہ بھی معنوں کی مکمل سمجھ کے ساتھ۔

اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ کا ورد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا بھی نفس کی اُن دیواروں کو کمزور کرتے ہیں جو دل کے گرد موجود ہیں۔ یہ ذکر و اذکار دلوں کو گُداز کرتے ہیں اور اُن گرد و غبار کو صاف کرتے ہیں جو بے خبری اور غفلت کی وجہ سے دِلوں میں جمع ہوتے ہیں۔ ایک صاف اور چمکدار دِل ہی وہ واحد جگہ ہے جس میں حق منعکس ہو سکتا ہے۔ اور ایک گرد آلود اور زنگ آلودہ دل تو شیطان کا مسکن ہے۔ تو اس طرح "ذکر" نفس کی دیوار کو توڑنے اور دل کو صاف کرنے کا ایک طاقتور ذریعہ ہے۔

ذکر کا ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے جائے نماز پر کھڑے ہو جایئے، اور خود کو اپنے رب کے حوالے کیجئے۔ اپنی نماز کا ایک ایک لفظ اپنی زبان سے ادا کیجئے، اور اُس کے ساتھ یہ الفاظ اپنے دل سے بھی ادا کیجئے۔ یہ سب کچھ آہستگی سے، احتیاط سے اور بھرپور محبت سے کیجئے۔ اپنی نماز کے وقت کو ایک خاص وقت بنایئے۔ اس کے لئے نفیس لباس پہنئیے، عطر اور خوشبو لگایئے، اور پھر مصلّے پر کھڑے ہو جایئے۔ جائے نماز پر کھڑے ہوتے ہی دنیا کو پیچھے چھوڑ دیجئے، تاکہ کوئی چیز آپ کی توجہ نہ ہٹا سکے۔

Marfat.com

یہاں آپ میں سے کئی لوگ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ پھر اُن تمام خیالات کا کیا کیجیے جو آپ پر حملہ آور ہوتے ہیں، اگرچہ آپ اُن کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتے ہوں گے؟ یہ خیالات دراصل آپ کی توجہ ہٹانے کے لئے شیطان کے وسوسے ہیں۔ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُن کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ اگر آپ نے اُن کو نظر انداز کرنا سیکھ لیا، تو بہت ہی قلیل وقت میں ان کی شدت میں کمی آئے گی، اور رفتہ رفتہ یہ خود دور ہو جائیں گے۔

بندے کو قلبِ الٰہی کے بہت قریب لانے کے لئے ایک اور نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ وہ ہے جوش و جذبہ جو بندہ اپنی عبادت اور اپنے اظہارِ محبت میں شامل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص ہے جو یہ جانتا ہے کہ شام کو کوئی اُس سے ملنے آ رہا ہے۔ اگر وہ ملاقات اُس کے لئے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہے، تو وہ اُس کے لئے عام سے انتظامات کرے گا۔ آدھا وقت تو اُسے اُس کے بارے میں یاد ہی نہیں رہے گا، اور آخری لمحے وہ بازار سے کچھ کھانے پینے کا سامان لائے گا اور بے دلی سے اُس کے لئے معمولی سا انتظام کرے گا۔ آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ملاقات کس قسم کی ہوگی۔ اب ایک اور شخص کی مثال لے لیجیے جو جانتا ہے کہ آج اس کا محبوب اس سے ملنے آ رہا ہے۔ وہ اس کے انتظامات کے بارے میں ہفتوں پہلے سے سوچ رہا ہوگا۔ وہ یقیناً کمرے کو پھولوں سے سجائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ بڑی محبت سے اپنے مہمان کے لئے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کرے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہترین لباس بھی اس ملاقات کے لئے پہنے۔ دونوں ملاقاتوں میں فرق فقط اتنا ہے کہ ملاقات کیسے

Marfat.com

دل میں جوش و ولولہ کتنا ہے۔

آپ کی عبادت کی مثال بھی بالکل ایسی ہی ہے۔یعنی جب آپ اپنی نماز ادا کر رہے ہوں، اور قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں، یا ذکر میں مصروف ہوں، اگر آپ وہ عبادت دل سے یا جوش و جذبے سے نہیں کر رہے ہیں، پھر وہ ایسی ہی ہے جیسے چینی کے بغیر حلوہ پکانا یا بغیر گری کے بادام حاصل کرنا۔عبادات کے لئے کئی خوبصورت دن اور راتیں ہیں جن کی برکتیں دوسرے ایام سے زیادہ ہیں۔

اللہ کے عاشقین ان ایام کے لئے اپنے دلوں میں بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ ان کا انتظار سال کے شروع ہی سے کرنے لگتے ہیں۔وہ درحقیقت اُن کی آمد کا انتظار ایک ایک دن گن گن کر کرتے ہیں۔اس جوش و ولولے کا انعام یہ ہے کہ وہ مخصوص دن یا رات فقط عبادت تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ یہ اُس ملاقات میں بدل جائیں گے جس میں وہ شخص شدّت سے اپنے محبوب کا منتظر ہو، اور اُس کی تیاریوں کا یہ عالم ہوگا کہ اگر اُس کے اختیار میں ہوتا تو وہ آسمان کے تارے توڑ کر اپنی محبّت کے قدموں میں نچھاور کر دیتا۔ بالکل اُسی طرح ایک عاشق کے لئے عبادت کا وہ وقت جوش سے بڑھ کر جذب کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ ذِکر کے الفاظ محبّت کے سُر بن جاتے ہیں، اور معشوق کے قدموں میں کیا ہوا سجدہ دراصل وصلِ یار ہو جاتا ہے؛ عاشق کی ہر ایک سانس میں یہی آرزو ہوتی ہے۔

شعبان کی پندرھویں رات بھی اللہ کے عاشقوں کے لئے ایک خاص تحفہ ہوتا ہے۔یہ ایک نہایت خاص رات ہے جو عاشقوں کو خوشیاں اور جشن منانے اور

Marfat.com

اپنے محبوب کی قربت حاصل کرنے کے لئے عطا ہوئی ہے۔ یہ رات مانگنے کی رات ہے، اُسے مخصوص رنگ میں یاد کرنے کی رات ہے، یہ محبت کی رات ہے۔ یہ برکتوں کی رات ہے اور اسے لَیْلَۃُ الْمُبَارَکْ کہتے ہیں۔ یہ مبارک اس لئے ہے کہ اس میں رحمتیں، برکتیں، خیر، گناہوں سے چھٹکارا اور نزولِ مغفرت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "نصف شعبان کی رات اللہ قریب ترین آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ اس رات میں ہر ایک آدمی بخشا جائے گا، سوائے مشرکین کے، اُس کے جس کے دل میں کینہ ہے، جو رشتوں سے قطع تعلق ہو اور بدکردار عورت کے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: "جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر فرماتا ہے۔ مومنوں کو تو وہ بخش دیتا ہے، اور کافروں کو اور ڈھیل دے دیتا ہے، اور کینہ رکھنے والوں کو اُس وقت تک چھوڑے رکھتا ہے جب تک وہ کینہ پروری سے باز نہ آجائیں۔"

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: ملائکہ کے لئے عید کی دو راتیں ہیں: شبِ برأت اور شبِ قدر اور مسلمانوں کے لئے عید کے دو دن ہیں: عید الفطر اور عید الضحیٰ۔ ملائکہ، عید رات کو مناتے ہیں کیونکہ وہ رات کو سوتے نہیں ہیں، جبکہ مسلمان سوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن کی عیدیں دن کے وقت ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شبِ قدر کو پوشیدہ، شبِ برأت کو ظاہر رکھنے میں ایک حکمت ہے: "شبِ قدر، رحمت و بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ اس لئے رکھا کہ لوگ اس پر تکیہ نہ کرلیں، اور اعمالِ صالحہ سے غافل نہ ہو جائیں۔ شبِ برأت کو اس لئے ظاہر کیا

Marfat.com

کہ یہ رات حکم و فیصلے کی رات ہے، خوشی والم کی رات ہے، خوش نصیبی اور بدبختی کی رات ہے۔ کسی کو اس میں سعادت نصیب ہوتی ہے اور کسی کو شقاوت۔ کسی کو جزا دی جاتی ہے، کسی کو رُسوا کیا جاتا ہے۔ کسی کو اَجر دیا جاتا ہے اور کسی کو جُدا کیا جاتا ہے۔ بہت سے کفن دھوئے ہوئے تیار رکھے ہوتے ہیں، لیکن کفن پہننے والے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکی قبریں کُھدی ہوئی تیار ہوتی ہیں اور قبروں والے خوشی میں مگن غفلت میں پڑے ہوتے ہیں۔ بہت سے چہرے ہنستے ہوئے ہوتے ہیں حالانکہ اُن کی ہلاکت کا وقت قریب ہوتا ہے۔ بہت سے مکانوں کی تعمیر قریبِ تکمیل ہوتی ہے، لیکن صاحبِ مکان کی موت قریب تر ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ جنّت کا یقین رکھے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن دوزخ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ عطا کے اُمیدوار ہوتے ہیں، لیکن مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

شبِ براٗت وہ رات ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت سے فرمایا ہے کہ "اس رات میں دنیا کے اعمال اور لوگوں کے اعمال اُوپر اُٹھالئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں اور اتنے لوگوں کو دوزخ سے نجات دلاتے ہیں جتنا کہ بنی قلب کی بکریوں کے بال ہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا بھی مانگی، جس کے الفاظ تھے: "الٰہی میں تیرے عذاب سے تیری عفو اور بخشش کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے قہر سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، تجھ سے ہی پناہ چاہتا ہوں، تیری ذات بزرگ ہے۔ میں تیری شایانِ شان ثناء بیان نہیں کرسکتا ہوں،

Marfat.com

تو ہی، آپ اپنی ثناء کر سکتا ہے اور کوئی نہیں "۔ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے اور کہا کہ ان کو سجدے میں ادا کریں۔

آپ کو یہ رات کس طرح گزارنی چاہیئے؟ آپ خود کو بس ایک قسم کی عبادت تک محدود نہ رکھیں۔ رات کا آغاز شکرانے کے نوافل سے کریں۔ اُن نعمتوں کا شکر جو آپ کے اللہ نے آپ کو عطا کی ہیں۔ پھر استغفار اور توبہ کریں۔ یہ صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر کریں اور تسبیح استغفار سے کریں۔ بس یہ ذہن میں رکھیں کہ آپ اپنے رب کے پاس کیا بھیج رہے ہیں، یعنی اپنے اس دنیا کے اعمال بھیج رہے ہیں، اور یہ سوچیں کہ آپ کے اللہ انہیں کس طرح وصول کرے گا۔ بس خوف و رجاء کی کیفیت میں رہیئے، پشیمانی اور ڈر کی حالت میں رہیئے، اور اُمید لگائے رکھیں۔ اُمید اس لئے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ہیں۔ نوافل پڑھ کر اُس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبین کے لئے بھی۔ رسول اللہ ؐ کی طرف سے تمام نوریوں کو "صلوٰۃِ نورِ نبی" کا خاص ہدیہ عطا کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں کہا گیا تھا کہ یہ فقط تہجد یا فجر کے وقت پڑھی جائے۔ آپ کے رب کی طرف سے خاص تحفے کے طور پر آپ کو یہ اجازت دی جاتی ہے کہ آپ یہ نماز تمام خاص راتوں اور خاص دنوں میں پڑھیں۔ نماز کے بعد ایک تسبیح "درودِ نور" کی اور ایک "اللہ الصَّمَد" کی پڑھیں۔ یاد رہے کہ اس نماز میں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ الکوثر ۱۵ بار پڑھنی ہے۔ پھر سجدے میں سُبحَانَ رَبِّیَ العَالٰی کے بعد پہلا کلمہ ۳ بار پڑھیں۔ اسی طرح جملہ ۴ رکعتیں مکمل کیجئے۔ یہ پوری نماز ایک سلام کے ساتھ ہوگی۔ سلام کے بعد

Marfat.com

ایک تسبیح "دُرودِ نور" کی اور ایک تسبیح "اللّٰہُ الصَّمَدُ" کی پڑھیں۔ (لیکن یہ صرف خاص راتوں اور دنوں میں کریں)۔ جب یہ نماز روزانہ (عام دنوں میں) پڑھی جائے تو دُرودِ نور اور اللّٰہُ الصَّمَدُ، ہر ایک صرف ۱۰ مرتبہ پڑھیں۔

"صلوٰۃِ نورِ نبی" ایک انتہائی خاص نماز ہے جو سالکین کے مقام کو روحانی بلندیوں تک تیزی سے لے جاتی ہے اور دل کو اللہ اور اس کے رسولِ پاک ﷺ کی محبت سے بھر دیتی ہے۔ سُورۃ الکوثر، کثرت کی سُورہ ہے، کوثر کی، بشارتوں کی سُورہ ہے، اور آپ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی تباہی کی خبر دینے والی سُورہ بھی۔ یہ سُورہ زمان (وقت) کے خاتمے کے حوالے سے بھی ایک اہم سُورہ ہے۔ اس سورۃ کو روزانہ کم از کم ۱۰ بار پڑھیں، اس سے آپکے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوگا۔ اس میں یہ بھی طاقت ہے کہ آپ میں یہ قوت پیدا کرتی ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف ڈٹ جائیں، یعنی فتنۂ دجال کے خلاف۔ وہ جو سُورۃ الکوثر اور صلوٰۃِ نورِ نبی کے پڑھنے کی عادت بنائیں گے، وہ دیکھیں گے کہ نہایت قلیل مدت میں اُن کی زندگی اور اُن کے دل بدل جائیں گے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا وعدہ ہے۔

اے اُمتِ محمدی! بہترین عبادات وہ ہیں جنہیں آپ اپنے دل سے ادا کرتے ہیں؛ جو تواتر سے اور آپ کی کامل توجہ اور انہماک سے کی جائیں۔ تاہم عبادات کا مغز سچی محبت ہے اور یہی نیت ہونی چاہیئے، یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت حاصل ہو۔

آپ جو کچھ کرتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں، اُس میں محبت کا جوش اور ولولہ شامل

Marfat.com

کرلیں، اور پھر آپ خود ہی دیکھیں گے کہ آپ قلبِ الٰہی کے کتنے قریب ہیں۔

آمین۔ (ثم آمین)

Marfat.com

۶ جولائی ۲۰۱۲ء (۲۲۳)
۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو سب کا دیّان ہے یہ اُس وقت بھی عطا کرتا ہے جب مخلوق نہیں مانگتی۔ بے شک اُس کی عطا بے حساب اور بے شمار ہے۔

دُرود و سلام عظیم ترین عاشق پر، جنہوں نے اپنی اُمّت کو سچّی محبت کے معنی سیکھائے۔ وہ محبت جو اس دنیا میں مثبت جذبات کی بنیاد ہے۔

ﷺ

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کے لئے۔

سلامتی ہو راہِ عشق کے عاشقوں پر۔ سلام ہو اُن کی چاہتوں پر، سلام اُن کی تڑپ پر اور سلام ہو اُن کے سچّے جذبوں پر۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ اِس کائنات میں ہر ایک حالتِ رقص میں ہے۔ ہر چیز جو وجود میں لائی گئی ہے، وہ ایک خوبصورت رقص میں ہے، وہ رقص جو اُس کے محبوب کے لئے ہے۔ رقص خوشی، جذب اور مسرت کی حرکات ہیں۔ یہ چاہت، فراق اور وصال کے جذبات کا اظہار ہے۔ رقص زندگی ہے، اور زندگی بھی ایک رقص ہے۔ رقص زندگی ہے اس لئے کہ یہ آپ کو قوت فراہم کرتا ہے۔ یہ آپ کو، خود آپ سے جُدا کرتا ہے، اور آپ کو شاداں کرتا ہے۔ اور زندگی ایک رقص اس لئے ہے کیونکہ

Marfat.com

زندگی بھر آپ ایک مسلسل درد و مسرت کی کیفیت میں رہتے ہیں: درد اُس وقت جب آپ کے دل کو جُدائی کا احساس ہوتا ہے، اور مُسرت اُس وقت جب اُسے قربتِ یار نصیب ہوتی ہے فضلِ الٰہی سے۔ ایک چشتی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

؎ نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم
مگر نازم بہ ایں ذوقِ کہ پیشِ یار می رقصم

(ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ آخر کس طرح آنکھوں میں دیدار کا دم رہ جانے تک میں رقص کر رہا ہوں۔ مگر شوق پر مجھے ناز ہے کہ اپنے محبوب کے رُو برُو رقص کر رہا ہوں)

اللہ کے عاشقین کے لئے رقص اُن کی زندگی ہے جو ایک مسلسل دائروں میں گھومنا ہے، ایک دھمال ہے، ایک رقصِ بسمل ہے۔ وہ ہر وقت وجد اور حال میں رہتے ہیں۔ چاہے آپ اُنہیں دنیاوی حالت میں بھی دیکھیں، اُن کا باطنی وجود اپنے محبوب کے لئے رقصِ تڑپ میں ہی رہتا ہے۔ اللہ کے عاشقین مسلسل کرب کے عالم میں رہتے ہیں، وہ ایک الگ سی دنیا میں رہتے ہیں، وہ عشق کی دنیا میں رہتے ہیں یعنی اپنے اللہ کی دنیا میں، جہاں کے اصول و ضوابط میں فرق ہیں، جہاں کی زبان جُدا گانہ ہے اور اُس زبان کا اظہار بھی مختلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں اِس دنیا میں ایک دائمی کرب میں رہتے ہیں کیونکہ یہاں مشکل سے ہی کوئی اُن کے درد کو سمجھ سکتا ہے۔ اِس دردِ عاشقاں کو تو صرف ایک دوسرا عاشق ہی سمجھ سکتا ہے، مگر وہ بھی دوسرے کی مدد کس طرح کر سکتا ہے جبکہ وہ خود ہی اِس صورتِ حال کا شکار ہو۔

اس رقصِ درویشاں میں ایک نہایت خاص اور نمایاں رقص ہے، جسے

Marfat.com

رقصِ قلندری کہتے ہیں، جو اللہ کے قلندروں کا رقص ہے۔ یہ وہ بے خود اور یکتا اظہارِ محبت ہے جسے قلندری عشق بھی کہا جاتا ہے۔

قلندر آخر ہے کون؟

رجال اللہ کے بارے میں حضرت ابن العرابی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل صراحت سے "قلندر" کے معنی کو سمجھنا آسان ہے فرماتے ہیں کہ: "یہ رجال اللہ بس اپنے فرض اور سنتیں ادا کرتے ہیں اور نفلی عبادات میں زیادہ کثرت نہیں کرتے، اور ظاہر میں وہ ایک عام مسلم کی طرح نظر آتے ہیں وہ دوسرے لوگوں سے عام بات چیت کرتے ہیں اور کسی کو اُن کی گفتگو میں کسی قسم کا عارفانہ رموز نظر نہیں آتا وہ جان بوجھ کر خود کو عام لوگوں کی طرح عوامی رنگ میں پیش کرتے ہیں، لیکن وہ اپنے دلوں کے نہاں خانے میں اللہ سے جڑے ہوئے ہیں، وہ بھی اس طرح جیسے اُن کے باطن میں اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔ وہ اس رابطے میں اس قدر مضبوط ہیں کہ کوئی بھی اُنہیں اُس سے الگ نہیں کر سکتا۔ وہ ہر وقت عظمتِ الٰہی کے شدتِ احساس کے دباؤ میں رہتے ہیں۔ اُن کی انتہائی بے بسی، کامل سپردگی، اپنے خالق کے حضور مکمل بے چارگی (جو ہر وقت اُن کی آنکھوں کے سامنے ہے) اُن کی ذات اور خودی کی نفی اور اُن میں کامل نیستی اور فنائیت کے احساس پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے، پھر اپنی چھوٹی سی چھوٹی ضروریات کے لئے بھی اُن کی آنکھیں اپنے خالق پر جمی رہتی ہیں، اس کے باوجود وہ عالمِ اسباب کے تمام قواعد کی تعمیل کرتے ہیں، حالانکہ یہ حقیقت اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں کہ تمام چیزوں کا کرنیوالا اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے شہباز قلندر بے باک فرماتے ہیں کہ: ؎

Marfat.com

شہباز لامکانم بیرون زکون ومکانم   مسجود انس وجانم مطلب تو آشیانم

(میں شہباز لامکانی ہوں، اور میں کون ومکان سے بھی آزاد اور باہر ہوں، میں گویا انسانوں اور جنوں کا مسجود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے تیری بارگاہ میں مقام حاصل کرلیا ہے، تو ہی میرا آشیانہ وگھر ہے۔)

بے نام و بے نشانم بے کام و بے دیانم
بے رُوئے بے زبانم مطلب تو آشیانم

(میں بے نام و بے نشاں ہوں، نہ میرا حق ہے اور نہ منہ، میرا چہرہ بھی نہیں ہے اور زبان بھی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تو اے پروردگار! تیری ہی ذات کو اپنی جائے پناہ بنالیا ہے۔)

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے شہباز تھے، جو اس دنیا میں ہونے کے باوجود افلاک کے پار صاف صاف دیکھ سکتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس دنیا میں ہدایت کیلئے بھیجا گیا تھا، اور اس لئے بھی کہ دوسرے یہ جان سکیں کہ ایک قلندری دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک خوبصورت دل والے بزرگ سید کبیر کے صاحبزادے تھے، جو ہر وقت اللہ کی حضوری میں رہتے تھے اور شادی کے بارے میں کبھی نہیں سوچتے۔ لیکن ایک دن اُنہوں نے خواب میں ایک جنتی لڑکے کو دیکھا جو اُن سے کہہ رہا تھا کہ وہ شادی کرلیں تاکہ وہ اس دنیا میں آسکے۔ اس خواب نے آپکو حیرت زدہ کردیا، اور آپ مروند کے حاکم کے پاس پہنچے جنہوں نے خود اپنی پرہیزگار بیٹی آپ کے عقد میں دیدی۔ اسطرح لعل شہباز قلندرؒ اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب شریف حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے

Marfat.com

جاملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ناظرہ قرآن ۶ سال کی عمر میں ختم کیا اور اُسے حفظ ساتویں سال میں کیا۔ اپنے ابتدائی سالوں میں اور والدہ کے انتقال کے بعد آپ نے حصولِ علم کے لئے منصوبہ بنایا۔ اُس وقت آپ کی عمر شریف ۲۰ برس کی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ میں اس بات کے کافی شواہد تھے کہ آپ ایک مادر زاد ولی تھے۔ پھر ایک دن حضرت امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کے خانوادے کے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے جدِ امجد، حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اُن سے کہہ رہے ہیں کہ وہ جا کر مَروند کے سید عثمان پر توجہ دیں۔ یہ بزرگ سید ابراہیم قادری رح تھے، جو بہت جلد ہی حضرت لعل شہباز قلندر رح کے مُرشد بن گئے، اور اُن کی تربیت کے بعد، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلۂ قادریہ میں داخل کر دیا' اور دستارِ خلافت عطا کی۔ کچھ عرصے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حج پر جانے کا فیصلہ کیا۔ دورانِ سفر آپ رح کی ملاقات ایک صاحبِ بزرگ سے ہوئی، جن کا نام شیر شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ اُن کو سُرخ پوش بھی کہا جاتا تھا کیونکہ آپ ہر وقت سُرخ لباس پہنا کرتے تھے۔ اُنھوں نے قلندری دل میں موجود معرفتِ الٰہی میں شدت پیدا کی اور جلد ہی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عشقِ الٰہی اور عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیوں تک جا پہنچے۔

دونوں بزرگ کچھ عرصے کے لئے مدینے میں ایک ساتھ رہے۔ پھر انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دونوں دین کی تبلیغ کے لئے سفر کریں گے۔ مگر حضرت شیر شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے ملتان کے لئے روانہ ہوئے' اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بغداد چلے گئے، جہاں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے سندھ جانے کے لئے فرمایا۔ یہ اجمیر شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ۴۰ دن کا چلّہ تھا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اولیا کرام کی اُس

Marfat.com

سرزمین میں قیام کا آغاز ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ابراہیم قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیضِ باطنی عطا ہوا۔ وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لئے دہلی روانہ ہوئے۔ اگرچہ تمام بزرگوں کے فیوض بے مثل جواہر کی طرح تھے، لیکن تاہم قلندری لعل، جو ہر وقت بے تاب رہتا تھا، اُسے چمک دمک کی انتہا حضرت بُوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نور سے عطا ہوئی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے خاص راز دنیاز الٰہی مست قلندر سے سیکھے، اور جب تربیت پایۂ تکمیل کو پہنچی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سندھ جانے کی ہدایت کی گئی۔ سہون وہ جگہ تھی جہاں کے تمام دشت و بیاباں، اور تمام رہ گزر بڑے شوق سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک قدم کے منتظر تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کشمیر، بخارا، بلخ بھی تشریف لے جا چکے تھے، اور وہاں کے لوگوں کو بھی فیضیاب کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین (۳) دوست، یعنی حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فریدُالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید شاہ جلال سُرخ پوش رحمۃ اللہ علیہ ایک ساتھ سندھ، بلوچستان اور پنجاب گئے اور وہاں اپنا رُوحانی فیض بڑی فیاضی سے تقسیم کیا۔ یہ سال ۶۴۹ سنہ ہجری تھا جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مستقل سکونت کے لئے سہون تشریف لائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے بے شمار کرامات وابستہ ہیں۔ ساتویں صدی (ہجری) کے آغاز میں سہون پر ابھی ہندو راجہ حکمران تھے، اور اس جگہ کو سہوستان کہا جاتا تھا۔ راجہ جرجی، جسے چوپٹ راجہ بھی کہا جاتا تھا، اُسکی اُس وقت وہاں بدانتظام اور بدعنوان

Marfat.com

حکومت قائم تھی۔ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سندھ آئے تو آپ نے سہون میں سکونت اختیار کی۔

کچھ چیزیں ایسی ہیں جو ایک ساتھ کبھی نہیں رہ سکتیں۔ اگر روشنی داخل ہو تو تاریکی کو جانا ہی پڑتا ہے، جب خوشی آتی ہے تو اُداسی کو جانا ہی پڑتا ہے، اور جب خیر داخل ہو تو شر کو یقیناً غائب ہونا پڑتا ہے۔ جہاں کہیں اللہ کا ولی داخل ہوتا ہے تو اُس جگہ سے گمراہی اپنے آپ ہی دُور ہو جاتی ہے۔

جس وقت اللہ کے شہباز سہون میں داخل ہوئے تو آپ نے جس جگہ قیام کیا، وہ طوائفوں کا محلّہ تھا۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ جس دن آپ اُس محلّے میں داخل ہوئے تو اُس رات کوئی بھی محلّے میں گناہ کی نیّت سے داخل نہ ہو سکا۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر آدمی اپنے دل میں ایک خوف محسوس کر رہا تھا، حالانکہ کوئی اُنہیں وہاں جانے سے روک نہیں رہا تھا۔ ایک دو روز میں ہی سب آدمیوں نے وہاں جانا بند کر دیا۔ اُن عورتوں نے اس عجیب واقعے کا ذمّہ دار اُن درویشوں کی موجودگی کو ٹھہرایا اور راجہ کو اِس کی شکایت دینے پہنچیں۔

یہ راجہ، جو اپنی طاقت کی وجہ سے تکبّر اور غرور سے سرشار تھا، اُس نے درویشوں کو خبردار کرنے کے لئے اپنے سپاہی بھیج دیئے، لیکن سپاہیوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خیمے میں داخل ہونے لگے تو اُن کے قدم وہیں جم گئے۔ جیسے کسی نے اُن کو پکڑ لیا۔

راجہ کے نجومی نے اُسے خبردار کیا تھا کہ یہ درویش اُس کی بادشاہت پر تباہی

Marfat.com

لائیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ وہی شخص ہیں جن کے مرید کو اُس نے پکڑ رکھا ہے۔

دراصل ہوا یہ تھا کہ کچھ دن پہلے، ایک درویش، جو لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا اس نے راجہ کے محل کی جنوبی دیوار کی طرف رہنا شروع کیا تھا جہاں خودرو جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ وہ درویش اُس جگہ کو روزانہ ۳ مرتبہ اپنے رومال سے صاف کرتا تھا اور وجد میں آکر چیختا تھا کہ: "میرا مُرشد آرہا ہے، لوگو آؤ، تم بھی میرے مُرشد کا استقبال کرو۔" وہ یہ کام ہر روز ۳ یا ۴ بار کرتا تھا۔ اتفاق سے راجہ کی بیٹی کی کھڑکی محل کے اُسی جانب کُھلتی تھی، اور درویش اور اُس کی حرکتوں سے وہ لُطف اندوز ہوتی تھی۔ لیکن کسی طرح سے یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ راجکماری اس درویش کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔ اس سے راجہ کو تاؤ آیا، اور اُس نے درویش کو قید میں ڈال دیا۔ راجہ کو بڑی فکر لاحق ہوئی جب اُس نے طوائفوں کے معاملے میں مات کھائی۔ اسلئے اس نے جواہرات سے بھری ایک طشتری نذرانے کے طور ولی کی خدمت میں بھیج دی، مگر اس طشتری کو حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے آگ میں بھونک دیا جس سے وہ راکھ میں تبدیل ہوئی۔

پھر ایک رات ایسا ہوا کہ عشار کی نماز کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے ایک طرف دیکھا، اور فرمایا: "بدّے اَب تم ہمارے پاس آؤ، تمہیں دیکھنے کے لئے ہماری آنکھیں بے تاب ہیں۔" آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے جیسے ہی یہ الفاظ ادا ہوئے، جیل میں بدّے کی تمام زنجیریں کُھل گئیں اور قید خانے کا دروازہ بھی کُھل گیا۔ بدّے نے ایک زوردار نعرہ لگا کر کہا: "میرا مُرشد آگیا۔" اور آنِ واحد میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ اُس کے سامنے موجود تھے، اور لمحوں کے اندر وہ اپنے گھر میں موجود تھے۔ یہ بھی ہوا کہ ولی کی کرامت

Marfat.com

کو دیکھ کر طوائفوں نے بھی توبہ کی اور اپنی زندگیوں کا دھارا بدل دیا۔

راجہ اپنی سلطنت میں ہونے والے اِن واقعات سے اس قدر پریشان ہوا کہ ایک دن، بدلے لینے کی خاطر، راجہ نے حرام گوشت پکوا کر درویش کے پاس بھیج دیا۔ لیکن جیسے ہی لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اُس طشتری پر پڑی، آپ نے غصے میں آکر وہ طشتری نیچے گرا دی۔ اُسی لمحے پورے سہون میں زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے اور بس ۲ یا ۳ جھٹکوں نے راجہ کے پورے قلعے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا، جس کے ساتھ اُس کے شر اور فساد کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی منتقل سکونت سہون میں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ بیاں اتنا خوبصورت تھا کہ لوگ آپ کا جُمعہ کا خُطبہ سُننے کے لئے دُور دراز علاقوں سے آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز اس قدر پُرسوز اور سُریلی تھی کہ سُننے والوں کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں تھیں اور اُنہیں وجد میں لاکر روحانی بلندیوں تک لے جاتی تھی۔ قحط کے دنوں میں اُن کی دُعاؤں سے بارش برستی تھی، اور کسی بھی بیماری کی حالت میں، آپ رحمۃ اللہ علیہ فقط مرض سے یہ فرماتے تھے کہ: "اے مرض، میں تجھے اللہ پاک کا واسطہ دیتا ہوں، تو چلا جا۔"

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت یہ تھی کہ: ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیاحت کے دوران جونا گڑھ پہنچے، تو وہاں لوگ ایک عجیب حالت میں تھے۔ دن کے ایک خاص وقت ایک لاٹھی اور ایک زنبیل نہ معلوم سمت سے ظاہر ہوتیں اور لوگوں کی طرف جاتیں۔ کوئی بھی اس کاسے کے پکڑنے والے کو نہیں دیکھ پاتا، مگر وہ ایک صدا سنتے جو کہتی تھی کہ: "جسے کچھ دینا ہے، اُسے اس زنبیل میں ڈال دو۔" یہ کاسا تھا تو چھوٹا سا؛

Marfat.com

مگر اس میں بہت کچھ سما سکتا تھا۔ اُس جگہ ایک درویش رہا کرتا تھا، لیکن اُنکی کوششوں کے باوجود یہ عجیب و غریب واقعہ نہیں رُکا۔ جو بھی اِس زنبیل میں کچھ ڈال دیتا، اُسے کسی نہ کسی طرح مالی فائدہ پہنچتا۔ لیکن جو بھی اس غیبی شخص کے حکم کو نظر انداز کرتا، اُسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچتا، لیکن لوگ پھر بھی اس پوری صورتحال سے گھبراتے رہتے تھے۔

جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اُس جگہ پہنچے اور اُنہیں اس واقعے کا علم ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس محلے میں تشریف لے گئے۔ جہاں یہ واقعہ کئی سال سے رونما ہو رہا تھا۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ وہاں ایک ڈنڈا اور ایک زنبیل ہوا میں گردش کر رہے تھے، اور لوگ بڑی عقیدت سے اُس میں نذرانہ ڈال رہے تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک دروازے کے قریب کھڑے ہو گئے اور جیسے ہی وہ ڈنڈا اور زنبیل آپؒ کے پاس پہنچے، تو آپ نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ ڈنڈا اور زنبیل خود ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر تمام محلے والے اور وہ درویش حیران رہ گئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ڈنڈا ہاتھ میں لے کر فرمایا: "یہ مجھے دیدو۔" اور زنبیل درویش کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: "یہ زنبیل تم اپنے پاس رکھو، آج سے تم زنبیل شاہ ہو، جو بھی تمہاری زنبیل سے کھائے گا وہ فیضیاب ہوگا۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کے مطابق وقت نے ثابت کیا کہ زنبیل شاہ کا فیض آج دن تک جاری ہے۔ اپنے آخری سالوں میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حالتِ جذب و سکر میں رہا کرتے تھے، اگرچہ آپ کا جذب آپ کی جوانی میں ہی نمایاں رہتا تھا، لیکن آخری ایام میں مدہوشی آپ پر زیادہ غالب رہتی تھی۔ لوگوں نے آخری سالوں میں آپؒ

Marfat.com

کی شاعری کے ذریعے سوز و عشق، بےخودی اور جانثاری کے سبق سیکھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ نغمگاری آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی عام ہو چکا تھا۔ اگرچہ بظاہر آپ کا ساز شعبان ۶۷۳ھ ہجری میں خاموش ہو گیا تھا، لیکن آج بھی آپ کے نغمۂ عشق اور دھمال کی گونج دنیا بھر میں سنائی دے رہی ہے۔ اور اس طرح آخر کیوں نہ ہو؟ اللہ کے ولی کے دھمال کو کون روک سکتا ہے؟ کون بھلا اُس شخص کی مستی کو ختم کر سکتا ہے جن کو اللہ نے خود اپنے دستِ غیب سے شرابِ عشق پلائی ہو؟ کون بھلا اُن سب کے سُرور اور بیخودی کو دھیما کر سکتا ہے جنہوں نے جامِ قلندری سے پی رکھا ہو؟ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے جام سے نوش کی ہو؟ وہ شخص جو فرمایا کرتے تھے کہ:

ے حیدریم قلندرم مستم
بندہ مُرتضٰے علی ہستم

کیا ایسا شخص اپنے محبوب سے دُور رہ سکتا ہے؟ یہ کیسے ممکن تھا کہ آپؒ اپنے رسُولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے گھرانے کا حصّہ نہ ہوتے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ ابنِ رسول تھے اور آپ کی رگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لہو مبارک زمان کے خاتمے کے اس دور میں عہدِ وفاداری کا تقاضہ کر رہا تھا۔ یہ تقاضہ ایک قوتِ سچائی کا تھا، عشق میں ایک ولولے کا تھا، اور روحانیت میں ایک نئی بلندی کا تھا، جو دنیا کے اِن آخری ایام میں وقت کی ضرورت تھی۔

تو اس طرح اللہ کے قلندر نے اپنے الفاظ کا پاس رکھا، انہوں نے اپنا وعدہ وفا کیا اور بڑی خوبصورتی سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اُس روز تھام

Marfat.com

لیا' جیب سیہون شریف میں، بروز ۷ جمادی الثانی ۱۴۳۲ ہجری کے دن، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے سلسلۂ نظامیہ نوریہ میں داخل ہوئے۔ اللہ کی رحمتیں ہوں، اللہ کے قلندر اور اُنکی اِتباع کرنے والوں پر۔ اللہ کی رحمتیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور اُن تمام لوگوں پر جو کشتیٔ نورِ نبی پر سوار ہیں۔

سب کو یہ اِدغام (یعنی ملاپ) مبارک ہو۔ اور اللہ کی مبارک بعد اُن سب کو جو لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی چادر کے نیچے ہیں۔ آپ سب کی نظر میں اِس اِدغام کے معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب جو اَب اللہ کے قلندر سے محبت کریں گے دل کی گہرائی سے، وہ قلندری رنگ جذب کرنا شروع کریں گے۔ وہ اَب ایک نئے جذب، نئی بے خودی، نئے حال میں ہوں گے۔ اُن کے دل ہر وقت حالتِ رقص میں ہوں گے۔ اُن کے پاؤں دھمال کے جوش و وَلولے میں ہونگے، اور وہ دھیرے دھیرے رجال اللہ کے مرتبے تک جا پہنچیں گے۔ یعنی اللہ والے لوگ۔

سلسلۂ نظامیہ' نوریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ ہے، اور آپ سب اُس کا لازمی حصہ ہیں۔ آپ کے مُرشد افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے باعث ایک قلندری رنگ پہلے سے موجود تھا، لیکن اَب اُس قلندری رنگ میں ایک سُرخی آگئی ہے جو کربلا کا حصہ ہے۔ وہ سُرخی جو حضرت امام مہدی کے زمانے کی سُرخی ہوگی، یعنی دجّال کی آمد کے وقت کی سُرخی۔ کیا کوئی ہے جو اس لال چادر کے سامنے آسکے؟ کیا کوئی ہے جو اُس کشتی کے سامنے آسکے جو اپنے بادبان پر عَلَمِ الفتح لہرائے ہوئے ہے؟ کیا کوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت اور اللہ کی قوت کے آگے آسکے؟ بے شک ایسا کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اے اُمتِ محمدی ! اس خوبصورت دن میں خوشیاں مناؤ۔ خوشیاں مناؤ اور اللہ کے قلندر کے ساتھ دھمال کرو، کیونکہ اَب تو اللہ نے اُنہیں دائمی طور پر آپ سب کو عطا کیا ہوا ہے۔ اَب آپ سب اُن کے ساتھ مل کر کہہ سکتے ہیں :

مُرتضٰی شیرِ یزداں ہست علی کرم اللہ وجہہ
شاہ اعلٰی ولایت آں ہست علی کرم اللہ وجہہ
حضرت حسن رض حسین رض جانِ ہست علی کرم اللہ وجہہ
ہر دو عالم کرد نام و نشاں ہست علی کرم اللہ وجہہ

حیدریم قلندرم مستم
بندہِ مرتضٰی علی ہستم

آمین
(ثم آمین)

Marfat.com

۱۳ جولائی ۲۰۱۲ء
۲۲ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

(۲۳۴)

دل کی رکھوالی

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو سب سے عظیم ترین ہے؛ تمام چیزیں، خواہ زندہ ہیں یا بے جان، سب اُس کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ لیکن، یہ اُسی کے اختیار میں ہے کہ کس کے سجدے کو قبول کرے اور کس کو رَد کرے۔ وہ رازوں کے راز کو جانتا ہے۔

درود و سلام رحمت اللعالمین پر، جو اللہ کے دل کے پاسدار ہیں، جو اپنی کشتیءِ نورِ نبی کے کپتان ہیں، جو زمانہءِ آخر کی کشتی ہے۔

ﷺ

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ تمام نوریوں پر سلامتی ہو، جو دلوں کی رکھوالی کا نازک کام سیکھ رہے ہیں۔ بے شک وہ سب سے بہترین کام سیکھ رہے ہیں، ایک ایسا کام جو اُنہیں زندگی بھر کرتے رہنا چاہیئے۔

جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے، دِلوں کے معاملات بڑے نازک ہوتے ہیں۔ ایک دل کو بڑی آسانی سے توڑا اور چھیدا جا سکتا ہے۔ اور پھر ایسے دل کو جوڑنا یا اُس کے دَرد کو دُور کرنا بڑا مشکل ہے۔

Marfat.com

دل وہ جگہ ہے جس میں اللہ رہتا ہے، یہ ہے اُس کا مقامِ تقدّس۔ تو پھر آپ سب اس نازک عضو کے بارے میں اتنے بے حس کیوں ہیں؟ آپ میں سے سب سے بہترین وہ ہیں جو دوسروں کی پالن ہاری کرنا جانتے ہیں۔ وہ خیال رکھتے ہیں اور اس انمول عضو کی طرف محتاط رہتے ہیں جو جملہ مخلوقات کا مرکزی نقطہ ہے۔

دل اُن سب میں موجود ہے جنہیں پیدا کیا گیا ہے۔ کچھ دل ایسے ہیں جن میں دھڑکن ہوتی ہے اور کچھ ایسے ہیں جو بِلا کسی دھڑکن کے ہیں۔ تاہم تمام دلوں کی رکھوالی ہونی چاہیئے۔ جیسے حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "جاننا چاہیئے کہ قلب گھر کی طرح ہے، اور وہ "نور" کا گھر ہے جو دائماً اللہ تعالیٰ کی مدِ نظر رہتا ہے۔ وہاں مندرجہ ذیل ، خزانۂ الٰہی ہوتے ہیں :۔ پہلا خزانہ : ایمان ، دوسرا خزانہ : عِلم، تیسرا خزانہ : تصدیق ، چوتھا خزانہ : توفیق ، پانچواں خزانہ : محبّتِ فقر، چھٹا خزانہ : اللہ تعالیٰ کی پہچان ، ساتواں خزانہ : توحیدِ باری تعالیٰ۔"

اگر دل ایک ایسا اہم مقام ہے تو پھر اس کے لئے دو قسم کے تفکرات ہیں :۔ پہلی، یہ ہے کہ خود اپنے دل کی نورانیت کو کیسے بڑھایا جائے؟، اور دُوسری ، یہ ہے کہ دوسروں کے دلوں کی دیکھ بھال کس طرح کی جائے؟ اگر ایک سالک یہ طریقے سیکھ لیتا ہے، تو راہِ سلوک میں اُس کا سفر نہایت آسان ہو جائے گا ☆ آیئے! پہلے سوال کا جواب دیتے ہیں۔

یہ سیکھیئے کہ دل آپ کے رب کا مسکن ہے ، اور وہ کسی کباڑ خانے میں نہیں رہتا۔ تو وہاں سے اس دنیا کا ملبہ ہٹا لیں ، اور اِسے اپنی پوری قوّت و طاقت سے

Marfat.com

ہٹائیں۔ ایک بار جو دُنیا کا گرد و غبار ہٹالیا جاتا ہے، تو پھر اپنے دل کو دوسروں کیلئے نرم و گداز بنائیے۔ وہ دل جو بے کار دنیاوی خواہشات سے بھرا ہوا ہو، وہ پُر اثر طریقے اور قوت سے نہیں دھڑک سکتا۔ اسے آپ اپنے مادّی دل سے موازنہ کر لیجئے۔

ایک دل جس پر زائد چربی اور کولیسٹرول کا خول چڑھا ہو اور ورزش نہ کرنے کی وجہ سے، اور کاہلانہ طرزِ زندگی بسر کرنے سے اپنی اچھی کارکردگی کھو چکا ہو، تو وقت گزرنے کے ساتھ اس کی دھڑکن دھیمی پڑجاتی ہے۔ نہ فقط اسکی تنگ شریانوں کی وجہ سے تمام جسم دوسری بیماریوں کا شکار ہوتا ہے، بلکہ خون کو مناسب انداز سے جسم میں پمپ نہ کرنے سے زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ دِل جو ایک ایسے شخص کا ہے جو اپنی غذا کا خیال رکھتا ہے، اور ورزش کرتا ہے، اسکی زندگی کا معیار یقیناً بہتر ہوگا۔ وہ نہ صرف اپنے کام میں زیادہ چُست ہوگا، بلکہ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر زیادہ چاک و چوبند ہو جائے گا۔ آخر، دل ایک گھڑی کے مانند ہی تو ہے جو ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رُکتی ورنہ وہ اپنی کارکردگی کھو دیگی۔

بلکل اسی طرح، ایک رُوحانی دِل کی بھی مناسب دیکھ بھال و پاسبانی ہونی چاہیئے۔ دنیا کا گرد و غبار اسے وزن دار اور سُست کر دیتا ہے اور یہ اپنی کارکردگی کھو سکتا ہے۔ کارکردگی سے مُراد رُوحانی کارکردگی ہے، جو ہر دل یا قلب کے پاس آپ کے اللہ کا دیا ہُوا ایک تحفہ ہے۔ یہ اسی کارکردگی کا حصول ہے جو اس راہِ سلوک میں سالکوں کی رفتار میں تیزی لاتا ہے۔ یاد رکھیئے کہ ایک قلب جو اس دنیا میں رہتا ہے، اُس میں یہ اہلیت ہے کہ وہ سات (۷) آسمانوں کو گزار کر سدرۃ المنتہیٰ سے

Marfat.com

بھی آگے جا سکتا ہے۔ اگر اللہ اُسے اپنی بارگاہ میں حاضر چاہتا ہو تو اُسے وہاں جانے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ ہے اہلیت ہر ایک انسانی قلب کی۔ اس کی بس ایک ہی شرط ہے کہ یہ پاک، طاہر اور اس دنیا کی آلودگی سے صاف ہو۔

جیسے کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، "وقت آگیا ہے کہ تم اپنے دل کو آگ کے ایک مندر کی طرح بنا لو۔ تمہارا جوہر سونا ہے جو خاک میں پوشیدہ ہے۔ اس کی چمک دمک کو ظاہر کرنے کے لئے تمہیں خود کو محبت کی آگ میں جلانا ہوگا" یہ الفاظ تو اس شخص کی زبان سے ہی ادا ہو سکتے ہیں جس نے ایک دِل کی قدر جانی ہے۔ کون جانتا تھا کہ رُوحانیت کا دروازہ صرف اِسی مقام میں موجود ہے۔ اگر آپ اس عضو کی پاسداری کریں گے، تو دونوں جہاں آپ کے لئے کھل سکتے ہیں۔

آیئے ایک دوسری مثال لیتے ہیں۔ فرض کریں کہ آپ کے مکان میں ایک کمرہ ہے۔ یہ بڑا اور کشادہ ہے۔ اس میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے، اور ایک دوسرا دروازہ ہے جو باہر ایک خوبصورت باغ کی طرف کُھلتا ہے۔ آپ اس کمرے کے مالک ہیں۔ مگر یہ کیا! آپ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنے دنیاوی سامان کا اُس میں ڈھیر لگانا شروع کرتے ہیں۔ آپ جب بھی بازار جاتے ہیں تو جو چیز آپ کو بُھاتی ہے، اُسے خریدتے ہیں اور حفاظت کی خاطر اُسے لاکر اس کمرے میں رکھ دیتے ہیں۔ آہستہ آہستہ بغیر احساس کئے، آپ الماریوں میں، درازوں میں، اور پلنگ کے نیچے، وغیرہ، سامان رکھنا شروع کرتے ہیں۔ اگرچہ کمرہ خاصا بڑا ہے لیکن آپ کی خواہشات کی حرص اُس کمرے سے زیادہ بڑی ہے۔ جلد ہی آپ اپنی

Marfat.com

خریدی ہوئی چیزوں کو دیواروں کے ساتھ، اور ہر خالی جگہ میں ٹھونسنا شروع کر دینگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو اُس کمرے میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملے گی، لیکن پھر بھی آپ نہیں رُکتے۔ یہاں تک کہ آپ اُسے اس قدر بھر دیں گے کہ آپ کے لئے کوئی بھی دروازہ کھولنا مشکل ہو گا، اور کوئی بھی اُس کمرے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

یہ ہے ایک دنیا سے بھرے ہوئے دل کی حالت! دنیا سے مکمل بھرا ہوا اور جس میں اپنی خواہشات کے سوا کسی اور کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اب کون اُس دروازے کو کھول سکتا ہے جو باہر خوبصورت باغ کی طرف کھلتا ہے، یعنی غیب کی دُنیا کی طرف، رُوحانیت کی دُنیا کی طرف۔ تو اس مثال سے یہ سبق ملا کر اپنے دِل کو کاٹھ کباڑ سے صَاف رکھیئے۔ اور اس کا بہترین طریقہ ذکرِ اللہ ہے۔ "اللہ" اور "اللہ ھو" کا ضرب، اگر پوری توجّہ سے کیا جائے، تو یہ آپ کے دل میں جمع شُدہ دُنیاوی انبار کو توڑنا شروع کر دے گا۔ بس ذکر کو تھوڑا سا وقت دینا ہے، آپ دُنیا کی محبت کو خود سے دُور کرنا شروع کر دیں گے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، ذکر، قرآن ہے، نماز، وظائف اور حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیئے کہ نفلی عبادات سے قوّت صرف اس وقت حاصل ہو گی جب آپکی پنج وقتہ فرض نمازیں قائم ہوں۔ اگر وہ قائم نہیں ہیں تو پہلے اُنہیں باقاعدگی سے ادا کرنے کی کوشش کریں، اور پھر اپنے دوسرے ذکر

Marfat.com

شروع کردیں۔ ذکر ایک پمپ کی طرح ہے جو دل میں زوردار طریقے سے توانائی داخل کرتا ہے۔ جو زبان ہر وقت ذکر سے تر رہتی ہے، وہ جلد ہی اللہ کی نافرمانی ترک کریگی، اور اُس سے تلخ اور نفرت انگیز باتیں نکلنا بند ہو جائیں گی۔ اسے ایک بڑی کامیابی قرار دیا جاسکتا ہے اگر آپ اپنی زبانوں کو قابو کرسکیں!

اللہ کا کلام "نور" ہے اور ہر قسم کا ذکر سالک کے دِل میں نورانیت لاتا ہے۔ اگر کوئی سالک یہ چاہے کہ روحانیت آئے اللہ سے، لیکن رسولِ پاکؐ کے ذریعے سے، تو وہ اپنی صبح کی نماز میں "صلوٰۃِ نورِ نبی" شامل کرلیا کرے۔ وہ خوش نصیب جو یہ صلوٰۃ باقاعدگی سے پڑھتے ہیں، اور اس کے ساتھ اپنی پنج وقتہ فرض نمازیں بھی ادا کرتے ہیں، اُنہیں "نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم" عطا ہوگا۔ آپ کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے؟

☆ دوسری چیز جو آدمی کو نورانیت کے بعد اپنے قلب کے لئے طلب کرنی چاہیئے، وہ ہے دل کی نرمی۔ یہ صرف دو (۲) چیزوں سے حاصل کی جاسکتی ہے: ایک، توبہ کے آنسو، اور دوسرا، صبر و تحمل، خاص طور پر لوگوں کے معاملات میں۔ توبہ کے اشک وہ ہیرے ہیں جو کبھی بھی زمین پر نہیں گرتے، سچے اشکوں کو اللہ کے ملائک چُن لیتے ہیں اور وہ اُن سے آپ کے اعمال نامے کی سیاہی کو صاف کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آنسو اتنے اہم ہیں۔ آپ جتنی زیادہ توبہ کریں گے، تو آپ دوسروں کی طرف اُتنے ہی حساس اور نرم ہوں گے۔

کریمانہ الفاظ، دوسروں کے لئے حقیقی فکر، اچھے اخلاق، درگزر، یعنی

Marfat.com

دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا، اور بغیر شرائط سے محبّت کرنے کی اہلیت، یہ سب نرم اور مہربان دلوں کی فصل ہیں۔ دوسروں کے دُکھ کو دیکھ کر یہ فوراً ہی متاثر ہوتے ہیں۔ یہ دوسروں کی خوشی میں خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کے غم میں غمزدہ ہوتے ہیں۔ بے شک ایسے دل بہت کم ہیں، مگر جہاں بھی یہ ہیں، یہ اللہ سے وَابستہ ہیں۔

اَب دلوں کے بارے میں ایک اور سوال اُٹھتا ہے کہ آپ دلوں کی پاسداری کس طرح کرتے ہیں؟ اس سے پہلے کہ ہم اس کا جواب دیں، آیئے یہ گفتگو سُنیں: کسی نے کہا: "میرا دل اتنا چھوٹا ہے کہ تقریباً نظر ہی نہیں آتا۔ آپ کس طرح اس میں اتنے بڑے غم رکھ سکتے ہیں؟" جواب مِلا: "دیکھئے، آپ کی آنکھیں تو اس سے بھی زیادہ چھوٹی ہیں، مگر وہ پُورے جہان کو دیکھتی ہیں۔"

اگر اپنے اطراف نظر ڈالیں تو آپ کو ایسے کئی لوگ نظر آئیں گے جنہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ دوسروں کے دلوں کی پالن ہاری کرنا کتنا اہم ہے۔ اُن کی توجّہ اُن کے اپنے دلوں پر اس قدر شدید ہے کہ وہ اپنے ہی بھائیوں کو نظر انداز کرتے ہیں اور اپنے اِردگرد کی دُنیا کو بھی۔ اُن کی نگاہ میں دُنیا اس لئے ہے تاکہ وہ اُس میں سے "لے" سکیں، لیکن اُن کے پاس "دینے" کا تصوّر نہیں ہے۔ وہ اِس قدر بخیل ہیں کہ ہمدردی کے دو لفظ بھی اُن کے لئے اتنے بھاری ہیں کہ انہیں اپنی زبان سے ادا کرنا مشکل ہے۔

وہ الفاظ جو دلوں پر اثر کرتے ہیں، وہ سچے، نرم، اور مہربانہ ہیں۔ اسکے

Marfat.com

مقابلے میں سخت الفاظ کانٹوں کی طرح ہیں جو دلوں کو آسانی سے چھبھاتے اور چیر سکتے ہیں۔ ذرا ایک لمحے کے لئے سوچئے کہ آپ اپنی بیگم سے کس طرح بات کرتے ہیں، یا اپنے بچّے سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنے بھائی سے، اپنے دوست سے، یا اپنے دفتر میں اپنے افسر سے یا اپنے ماتحت سے، آپ کو احساس ہوگا کہ آپ کی آواز کا لہجہ ان تمام رشتہ داروں اور جاننے والوں کے ساتھ تبدیل ہوتا ہے۔ اکثر اوقات گھرانے، یعنی بیوی بچّوں کو آپ کے غصّے کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دن بھر کا آپ کا غصہ بڑی آسانی سے آپ کے گھرانے پر برستا رہتا ہے۔ لیکن جب آپ کا افسر یا کوئی دوست سامنے ہو تو آپکی زبان بہترین الفاظ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور پھر یہی زبان ہی اپنا رنگ بدلتی ہے، جب کوئی ماتحت یا غریب رشتے دار آپ سے مدد طلب کرنے آئے۔

آپ کی زبان دراصل اپنی مرضی سے شیرین سے تلخ ہوتی ہے، اور اس دوران بڑی بے شرمی سے کئی لوگوں کے دلوں کو توڑتی ہے۔ صرف اپنی زبان کو قابو میں رکھ کر آپ اپنے ۷۰ و ۸۰٪ مسئلوں کو قابو کر سکتے ہیں۔ اسی لئے جب بھی آپ کا ارادہ کسی سے کچھ کہنے کا ہو تو خود کو چند لمحوں کے لئے رُوکئے اور سوچئے کہ وہ الفاظ جو ابھی آپ کہنے جارہے ہیں، کیا ان ہی الفاظ کو آپ اپنے لئے سننا پسند کریں گے؟ کیا یہ الفاظ پھول کی پتّیوں کی طرح ہیں، یعنی دوسروں کے لئے نرم اور کریمانہ، یا کانٹوں کی طرح تیز اور تکلیف دہ؟ یقین کیجئے، بولنے سے پہلے سوچنے سے آپ کو احساس ہوگا کہ آپکی آدھی باتیں بے معنی اور

Marfat.com

سنگدلانہ ہیں، اور اس طرح آپ نے حقیقت میں کئی مرتبہ دوسروں کا دِل انجانے میں توڑا۔

ایک دل اللہ سے وابستہ ہے، یعنی وہ دل جس میں کلمۂ توحید ہے، اس لئے اِسے قیمتی سمجھنا چاہیئے۔ اگر آپ کے خیال میں آپ کی کسی کے ساتھ اچھی طرح بن نہیں سکتی، تو اپنے اور اُس کے درمیان کچھ فاصلہ رکھیئے، لیکن اُس کے باوجود اس سے ناطہ نہ توڑیئے۔ اگر ایسا شخص کبھی محتاج ہو جائے، تو آگے بڑھیئے، اُس کی مدد کیجئے اور اُس سے شفقت کے ساتھ بات کیجئے۔ کون جانے، کل کے دشمن آنے والے کل کے دوست بن جائیں؟

اے اُمّتِ محمدی! دلوں کے رکھوالے نہایت خاص لوگ ہوتے ہیں، وہ خود کو کئی بڑے گناہوں سے بچاتے ہیں صرف اپنی اس خوبی کے باعث۔ ایک آدمی کا دل ایک بچے کی طرح معصوم ہونا چاہیئے۔ اُسے کسی اور کے دُکھ پر رونا چاہیئے اسی طرح کہ گویا وہ چوٹ خود اُسے لگی ہو، اور اُسے دوسرے لوگوں کی خوشی پر خوش ہونا چاہیئے۔ اس طرح ہوتے ہیں اہلِ دل، وہ جن کے اپنے دِل سونے کے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: "اگر کوئی امیر شخص سونے سے بھری ایک سو (۱۰۰) بوریاں اُٹھا لائے، تو اللہ صرف یہ کہے گا: "دل لاؤ، اے بوجھ تلے دبے انسان۔ اگر دل تم سے راضی ہے، تو میں بھی راضی ہوں؛ اور اگر دل تمہارے مخالف ہے، تو میں بھی تمہارے خلاف ہوں۔ میں "تم" پر توجّہ نہیں دیتا، میں دل کو دیکھتا ہوں۔

Marfat.com

اے بے چاری رُوح، لے آؤ اُسے (یعنی دِل کو) میرے در پر تحفے کے طور!
جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ دِل ماں، باپ اور تمام مخلوقات کی اصل
ہے۔ جو دل کو جڑی سے جانتا ہے، وہ قسمت والا ہے۔" آپ کہیں گے، " دیکھئے
میں آپ کے لئے ایک دل لایا ہوں!" اللہ کا جواب ہوگا: " دنیا ایسے دلوں
سے بھری پڑی ہے۔ وہ دل لاؤ جو دنیا کا محور ہو اور رُوحِ آدم کی رُوح کی رُوح
ہو۔" تمام دلوں کا بادشاہ ایک ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہو۔"
اللہ ہمارے دلوں کو سچی محبت سے سرشار کر دے تاکہ ہمیں اُس
کی رضامندی حاصل ہو۔

آمین

ثم آمین

Marfat.com

۲۰ جولائی ۲۰۱۲ء
۲۹ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

(۲۳۵)

اِستقبالِ رمضان

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی بادشاہی منصفانہ اور بے عیب ہے۔ جس کے قلم نے ہر ایک کا مقدر رکھ دیا ہے، اور جو اپنی مرضی کا خود مالک ہے۔

درود و سلام اُس پاک نفس اور پاک جان پر جو اَب تک پوری آب و تاب کے ساتھ اس دنیا میں موجود ہیں، اپنی اُمّت کی رہنمائی کرتے، اور اُن میں سے ہر ایک کے لئے دُعائیں کرتے ہوئے۔

ھ

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ان تمام صائموں (روزہ داروں) کے لئے جو بڑے ذوق سے رمضان شریف کے منتظر ہیں۔

روزہ صبر ہے، خاص طور سے وہ روزے جو گرمی میں آتے ہیں۔ (اس میں) دن بڑے اور راتیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ جُھلسا دینے والی گرمی بھی اپنا کام دیکھاتی ہے، لیکن اس کے باوجود کسی بھی موسم کے روزے، خواہ گرمی کے ہوں یا سردی کے، ان کا اپنا مزہ ہے۔ اگر آپ گرمی کو صرف ۵۰ فیصد بڑھائیں اور ماحول کی سختی کئی گُنا بڑھادیں، تب آپ کو احساس ہوگا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اور ان کے صحابہ کس طرح روزہ رکھتے ہوں گے۔

آج کے اس زمانے نے آپ کو کئی آسائشیں دے رکھی ہیں۔ آپ کے پاس A/C ہیں آپ کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے، آنے جانے کے لئے کاریں ہیں۔ حتیٰ کہ اوقاتِ کار بھی کم ہیں۔ اس لئے رمضان آپ سب کے لئے آسان ہو جاتا ہے، یعنی اگر آپ اسے اس نظر سے دیکھیں تو۔ رمضان بنیادی طور پر تزکیۂ نفس ہے، آپ کے باطن کی صفائی ہے۔ یہ صبر، تحمل اور نظم وضبط والی عبادت ہے۔ آپ میں سے اکثر پورا سال اس ماہ کے آنے کے منتظر رہتے ہیں۔ اور آخر ایسا کیوں نہ ہو؟ کیا اس ماہِ مبارک میں اللہ کی رحمتیں بارش کی طرح نہیں برستیں، اور کیا دِل نیک اعمال کی طرف نہیں کھنچتے؟

جب آپ روزہ رکھتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کھانے پینے کے عمل سے رُکتے ہیں، یعنی اُس عمل سے جو آپ کے وجود کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ یہ پابندی آپ کو اللہ کے احکامات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار کرتی ہے۔ شروع میں یہ کتنی ہی مشکل کیوں نہ نظر آتی ہوں، مگر انسانیت کے لئے اِنمیں حکمت اور فائدے ہیں۔

اگر آپ صرف روزے کے بارے میں سوچیں، تو شروع میں یہ آپ کو آسان دِکھائی دے گا۔ اکثر اوقات لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ غذا اور پانی کے بغیر گزارا کر سکتے ہیں۔ لیکن اصل مسئلہ تو اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ صرف کھانے اور پینے پر قابو پانا نہیں ہے۔ اصل کنٹرول تو ان کی

Marfat.com

زبان، مزاج، نفس اور دین کے معاملے میں اُن کی کاہلی پر ہے۔

جب وہ ان چیزوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں، تب انہیں احساس ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی خواہش کو قابو کرنا دوسری چیزوں کے مقابلے میں آسان تر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان عادتوں پر قابو پانا بہت ہی مشکل ہے جو زندگی بھر آپ پر غالب رہی ہوں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رمضان کے لئے تیاری، سال کے شروع ہی سے کرنی چاہیئے۔

غصہ اور زبانیں بالکل جنگلی گھوڑوں کی طرح ہوتے ہیں، یعنی اگر آپ انہیں لگام نہیں دیں گے، تو یہ آپ کو ایسے حالات سے دوچار کرا دیں گے جن کے بارے میں آپ نے سوچا بھی نہ ہوگا۔ انسان میں کئی ایسی فطری صلاحیتیں ہیں جو بالکل ایسی ہیں جو جانوروں میں پائی جاتی ہیں، جیسے کہ کھانا، پینا، غصہ کرنا، ڈرنا وغیرہ۔ ایک انسان اور حیوان میں امتیازی فرق یہ ہے کہ انسان ان ضروریات اور خواہشات پر قابو پاتا ہے۔

اگر کوئی جانور بھوکا ہے اور اس کے آگے کھانا رکھا ہوا ہے، تو اُسے اُس پر جھپٹنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ بات ان جانوروں میں دیگر خواہشات کیلئے بھی درست ہے کیونکہ وہ ان کے قابو سے باہر ہیں۔ بالکل اسی طرح وہ انسان جو اپنے جذبات اور خواہشات کے زیر اثر رہتے ہیں اور ان جذبات کو خود پر غالب ہونے دیتے ہیں، وہ بھی حیوانی زندگی بسر کرتے ہیں۔

کیا آپ نے کئی ایسے پختہ زَن لوگ نہیں دیکھے ہیں جو، جب غصے میں

Marfat.com

میں سے کئی از خود یہ کہتے ہوں گے

م پر غالب آجاتا ہے، (لیکن) ایسا کچھ

ری ہو جاتا ہے جسے ہم قابو نہیں

ھماکہ خیز مواد ہے جو بڑی نفرت

ے عمل کے دوران نہ فقط دِل اور

د بھی متاثر ہوتی ہے۔

پنے ناقابلِ قبول رویے پر عُذر پیش

ے یا بیزار تھے یا بس فکر مند تھے

حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دِلوں

ب پر غلبہ ہے۔ کیا آپ کسی ایسے

جسے ابھی ابھی جنگل سے پکڑ کر لایا گیا

جب تک گھوڑے کو باضابطہ سِدھایا

پر سوار ہونے کی کوشش کریں گے،

ں وہی لوگ اس وقت کوئی احتیاط نہیں

اگر آپ دوسروں کے جذبات سے کھیلتے ہیں، تو کچھ ہی دیر میں آپ اس قدر بے پرواہ ہو جائیں گے کہ آپ اللہ کے دوسرے احکامات کو بھی توڑنے میں پس و پیش نہیں کریں گے۔ آپ کسی شخص کا اللہ سے قربت کا اندازہ کس طرح لگا سکتے ہیں؟ بس یہ دیکھئے کہ اس کے اپنے اِرد گرد کے لوگوں سے رویہ کیسا ہے۔ اگر وہ سخت، مغرور، بدتمیز، بددماغ اور دوسروں کے جذبات سے بے پرواہ ہے، تو یہ سمجھئے کہ اس کی عبادات محض اس کے اپنے لئے ہیں۔ وہ صرف اس دُنیا سے وابستہ ہیں اور ان کے اعمال میں اتنی قوت نہیں کہ وہ آسمانوں کی طرف بلند ہوں۔

کیا ان کے لئے یہ بات قابلِ رحم نہ ہوگی جب یومِ حساب پر یہ سخت الفاظ، یہ بے قابو غصہ اور نفس کی بے انداز خواہشات ان کے اعمال نامے کو پشیمانی اور دُکھوں کی ایک کتاب بنا دیں گے جو ان کے مالک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گی۔ تو پھر کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آپ اپنا سبق اس وقت سیکھ لیں جب آپ ابھی زندہ ہیں، جب آپ کے پاس موقع ہے کہ آپ اپنے غلط اعمال کا ازالہ صحیح اعمال سے کریں؟

اگر آپ دنیا کو چھوڑ کر جانے والے قبروں میں لیٹے ہوئے لوگوں میں کسی ایک سے پوچھیں کہ کیا وہ اس دُنیا میں واپس آنا چاہتے ہیں، اکثر اوقات جواب "ہاں" میں ہوگا۔ وہ "ہاں" اس دُنیا کی محبت کی خاطر نہیں کہیں گے، بلکہ اس لئے کہ وہ اس دنیا میں ایک اور موقع چاہیں گے۔ وہ اس لئے واپس آنا چاہیں گے تاکہ تمام برے اعمال کا ازالہ کر سکیں اور اللہ کے احکام پر چل سکیں تاکہ ان کا

Marfat.com

اس ماہِ مبارک سے بھرپور استفادہ کریں جس میں اللہ کی رحمتیں سچے دلوں پر برستی ہیں۔ رمضان اُمّت کا مہینہ ہے، صبر کا مہینہ ہے، مجاہدہ اور تربیت کا مہینہ ہے۔ روزہ، اسلام کا چوتھا ستون ہے اور اس مہینے میں روزہ رکھنا ہر بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے۔ کلامِ پاک میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے گزرے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔" (البقرہ۔ آیت ۱۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: "اس ماہِ مبارک میں چار کام کثرت سے کریں ان میں سے دو ایسے ہیں جو رب کو راضی کر سکتے ہیں، اور دوسرے دو ایسے ہیں کہ کبھی نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ پہلے دو کام جن سے آپ کے اللہ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے: (۱) پہلے یہ کہ: "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کا کثرت سے وِرد کریں، (۲) اور دوسرا اپنے رب سے مغفرت مانگیں۔ اور باقی جو دو چیزیں ہیں جو کبھی بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتیں وہ ہیں: (۳) اللہ سے جنت طلب کرنا، اور (۴) اللہ سے دوزخ کی پناہ مانگنا"

یہ مہینہ مستقبل کے لئے آپ کی کمائی کا مہینہ ہے، یعنی آخرت کی کمائی کا۔ یہ مہینہ بے حساب نیکیوں کا مہینہ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے، اور ایک فرض کا ثواب ۷۰ فرض کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"رمضانُ المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے

Marfat.com

جاتے ہیں اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ بھی رمضان شریف کی آخری رات آنے تک بند نہیں کیا جاتا اور کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان شریف کی راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر سجدے کے بدلے میں ہزار نیکیاں لکھے گا، اور اس کے لئے جنت میں سُرخ یاقوت کا ایک مکان بنا دے گا جس کے سات ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے لئے سونے کا ایک محل ہو گا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہو گا۔ پھر جب روزے دار رمضان المبارک کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اور اس روزے دار کے لئے روزانہ صبح کی نماز سے لیکر غروبِ آفتاب تک ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہتے ہیں۔ اور رمضان شریف کی رات یا دن میں (اللہ کے حضور) جب کوئی سجدہ کرتا ہے، تو ہر سجدے کے عوض اس کو جنت میں ایسا درخت ملتا ہے جس کے سائے میں سوار پانچ سو برس تک چل سکتا ہے۔"

اس مہینے کی اہمیت سمجھنے کے لئے آپکو چاہیئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کو جانیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: "رمضان کے لئے میری اُمت کو پانچ ایسی نعمتیں عطا کی گئی ہیں جو کسی دوسری اُمت کو نہیں دی گئیں ہیں:

۱۔ روزے دار کے مُنہ کی بدبو (جو روزے کی وجہ سے ہوتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

Marfat.com

۲۔ اُن کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہیں، اور افطار کے وقت تک کرتی ہیں۔

۳۔ جنّت، ہر روز، اُن کے لئے سجائی جاتی ہے۔

۴۔ اس ماہِ مبارک میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

۵۔ رمضان کی آخری رات میں روزے داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: "یہ شبِ مغفرت، شبِ قدر ہے؟"، فرمایا: "نہیں، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔"

اس ماہِ مبارک کی طاق راتوں میں ایک ایسی رات ہے جسے شبِ قدر کہتے ہیں جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جیسے کہ قرآن میں ارشاد ہے: "بلاشبہ، ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا، اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور رُوح اپنے رب کے حکم سے ہر معاملے لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ رات سر تا سر سلامتی ہے۔ یعنی اس کی خیر و برکت صبح طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔" (سورۃُ القدر)

ایک ایسی رات جو آپ کے اعمال نامے کو اسطرح صاف کر سکتی ہے کہ اس میں کوئی گناہ باقی نہ رہے، بس آپ کی عبادات اور آپ کے نیک اعمال اس میں رہیں کیا یہ آپ کے رب کی طرف سے ایک نعمت نہیں ہے؟ یہ نعمتیں خاص ہیں جو اُمتِ محمدی کو عطا کی گئی ہیں تا کہ وہ ایسی راتوں اور ایسے مہینوں سے فائدہ

Marfat.com

اٹھا سکیں۔ یہ ہیں وہ آسانیاں اور انعامات جن کی ضرورت خاص طور سے زمان کے خاتمے کے دَور میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ایک نہایت خوش قسمت اُمت ہے۔ وہ ہر وقت اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں ہیں، جو خود بھی مسلسل ان کے لئے دست بہ دُعا رہتے ہیں۔ جب اللہ نے سب کو کئی مواقع دیئے ہیں کہ وہ توبہ کریں اور اللہ کی رضا حاصل کریں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے وقت کے مسلمان گمراہ ہوتے ہیں؛ نیک کام کرنے کے ان کے ارادے اتنے جلد کیوں ختم ہوتے ہیں، اور کیوں ان کی کوششیں ان کی زندگیاں نہیں بدل سکتیں؛

ان سب کا سبب یہ ہے کہ ان کی تمام عبادتیں، چاہے صوم وصلوٰۃ ہوں یا حج اور عمرہ ہوں، وہ رسمی طور کی جاتی ہیں ان کی اصل رُوح کے بغیر اگر آپ اِس سال روزوں کا ۱۰۰ فیصد ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو آپ روزہ رکھنے کے طریقے ہیں ذراسی تبدیلی لانے کی کوشش کریں۔ روزہ کے معنی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ روزہ کے معنی صبر اور تحمّل کے ہیں آپ کے جسم اور زبان دونوں کے ساتھ۔ تو جس طرح آپ اپنی بھوک کو قابو کرتے ہیں، اسی طرح اپنی زبان اور اپنے غصّے کو بھی قابو کریں۔

اس ماہِ مبارک کیلئے خود کو اس طرح تیار کریں کہ آپ پر دنیاوی کام کا غیر ضروری بوجھ نہ پڑے۔ اپنی عبادات اور اپنی رات کے نوافل یعنی تراویح کیلئے وقت نکالیں۔ ہر تراویح ہر رات کے لئے ایک نوری مشعل کی طرح ہے۔ قرآن

Marfat.com

کی تلاوت سے خاص کر اس مہینے میں قرآنِ پاک کے انوار آپ کے سینے میں داخل ہوں گے اور اُس کا حسن آپ پر زیادہ ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن کوشش کریں کہ قرآن اِس مہینے میں ہی مکمل ہو جائے۔ کتنی خوشی کی بات ہو گی اگر ختم القرآن کی تراویح میں شامل ہوں۔

ظاہراً تو ایسے لگتا ہو گا کہ آپ کے ۳۶۵ دنوں میں روزانہ دو گھنٹے نکالنا آپ پر بڑی زیادتی ہے، لیکن یہ یاد رکھیئے کہ یہ قرآن کی یہی خوبصورت آیتیں ہیں متاثر کن ذکر و اذکار ہیں، اور یہ ہی فرض اور نفلی سجدے ہیں جو آپکو آپکی قبر میں ساتھ دینے جا رہے ہیں۔ جب آپ اس پورے ماہِ مبارک میں اپنی مسجد کو اپنی تراویح سے جگمگائیں گے، تو آپ کا اللہ کیوں نہ آپکی قبر کو روشن کرے اور وہاں سے تمام فتنوں کو ہٹائے۔

اے اُمّتِ محمدی! اس ماہ سے بھرپور استفادہ کریں، شکر ادا کریں، استغفار کریں، جنت کی طلب کریں، اور اللہ سے دوزخ کی پناہ مانگیں۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی نے اللہ سے خلوص اور نیک نیتی سے مانگا ہو اور اللہ نے اس کی نہ سنی ہو؟ تو طلب کریں، دل سے طلب کریں، کامل صدقِ ایمان سے طلب کریں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ عطا کریگا۔ وہ عطا کرے گا کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے۔

اس خوبصورت مہینے کے موقع پر اللہ کی مبارک باد ہو۔ اللہ ہمیں اِس ماہ میں صحیح عبادت کرنے کی توفیق عطا کرے، ہماری خطاؤں کو معاف کرے اور ہماری نیتوں کو قبول فرمائے۔

آمین!

Marfat.com

۲۷ جولائی ۲۰۱۲ء (۲۳۶)
۷ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

اہلِ بیت کا طرزِ حیات

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو کائناتوں کا مالک ہے، جو سب کچھ جاننے والا اور غیب کا خالق ہے۔ یہ وہی ہے جس نے محبّت کو پیدا کیا اور خوب اچھّی طرح جانتا ہے کہ اس محبّت کے پانے والے کون کون لوگ ہوں گے۔

دُرود و سلام انسانِ کامل پر جو اس زمین پر ربِ رحمٰن کے نائب ہیں، اور جو جانتے ہیں کہ کس کس کو عشقِ الٰہی تقسیم ہو، کیونکہ یہ اللہ کے حبیب ہی ہیں جو اللہ کی نعمتیں تقسیم کرتے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو اللہ سے محبّت کرنے والوں پر، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلبیت سے محبّت کرنے والوں پر۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیت کے بارے میں گفتگو میں ہمیشہ ایک خاص قسم کا احساسِ جمال ہوتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسانِ کامل ہیں جن کے اہلِ بیت کاملین ہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ اُمت کے لئے ایک مثال ہے۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیت کا تذکرہ کرتے

Marfat.com

ہیں تو ہمیں اُس میں موجود ہر قسم کے تعلق اور رشتے آسانی سے نظر آجاتے ہیں۔

آج کے خاندانوں کے مقابلے میں وہ خاندان کتنے مختلف تھے۔ اُن کی زندگیاں رضائے الٰہی میں بسر ہوتی تھیں۔ اُن کی زندگیاں اسلام کے لئے وقف تھیں اُنکے پاس کثرتِ مال نہ تھی، مگر اُنکے دل سب سے زیادہ غنی تھے۔ وہ انتہائی پُرمسرت زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ دونوں جہانوں کے مالک تھے، اس دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی۔

آپ لوگ سب اپنی اپنی دُنیاؤں میں بہت مصروف ہیں۔ آپ ایسی گفتگو سُننا شاید پسند کرتے ہوں، لیکن ہوسکتا ہے کہ آپ کی نظر میں ۱۴۰۰ سالہ پُرانے طرزِ حیات کو اپنانا دشوار ہے۔ آیئے ذرا موازنہ کر کے دیکھتے ہیں کہ آپ اہلبیت کی مثالوں سے کتنا سیکھ سکتے ہیں، اور آج کے دور میں کتنا کچھ کیا جاسکتا ہے۔

حضرتِ علی کرم اللہ وجہہٗ کا گھرانہ چھوٹا سا گھرانہ تھا۔ اُن کا رہائش خانہ چھوٹا تھا اور گھریلو اثاثے کم تھے۔ لیکن پھر بھی یہ وہ جگہ تھی جس میں دُنیا جہان کے خزانے موجود تھے۔ یہاں محبت، اطمینان، مسکراہٹوں اور سکون کے خزانے تھے۔ خاوند محبت کرنے والے اور بیوی جذبۂ ایثار اور تواضع سے سرشار۔ یہ گھرانہ معصوم بچوں کی کِھل کھلاتی ہنسیوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ تھا اس مکان کا ماحول۔ اُن کی خواہش دُنیا کے لئے نہیں تھیں۔ انہیں تو بس اللہ کی خوشنودی چاہیئے تھی، جو اُن کی محبت کا منبع اور ایثار کا مرکز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے طرزِ حیات پر دُنیا کے آثار نہیں تھے۔

ایک دن بنو سلیم سے ایک شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور مسلمان ہوگئے۔ دین کے بارے میں ضروری تعلیم دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اُس سے پوچھا کہ کیا اُس کے پاس کچھ مال ہے، اُس شخص نے جواب دیا :

"یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو سلیم کے تین ہزار (۳۰۰۰) لوگوں میں سے مَیں سب سے زیادہ محتاج اور غریب ہوں "۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا : "کون اِس شخص کی مدد کرنا چاہتا ہے ؟" حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اُونٹنی اُن کے حوالے کر دی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا اُمامہ اُتار کر ان کے سر پہ رکھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا : "اِس کے کھانے پینے کا بندوبست کون کریگا؟" اس پر حضرت سلمان فارسیؓ اُن کو اپنے ساتھ لے گئے اور کئی دروازوں کو جا کے کھٹکھٹایا، لیکن کہیں سے کھانا نہیں مِلا۔

پھر انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دَر پہ دستک دی۔ پوچھا، "کون ہے؟" حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو سارا واقعہ سنایا اور عرض کیا : "اے سچے رسولؐ کی بیٹی ! برائے مہربانی اس مسکین کے کھانے پینے کا انتظام فرمائیں "۔ اس پر سیدۃُ النِّسَاءِ العَالَمِین نے بھیگی آنکھوں سے فرمایا : "اے سلمان ! اللہ کی قسم، آج فاقے کا تیسرا دن ہے، میرے دونوں بچے بھُوکے سو گئے ہیں، لیکن میں اس سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دوں گی۔ میری یہ چادر لے جا کے شمعون یہودی کو دے دیں (جس کے بدلے میں) اس آدمی کو کچھ کھانا پینا دلوا دیں "۔

جب سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سارا ماجرا اُس یہودی کو سنایا تو وہ حیران ہوا اور یہ یقین کرنے پر آمادہ نہیں ہوا کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ ہیں جو خود بھُوکا رہ کے دوسروں کو کھلاتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے فوراً کہا : "اے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خُدا کی

Marfat.com

قسم، یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت نے دی ہے۔ آپ میرے گواہ رہیئے کہ میں فاطمہ کے والد پر ایمان لے آیا!" پھر اُس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ غلہ دیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مبارک بھی لوٹا دی۔

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ غلہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کیا تو انہوں نے اُس کو پیسا اور اُس کی روٹیاں پکائیں۔ اس پر حضرت سلمان فارسی رضی نے کہا: "اے میرے آقا کی لختِ جگر، ان میں سے کچھ حسن کے لئے رکھ لیجئے۔" حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: "اے سلمان! جو چیز میں راہِ خدا میں دے چکی، وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔" پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ روٹیاں لے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں جنہوں نے وہ سب سائل کو دیدیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے ہاں تشریف لے گئے اور اپنا دستِ شفقت اُن کے سر پہ رکھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: "یا الٰہی! فاطمہ تیری بندی ہے، اس سے راضی رہنا۔"

اہلِ بیت کی دریا دِلی کی اس مثال کو دیکھئے اور اس کا مقابلہ اپنی زندگی سے کیجئے آپ کتنی مرتبہ فیاض ہوئے ہیں اور کھلے دِل سے محتاجوں کو دیا ہے؟ اُس وقت تو دینا آسان ہے جب آپ کا مال، آپ کی ضروریات سے زیادہ ہے، لیکن ذرا سوچیں کہ اُس وقت دینا کتنا مشکل ہوگا جب آپ خود تین دِن سے بھوکے ہوں۔ یہ تو اُس وقت ہو سکتا ہے جب آپکی اپنی ذات اللہ کی محبت میں فنا ہو چکی ہو۔

سخاوت اہلِ بیت کا امتیازی وصف تھا، اور بالکل اسی طرح یہ ہر مسلم

Marfat.com

گھرانے میں موجود ہونا چاہیئے۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ دو لوگ تھے، جنہوں نے اپنے گزارے کیلئے سخت محنت کی تھی۔ وہ دن رات کام کرتے تھے اور اللہ انہیں جو کچھ دیتا اس پہ شکر ادا کرتے۔

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کئی دنوں سے بھوکے تھے۔ شام کے وقت ایک تاجر اپنے اونٹوں کے ساتھ آیا اور اُسے اونٹوں سے سامان اُتارنے کے لئے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خدمت پیش کی، اور رات ہونے تک کام کیا۔ تاجر نے اُن کو اُجرت کے طور پر ایک درہم دیا۔ رات کافی ہو چکی تھی جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کچھ کھانے کا سامان خریدنے کے لئے ایک دوکان ڈھونڈ رہے تھے۔ آخر انہیں ایک کھلی دوکان مل گئی اور انہوں نے اُس درہم سے کچھ جَو خریدا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خاوند کی منتظر تھیں۔ جیسے ہی انہیں جَو ملی، انہوں نے اُس کو پیسا اور گوندا، اور پھر اُس کی روٹیاں پکائیں اپنے خاوند اور بچوں کے لئے۔ جب خاوند اور بچوں نے اپنا کھانا کھالیا، تو پھر بی بی فاطمہ رضہ اپنا کھانا کھانے بیٹھ گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ، "اس وقت مجھے رسول اللہ ؐ کے یہ الفاظ یاد آئے کہ: " فاطمۃ الزہرہ دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ہیں۔"

گھر کو ہمیشہ ایک مرد اور ایک عورت چلاتے ہیں۔ اگر دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لئے باہمی احترام ہے وہ جانتے ہیں کہ اُن کے حصّے کا کام ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ عام طور پہ عورت کی ذمہ داری گھر کو چلانا ہے اور مرد کی ذمہ داری اس گھر کو چلانے کے لئے کما کے لانا ہے، اگرچہ کبھی کبھار

Marfat.com

آمدنی میں مرد اور عورت دونوں کا حصّہ ہوتا ہے۔ اُن کے پاس اپنے کندھوں پر اُٹھائی ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے اختیار، احترام اور باہم قدرشناسی ہونی چاہیئے۔

یہ بات یاد رکھیئے کہ رزقِ حلال جو کسی گھر میں داخل ہوتا ہے، تو وہ اپنے ساتھ خیر و برکت لاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ رزق جو مشکوک یا حرام ذریعے سے کمایا جائے، وہ اپنے ساتھ منفی اثرات اور فساد لاتا ہے۔ دُنیا کے پیچھے بھاگنا بھی ایک بے ثمر اور تھکا دینے والی کوشش ہے کیونکہ دُنیا تو ایک سراب ہے: بھلا کسی کو سراب کے پیچھے بھاگنے سے کچھ ملتا ہے؟ کم پر مطمئن رہنے کی کوشش کریں کیونکہ اس سے حرص اور بے کار خواہشات پر قابو رہتا ہے۔ اہلِ بیت یہ نکتہ بڑی خوبی سے جانتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی خوشی میں بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کے دروازے پر ایک نقشی پردہ آویزاں کیا اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاندی کے کڑے پہنا دیئے۔ حسبِ معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اور کنگن کو دیکھا تو آپ ان کے گھر میں داخل ہوئے بغیر واپس آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں واپس چلے گئے۔ انہوں نے فوراً دروازے سے پردہ ہٹالیا اور بچوں کے ہاتھوں سے کنگن اُتار دیئے۔ بچے اپنے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے پہنچے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ

Marfat.com

سے مخاطب ہو کر فرمایا: "یہ میرے گھرانے والے (اہلِ بیت) ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اِن زخارف زرق برق آرائش سے آلودہ ہوں۔ انکے بدلے فاطمہ کیلئے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگن کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑے کنگن خرید لاؤ"

یہ ہے وہ طریقہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھرانے کو رکھتے تھے۔ اسلام سادگی اور میانہ روی سکھاتا ہے، جس سے کئی مسائل سے بچا جاسکتا ہے، اور ان صفات سے کوئی بھی گھرانہ آسانی سے اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھرانے کے لئے دولت کی ایک جھلک بھی پسند نہیں فرماتے تھے، تو پھر آپ لوگوں کی زندگیوں میں یہ شان اور آسائش کیوں؟ کیا یہ اسی دولت کے پیچھے دوڑنے کا سبب نہیں ہے کہ اب آپ کے پاس اپنے گھرانے کے لئے وقت نہیں ہے، یا خود اپنی زندگی کے لئے وقت نہیں ہے، اللہ کے لئے تو وقت نکالنے کی بات تو چھوڑ دیئے۔ لگتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تو گویا اس فقر اور سادگی کے سبق کو بھلا بیٹھی ہے جس کی تعلیم انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ یہ ہی خاص اسباب میں سے ایک سبب ہے کہ آپ اپنی ماضی کی شان و شوکت سے محروم ہو گئے ہیں، اور اُن کارناموں کو بھلا بیٹھے ہیں جو مسلم دنیا کا طرۂ امتیاز تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت نے دُنیا کو باپ بیٹی کی لازوال محبت کی مثال بھی پیش کر دی۔ روایت ہے کہ جب کبھی بھی بی بی فاطمہؓ اپنے والدِ گرامی کے گھر جاتیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے احترام میں اٹھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پہ بٹھاتے۔ بالکل

Marfat.com

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، تو اسی طرح وہ کھڑی رہتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر مبارک کو بوسہ دیتے اور انہیں بیٹھنے کے لئے جگہ دیا کرتے تھے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر جاتے، تو جانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر جاتے، اور جب آپؐ سفر سے واپس آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا پڑاؤ آپ کی بیٹی کا گھر ہوا کرتا تھا۔

ایک بیٹی آنے والی پوری ایک نسل کی پاسبان ہوتی ہے۔ اگر وہ تعلیم، عزت اور محبت کے زیور سے آراستہ ہو، تو بے شک اس کے تمام بچے ایسے ہی ہوں گے۔ اگر ایک بیٹی کو وہ عزت نہ دی جائے جو اس کا حق ہے، اُسے تعلیم نہ دی جائے، دوسرے بھائیوں کے ساتھ مساویانہ سلوک نہ کیا جائے، اسے وراثت سے محروم کیا جائے، تو پھر وہ اور اس کے بچے مختلف قسم کی پیچیدگیوں کا شکار ہوں گے۔ باہمی تعلقات میں ہمیشہ خلل رہے گا اور اس خاندان کو خوشی کبھی نصیب نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو نہ صرف ایک بیٹی کی اہمیت کی تعلیم دی تھی، بلکہ بیٹی کو بھی ایسی تعلیم دی کہ ایک پرخلوص عورت جہاں بھی جائیگی وہاں خوشیاں لائے گی چاہے رشتہ کچھ بھی ہو، یعنی ایک بیٹی کا، بہن کا یا بیوی کا۔ اہلِ بیت بھی اس اَمر پر زور دیا کرتے تھے کہ بچوں کی پرورش اللہ کے طریق پر کی جائے۔ ان بچوں کی پرورش کی بُنیاد محبت تھی، اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا محبت تھے اپنے نواسوں کے لئے۔

Marfat.com

جب ۳ ہجری کے رمضان میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام رکھا اور ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکل و شمائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی ہم شکل تھے۔ انکی سیرت پاکیزہ تھی، اور ان کے اخلاق میں حلم و تحمل، جود و سخا، امن و صلح جوئی کے موتی جڑے ہوئے تھے، اور ان کی فطرت میں نرمی تھی۔ بالکل اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں اپنے نانا جان کی نورانی گود کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ان کا نام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی رکھا تھا، اور دوسرے تمام نواسوں کی طرح، اِن کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال محبت عطا ہوئی۔

یہی آغوشِ رسالت کی برکت تھی جس نے اِن پاک نفوس کے پاکیزہ اخلاق کی تعمیر کی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج میں متانت و پیکر وقار تھی۔ آپ کو عرب کے مروجہ علوم پر عبور حاصل تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حکمت و فصاحت کے لئے مشہور تھے۔ عبادت و ریاضت آپ کے معمولات میں شامل تھیں اور آپ قائم اللیل اور دائم الصوم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ ان کے والد روزانہ شب و روز کے دوران ۱۰۰۰ نوافل پڑھتے اور روزے رکھتے، جنہیں نہایت مختصر افطار سے کھولتے؛ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی حج کئے، جن میں سے اکثر پاپیادہ کئے۔

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ بچے اپنے اردگرد رُونما ہونے والی چیزوں کو جذب کر لیتے ہیں اور کبھی کبھی وہ جو کچھ اپنے بچپن کے ابتدائی سالوں میں دیکھتے ہیں،

Marfat.com

عمر بھر کے لئے ان کی شخصیت کا حصہ بن کے رہ جاتی ہیں۔ اہل بیت کے بچوں نے اپنے ناناجان سے نورِ رسالت جذب کیا اور ان ہی کی نگرانی میں پرورش پائی جو بہترین اخلاقیات کے بلند ترین مینار تھے۔ یہ تربیت حسنینِ کریمین کی زندگی کے ہر مرحلے میں نمایاں نظر آتی تھی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنینِ کریمین دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہے تھے وہاں انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو بڑی تیزی سے وضو کر رہا تھا، اور جو مناسب طریقے سے بھی نہیں کر رہا تھا۔ انہوں نے یہ دیکھا، مگر اس شخص کو اس کی عمر کے باعث وضو کرنے کا صحیح طریقہ نہیں بتا پائے۔ یہ دونوں فرزندانِ نبی شرمانے لگے۔ پھر انہوں نے اس بزرگ کو سکھلانے کا ایک دوسرا طریقہ سوچا۔

دونوں اس شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا: "ہم آپ کے سامنے وضو کر لیتے ہیں اور پھر نماز بھی پڑھیں گے۔ برائے مہربانی ہمیں بتائیے کہ کیا اُس میں کوئی کمی بیشی تو نہیں؟" اور جب اِن دونوں نوجوانوں نے وضو کیا، تو اس بزرگ شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اس لئے اس نے دوبارہ وضو کیا، اور اپنی نماز دوبارہ ادا کی۔ یہ تھا نبی کے ان شہزادوں کا باادب طریقہ جو کسی کو صحیح طریقہ بتانے میں اتنے محتاط تھے کہ اس کو شرمندگی کا احساس نہ ہو۔

اس زمانے کے نوجوان مسلمانوں پر اتنی زیادہ توجہ دی جاتی تھی، یعنی انکی پرورش پر، ان کی اخلاقیات پر، انکی تعلیم اور تربیت پر۔ یہ واحد ایک آدمی کی ذمہ داری نہیں تھی۔ درحقیقت دونوں والدین اپنے بچوں کی فلاح اور تربیت میں ملوث رہتے

Marfat.com

تھے، کیونکہ ان کی تربیت ان کی ترجیح تھی۔ باپ انہیں جرأت اور شجاعت کا درس دیتے اور ماں انہیں عاجزی، اچھے اخلاق اور یکجہتی کا سبق سکھاتیں۔ ادب ہر گھر کی زبان تھی اور دین ہر مسلم گھرانے کی بنیاد تھا۔ نبی کریم ﷺ کی سُنت ان کی زندگی کا سبق اور قرآن ان کا طریقہ حیات تھا۔

وہ سنہرے سبق کہاں گئے اور کہاں ہیں وہ لوگ اور ان کی تربیت؟ کیا خوابِ غفلت سے اُٹھنے کا وقت ابھی تک نہیں آیا؟ کیا کھوئی ہوئی عظمت واپس لانے کا وقت ابھی تک نہیں آیا؟ آپ اپنی بے سکونی کی نیند سے بھلا کب جاگیں گے؟ آپ کو کب یہ احساس ہوگا کہ آپ نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟ آپ کب تک آخر دنیا کے سرابوں کے پیچھے بھاگتے رہیں گے؟ سراب آخر سراب ہی ہیں، جو کبھی کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔ زندگی بسر کرنے کا قرینہ سیکھیں۔ ایک ایسی بھرپور زندگی کا جو خوشیوں سے بھری ہو، جو محبت، سکینت اور کامرانیوں سے معمور ہو۔

اے اُمتِ محمدی! ایسی زندگی بسر کرنے کا طریقہ سیکھنے کیلئے رسول اللہ ﷺ اور اُن کے اہلِ بیت کی شاندار مثالوں کی تقلید کیجئے۔ بے شک وہ اُن سب سے بہترین ہیں جو کبھی زندوں میں شمار تھے اور آئندہ کبھی پیدا ہونگے۔

اللہ ہمیں اپنی قدسی ہدایت سے نوازے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۴ اگست ۲۰۱۲ء

(۲۳۷)

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بدرِ ثانی

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی حکمرانی تمام کائناتوں پر ہے، اور اُن کائناتوں میں جتنی دُنیائیں ہیں، ان پر ہے۔ وہ تمام دُنیاؤں کا بادشاہ ہے اور ان دنیاؤں میں وہ تمام دلوں کا حکمران ہے۔ بے شک وہ رب ہے اُن تمام چیزوں کا جو اُس کے 'کُن' کہنے سے پیدا ہوئی ہیں۔

درود و سلام اللہ کی محبت پر، اُس کی انمول محبت پر، اُن ہستی پر جو اپنی اُمت کے دلوں پر راج کرتے ہیں۔

ھُ

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ان سب پر جو اس بیان کو نہایت ادب اور کامل عقیدت سے سُنتے ہیں۔ بے شک یہ نہایت متبرک باتیں ہیں زمان کے آخری دور میں۔

ایک زمانہ تھا جب یہ زمین بالکل نئی تھی۔ اس میں قدرت کا حُسن تھا، اور اس پر اَمن و سکینت کا راج تھا۔ یہ ایک ایسی جگہ تھی جس میں انصاف کا بول بالا تھا اور بھیڑیا اور بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس زمین کی صُورت اس بُری طرح بگڑ جائے گی۔ شیطان کا غرور آدم علیہ السلام کی بالادستی دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے اس زمین پر نفرت، حسد اور شر کی فصل

Marfat.com

اُگائی۔ پہلے صرف پانی کی ندیاں بہتی تھیں، پھر لہو کے دریا بھی بہنا شروع ہو گئے۔ بھائی نے بھائی کو مارنا شروع کیا، اور ہر ایک نے دوسروں کے حقوق غصب کرنا شروع کیئے۔ نہایت قلیل عرصے میں دُنیا ایک امن وسکینت والی جگہ سے آگ وخون کا میدان بن گئی۔

جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا، اللہ نے اپنے انبیاء اور اپنے اولیائ بھیجے جو معصوم لوگوں کو اُن کے رب کی طرف بلاتے رہے، اور جو لوگوں کو زمانِ آخر کی تباہ کاریوں سے خبردار کرتے رہے۔ روشنی اور تاریکی کے اس کھیل کو جاری ہوئے صدیاں بیت گئیں۔ چند ہی لوگوں نے حق کو سیکھا، جبکہ بے شمار لوگ جھوٹ کا شکار ہو گئے۔ پھر زمانِ آخر کی سب سے بڑی اور اولین نشانی سامنے آئی۔ یہ نشانی اللہ کے آخری پیغمبر، سیدنا محمد ﷺ کا ظہور تھا۔

اُس وقت تک زمین بہت کچھ دیکھ چکی تھی۔ وہ طوفانِ نوح اور اُس کے ساتھ نوح علیہ السلام کی سرکش قوم کو غرق ہوتے دیکھ چکی تھی۔ وہ نمرود کی آگ کو جلتے دیکھ چکی تھی اور پھر اُسی آگ کو اللہ کے پیارے نبی علیہ السلام کیلئے ایک گلزار میں تبدیل ہوتے بھی دیکھ چکی تھی۔ اس زمین پر ہر وقت گمراہی کے سائے اور ہدایت کا نور چھائے رہے ہیں۔

جہاں فرعون کی گمراہی نے آسمان کو تاریک کیا، تو وہاں موسیٰ علیہ السلام کی سچائی اُس تاریکی پر غالب آگئی۔ بالکل اسی طرح جب عربستان میں بُت پرستی کی تاریکی پھیلی اور لوگ اپنی بغاوت میں خودسر ہو گئے، تو اُن کی سرکشی کو پیغمبرِ آخرالزّمان ﷺ نے پاش پاش کر دیا۔ اس دُنیا میں آپ ﷺ کی آمد زمان کے خاتمے کے دَور کا اعلان بھی تھی۔

زمین میں ڈھائے جانے والے ظلم وستم نے اُسے بوڑھا اور کمزور بنا ڈالا ہے۔

Marfat.com

(اگرچہ) یہ اپنے مدار میں اب بھی گردش کر رہی ہے، مگر یہ خوب اچھی طرح جانتی ہے کہ کسی بھی وقت صورِ اسرافیل اس کے مداری توازن کو بگاڑنے والا ہے اور قیامت برپا ہونے والی ہے۔ اس کی بوڑھی مگر دانا آنکھیں زمان کے خاتمے کی ہر ایک نشانی گن رہی ہیں اور ہر نئی نشانی کے ساتھ اُس کی جُھریوں میں اضافہ ہوتا ہے، اور کل کیا ہونے والے کا خوف بڑھتا جا رہا ہے۔

اِس نے وہ وقت نہیں بُھلایا ہے جب اس زمین پر' نُورِ نبوّت ' اپنے جسمِ اَطہر کے ساتھ موجود تھے۔ اس وقت کا 'نُور' اب بھی اِس کی آنکھوں میں چمکتا ہے اور اس کے دِل کو گرماتا ہے۔ وہ یہ جانتی ہے کہ اُس وقت کی رُوحانیت زمین کے خاتمے کے وقت لَوٹ آئے گی، خاص طور سے حضرت امام مہدی کے ظہور کے وقت جن کی رَگوں میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون دوڑ رہا ہے۔ وہ یہ جانتی ہے کہ ایک اور جنگ ہوگی، زمان کے خاتمے کی جنگ، فتنۂ دَجّال کے خلاف کی جنگ۔ وہ جنگ جسے جنگِ بدرِ ثانی کہا جائے گا، اور جو دجّال اور اُس کے چیلوں کے خلاف رُوحانی اور زمینی جنگ ہوگی۔

دجّال، جو ابلیس کا لاڈلا بیٹا ہے، وہ بھی صدیوں سے اس بات کا منتظر ہے کہ اس کی زنجیریں ٹوٹیں اور وہ انسانی آبادی کی طرف پھر سے رُخ کرے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ اپنی چالاکی، اپنے دھوکے اور فریب کی ابلیسی طاقتوں سے اور اپنے ان دوستوں کی مدد سے جو جنوں اور انسانوں میں موجود ہیں، دُنیا پر قبضہ کر لے گا۔ اس کے شکنجے سے صرف چند ہی اللہ کے دوست بچ پائیں گے۔ زمین پر رہنے والوں کیلئے وہ ایک

Marfat.com

بہت بڑا اور خوفناک فتنہ ہوگا۔

زمین کو ایک اور چیز کا بھی معلوم ہے، اور وہ یہ کہ دجّال کی آمد کے تمام انتظامات تقریباً مکمل ہو چکے ہیں۔ لوگ ابھی سے ہی اپنی موج مستیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ ان کے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ ان کا ایمان متزلزل ہے۔ ان میں سے کچھ نے خود کو بے کار مذہبی بحثوں میں اُلجھا رکھا ہے جس سے نہ صرف وہ ذہنی اُلجھنوں کا شکار رہتے ہیں بلکہ ان کا ایمان بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

لوگوں کی اکثریت کو اپنی اقدار اور فہمِ دین کا خیال ہی نہیں۔ وہ تو بس خود کو مسلمان کہلانے پر ہی خوش ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ کبھی کبھی وہ مذہبی رسومات کو ادا کرتے ہوں۔ مصروف طرزِ حیات کے باعث ان کے پاس وقت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے دین کو سمجھیں اور اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ یہ دجّال کے آسان شکار ہوں گے۔ بے شک اس وقت صرف وہی لوگ دجّال کے ہاتھوں سے بچائے جائیں گے، جنہیں اللہ بچانا چاہتا ہو۔ اور بے شک اللہ ان ہی لوگوں کو بچائے گا جو اس کی امان مانگیں گے۔

ابلیس نے اپنے انتقام کے دائرے کو اسلام کی آمد کے بعد بڑھا دیا تھا۔ ظلم و استبداد اسلام کی پہلی لڑائی میں بہت زیادہ نمایاں تھا، یعنی جنگِ بدر میں۔ یہ ۲۔ ہجری میں رمضان کا مہینہ تھا جب ابلیس میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے خلاف آن کھڑا ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اسلام کے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ زمان (یا وقت) اپنے خاتمے کو پہنچ چکا ہے اور اس ملعون کے لئے یہ سب سے بُری خبر تھی۔ اس نے اپنے، رب سے وقت طلب کیا تھا، یعنی اپنے لئے مہلت، "تاکہ وہ اللہ کو ثابت کر دے کہ

Marfat.com

شیطان کا یہ دعویٰ سچ تھا جب اس نے کہا تھا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ کا نائب بنانا ایک غلطی ہے کیونکہ انسان شر، فساد، اور حسد کا منبع ہے۔

ابلیس کے تکبر نے اُسے تاریکی اور گمراہی کے غار میں پھینک ڈالا اور ایک لمحے میں اِس نے خود اپنا انجام دیکھ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دن تک وہ انسان کے ذریعے سے اس دُنیا میں شر اور فساد پھیلانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے تاکہ وہ اپنے جھُوٹے الزام کو سچ ثابت کر کے اپنا کھویا ہُوا مقام واپس حاصل کر سکے۔

اس کا سب سے بڑا خوف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اُمّت تھے، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وقت کے آخری دَور میں کچھ لوگ بہت مضبوط ایمان وَالے ہوں گے، خاص طور سے وہ لوگ جو نبی آخرُ الزّماں کے قریب ترین لوگ ہوں گے جو ان آخری ایام کے واقعات پر دائمی اثر ڈالیں گے۔ وہ جانتا تھا کہ اُمّت کا صرف ایک شخص دجّال کے ہزاروں ساتھیوں پر بھاری ہوگا۔ وہ ان کی تلواروں سے سہما ہُوا تھا۔ وہ ان کے نعرۂ توحید سے خوفزدہ تھا۔ وہ اُن کے جہادی جذبے، ایمان اور ان کے یقین سے خوفزدہ تھا۔

تو اس طرح رمضان ۲ ہجری میں وہ آگے آیا اور اپنے وسوسے اور گمراہی کے باعث اس نے کفّار میں سے ایک ہزار (۱۰۰۰) سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا جسے وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۳۱۳ صحابیوں کے مقابلے میں میدان بدر میں لے آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مُسلم قوت مدینہ میں مستحکم ہو رہی تھی اور قریش کو شام کی طرف جانیوالے اپنے تجارتی راستے کی ممکنہ بندش کی فکر ستانے لگی تھی۔ اسی خوف کے باعث انہوں نے مدینہ کی طرف جنگی دستے بھیجنے شروع کئے اور سعد بن معاذ کو طوافِ کعبہ سے

Marfat.com

روکا جب وہ وہاں عمرہ کی ادائیگی کے لئے گئے۔

ایسے واقعات کے پیش نظر مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ اپنا تسلط شامی تجارتی راستے تک بڑھائیں تاکہ قریش کو دعوت فکر دیں۔ ۶۲۴ عیسوی کے شروعات میں اہل قریش کا ایک بہت بڑا قافلہ شام سے مکہ کی طرف آرہا تھا جس کی حفاظت کے لئے معمور سپاہیوں کی تعداد ۴۰ سے کم نہ تھی، ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں مسلمانوں کی رسائی تھی۔ قافلے میں جو سامان تھا وہ ہجرت کرنے والوں کی جائیدادوں کی فروخت سے حاصل کردہ سرمائے سے خریدا گیا تھا۔ قافلے کا سالار، ابوسفیان، کا یہ اندیشہ قدرتی امر تھا کہ مسلمان اپنی لوٹی ہوئی جائیداد کو چھیننے کی کوشش کریں گے۔

اس نے مکہ سے فوجی کمک اور مدد کے لئے ایک قاصد بھیجا۔ اس سے پورے مکہ میں ایک شور برپا ہوا۔ قریش کے سرداروں نے نبی پاک ﷺ سے لڑنے کا فیصلہ کیا چنانچہ قریب ایک ہزار (۱۰۰۰) جنگجو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو تباہ کرنے کے لئے بڑی آن بان سے مکہ سے نکلے۔ رسول اللہ ﷺ، جو ہر وقت ان حالات پر نظر رکھے ہوئے رہتے تھے جن سے انکے مشن پر اثر پڑ سکتا ہو، آپؐ نے محسوس کیا کہ اگر اسی وقت مؤثر اقدامات نہیں اُٹھائے گئے، تو اسلام کی تبلیغ کو زبردست دھچکہ لگے گا۔

اپنے موجودہ وسائل کو استعمال کرنے کا فیصلہ کر کے رسول اللہ ﷺ مدینہ سے باہر نکلے۔ مکی لشکر میں ایک ہزار (۱۰۰۰) جنگجو تھے جن میں چھ سو (۶۰۰) پیدل اور دو سو (۲۰۰) سوار تھے، اور ان کے ہمراہ گانے والے اور دَف بجانے والے بھی تھے۔ یہ لشکر جہاں رُکتا وہاں شراب اور رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتی تھیں۔ سپاہی اپنی

Marfat.com

عسکری قوت اور عددی اکثریت پر تکبّر کر رہے تھے، اور اپنے ناقابل شکست ہونے پر شیخیاں بکھیر رہے تھے۔

مسلمانوں کا لشکر تین سو تیرہ (۳۱۳) جنگجوؤں پر مشتمل تھا، جس میں اٹھاسی (۸۸) مہاجر اور دو سو ستائیس (۲۲۷) انصار تھے۔ گھوڑے صرف ۲ یا ۳ مسلمانوں کے پاس تھے، اور باقی ساز و سامان بھی بہت کم تھا۔ اونٹوں کی تعداد ۷۰ سے زیادہ نہ تھی، تو اس طرح ۳ یا ۴ سپاہی باری باری اونٹوں پر سواری کرتے تھے۔ (مگر) مسلمان سپاہی اسلام کی خاطر کامل عقیدت اور جذبۂ ایثار کے ساتھ مر مٹنے کو تیار تھے۔ بدر کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ کفارِ مکہ مسلمانوں کے مقابلے میں تین گنا زیادہ تھے، اور بہتر ہتھیاروں سے لیس تھے۔

میدانِ جنگ میں پہلے پہنچنے کے سبب مُسلمانوں نے کنوؤں کے اطراف صف آرائی کی۔ ان کو گزشتہ رات کی بارش سے بھی فائدہ پہنچا تھا کیونکہ بارش سے انہیں وافر مقدار میں پانی ملا تھا، جس کو انہوں نے بڑے بڑے برتنوں (مرتبان) میں محفوظ کر لیا تھا۔ بارش نے وادی کی اوپری سطح کی ریت کو جما دیا تھا جہاں انہوں نے اپنے خیمے ڈال دیئے تھے۔ اس سے ان کو قدم جمانے کا موقع ملا تاکہ انہیں چلنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آتی تھی۔

وادی کے نچلے حصے میں جہاں قریش نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، وہاں کی زمین دلدلی ہو گئی تھی۔ ان نعمتِ الٰہی کے علاوہ، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک ایسا مدہوش کرنے والا احساس طاری کر دیا کہ وہ خود کو پُرسکون اور محفوظ محسوس کرنے لگے۔

Marfat.com

اپنے کیمپ سے مسلمانوں کو پورا میدانِ جنگ دِکھائی دیتا تھا۔ فیصلہ کیا گیا کہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے: ایک وسط (درمیان) میں اور دو بازوؤں میں۔ وسطی لشکر میں مہاجر اور انصار کے وہ سرکردہ لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ جان نثار تھے۔

مُصعب بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو مکّہ کے مالدار ترین خاندانوں میں سے تعلق رکھتے تھے، جنہوں نے جوانی میں اسلام قبول کیا تھا، وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اُٹھائے ہوئے تھے۔ اسلام کے دائرے میں آجانے کے بعد مُصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنا سب کچھ اللہ کے لئے قُربان کیا اور دِل و جان سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیئے۔ بازوؤں کی کمان حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس تھی۔

رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ممکنہ تیاریاں کرلی تھیں، اور اپنے نہایت ہی اہل اور ماہر ساتھیوں کو کمانڈر مقرر فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کو وادی کے اُوپری سطح پر تعینات کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ ایک ایسے مقام پر گاڑھا جہاں سے آپ کو پورا میدانِ جنگ نظر آتا ہو، اور آپ اپنے احکامات فوری طور کمانڈروں کو بھیج سکتے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی عجز و انکساری سے دُعا مانگی کہ: "اے اللہ! وہاں اہلِ قریش ہیں جو اپنی جھوٹی شان و شوکت سے آپ کے رسُول کے خلاف تہمت لگاتے ہیں اور انہیں ردّ کرتے ہیں، اے اللہ! ہماری مدد فرما اس نصرت سے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کے اِس چھوٹے سے گروہ کو شکست ہوئی، تو اس پوری دُنیا میں آپ کی عبادت کرنے والا کوئی بھی نہیں رہے گا۔"

Marfat.com

دُعا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُٹھی بھر خاک دشمن کی جانب پھینکتے ہُوئے فرمایا: "(خدا کرے) ان کے چہرے جھلس جائیں"۔ بدر، مسلمانوں کیلئے ایک کڑا امتحان تھا۔ اس میں وہ یا تو کامیاب ہوتے، یا صفحۂ ہستی سے مِٹ جاتے، کیونکہ انہیں حکم تھا کہ وہ میدان سے بھاگیں نہیں۔

اَب جنگ شروع ہوئی۔ قریش کے ہَراول میں عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شعبہ، اور اس کا بیٹا ولید تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو دوبدو لڑنے کے لئے للکارا۔ انصار کے تین نوجوان آگے بڑھے۔ عتبہ نے بڑے غرور سے پکارا: "ہم مدینہ کے کاشتکاروں اور چرواہوں سے نہیں لڑیں گے"۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِسی بات کی توقع کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عُبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبدو جنگ کا حکم دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ کا مقابلہ کیا اور اسے مار ڈالا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ولید کو تلوار کے دو واروں سے مار ڈالا، حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عمر میں بڑے تھے، انہوں نے شعبہ کا مقابلہ کیا اور ان کا گھٹنا زخمی ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بچا کے شعبہ کو مار ڈالا۔ اور حضرت عُبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں سے اُٹھا کے لے گئے۔

قریش کے سَرکردہ لیڈروں کی ہلاکت نے کفّار کی صفوں میں کھلبلی مچا دی۔ اس موقع پر ابُوجہل آگے آیا اور اس نے اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھائی، اسی وقت ایک قریشی عبیدہ ابن صائد بن عاص نکل کر مقابلے میں آیا۔ یہ قریشی مکمل طور سے

Marfat.com

زرہ بکتر سے اس طرح لیس تھا کہ صرف اس کی آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ وہ نہایت تکبّر سے کہہ رہا تھا: "مَیں ہوں ابُوکرشس، مَیں ہوں ابُوکرشس۔" اس بدمست ہاتھی نما شخص کو قابو کرنے کے لئے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں آگئے۔ پہلے تو انہوں نے دشمن کے بدن پر کوئی کھُلی جگہ وار کرنے کے لئے تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن سوائے اُس کی آنکھوں کے دوسری کوئی جگہ نہ تھی جو ظاہر ہو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذرا سے فاصلے سے اپنی برچھی پھینکی جو سیدھے جاکر اُس کی آنکھوں پر لگی اور سَر میں گھُس گئی۔ اپنے اس سَردار کو گرتے دیکھ کر اہلِ قریش بے قابو ہو گئے، اور انہوں نے ایک دَم سے مِل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ کا منظر دیکھتے اور پھر آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے مسلسل یہ الفاظ نکل رہے تھے "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ"۔ اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک بار بار سَرک جاتی تھی۔ حضرت ابُوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چادر کو ٹھیک کرتے اور کہتے جاتے: "اے اللہ کے رسول! بس کیجئے، آپ نے اللہ کے حضور بہت آہ وزاری کی۔ بس اللہ سے آپ کا سوال کافی ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا۔"

یہ عجز ونیاز والی دُعا ابھی جاری تھی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُونگھ آگئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے تو آپ کا چہرۂ مبارک دَمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ابوبکر! تم کو بشارت ہو، اللہ کی نصرت آگئی۔ یہ جبرائیل گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔" یہ فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور پھر وحی کا نزول ہوا،

Marfat.com

جو سورۃ القمر میں ہے: "عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگ جائیں گے۔"

قریش بڑھ بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے، اور مسلمان اپنی صفوں میں جم کر ان کے حملوں کو روک رہے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے سے باہر آئے تو اس وقت مشرکین کے حملے سست پڑنے لگے تھے۔ عین اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شُدُّو" یعنی چڑھ دوڑو۔ "اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، جو شخص آج دشمنوں سے قتال کرے گا، ثواب سمجھ کر صبر سے قتل ہو جائے، آگے بڑھتا ہو گا، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو گا، تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا۔"

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ارشاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُٹھی بھر ریت اُٹھائی، اس پر کچھ پڑھا اور کفار کی طرف دے مارا۔ اللہ کی قُدرت سے فرشتوں نے وہ ریت ہر ایک مُشرک کی آنکھوں، ناک اور مُنہ میں جا کر ڈال دی۔ جیسے کہ قرآن میں ارشاد ہے: "اور نہیں پھینکی وہ مُشتِ خاک آپ نے جس وقت کے آپ نے پھینکی، لیکن اللہ نے پھینکی۔" بدر کے مقام پر فرشتوں کی موجودگی کا ذکر سُورۂ انفال میں بھی ہے:
"یاد کرو اس وقت کو جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے، بس اللہ نے تمہاری دُعا قبول کی کہ میں تمہاری ۱۰۰۰ فرشتوں سے مدد کروں گا جو ایک کے بعد دیگرے آنے والے ہوں گے، اور نہیں بنایا اللہ نے اس اِمداد کو مگر محض تمہاری بشارت اور خوشخبری کے لئے اور اس لئے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، اور حقیقت میں مدد نہیں مگر اللہ کی

Marfat.com

جانب سے۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

جنگ کے اگلے مرحلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود میدان میں داخل ہوئے۔ اَب تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابی تھے جو نظر آرہے تھے اور ایک ہزار (۱۰۰۰) فرشتے تھے جو نظر نہیں آرہے تھے جنہوں نے میدانِ جنگ کا نقشہ بدل دیا تھا۔ پھر جلد ہی عرب کا فرعون، ابوجہل، دو نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس سے قریش لشکر کی ہمت اتنی پست ہوئی کہ وہ ایک ایک کر کے پسپا ہونے لگے۔ اِسطرح نہایت قلیل وقت میں اسلام کی پہلی جنگ مسلمانوں نے بدر کے میدان میں پوری قوت کے ساتھ جیتی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ٥

کتنا عجیب اتفاق ہوگا کہ مسلمانوں کی آخری جنگ، یعنی جنگِ بدرِ ثانی، بھی اسی طریق سے لڑی جائے گی۔ یہ آخری جنگ دجّال اور امام مہدی علیہ السلام و حضرت عیسٰی علیہ السلام کے درمیان ہوگی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام جو اُن کے ہمراہ ہونگے اس وقت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی کے طور پر موجود ہوں گے۔ اس جنگ کی بھی عددی تناسب ۳ - ۱ ہوگی، یعنی ۳ کفّار اور غیر مسلم بمقابلہ ایک مسلمان۔ یہ جنگ اُس وقت شروع ہوگی جب بیت المقدس پر عَلَمُ الفتح لہرایا جائے گا۔ یہ پرچم کشائی عرفات اور کربلا کی طرح رُوحانی نہیں ہوگی۔ اس کے بجائے یہ کام کچھ اللہ والے کرینگے جو سفید لباس میں ہوں گے اور جن کے پاس اللہ کی بے پناہ قوت ہوگی۔ یہ عَلَمُ الفتح سَب کو دکھائی دے گا۔ جنگِ بدرِ ثانی ایک رُوحانی جنگ ہوگی بالکل جنگِ بَدر کی طرح، اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں شریک فوج کی کمان فرمائیں گے۔

Marfat.com

اے اُمتِ محمدی! ہر روز سورۂ کہف کی پہلی اور آخری ۱۰-۱۰ آیات کی تلاوت کرنی چاہیئے اور دن میں ایک بار صلوٰۃِ نورِ نبی ادا کریں اور دس (۱۰) بار سورۂ کوثر پڑھیں۔ وقت نہایت پُرفتن ہوتا جارہا ہے، اور سال بہ سال اِن فتنوں میں کئی گُنا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اللہ سے امان طلب کریں اور دُعا کریں کہ وہ آپکو سوارِ کشتیءِ نورِ نبی بنادے۔ بے شک یہ کشتی زمانِ آخر کی کشتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہءِ کرام اور آپ کے عاشقوں کی کشتی ہے اور اصحابِ بدر کی بھی کشتی ہے۔ یقیناً وہ سب سے بہادر ترین لوگ تھے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا اور آخرت میں ہماری حفاظت فرمائیں۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۰ راگست ۲۰۱۲ء (۲۳۸)

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو دلوں کو جاننے والا ہے، جو اپنے عاشقوں کا عاشق ہے، اور جو دانا، اور تمام مشکلات کا مشکل کشا ہے۔

درود و سلام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، اس دنیا میں اُس کے نائب پر، تمام غزوات میں اُس کے سالار پر، یعنی وہ جنگیں جو اللہ کی خاطر لڑی گئیں تھیں اور جو اسلام کی اوّلین لڑائیاں تھیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرنے والوں پر۔ کیا خوش نصیبی ہے اُن کی جو اس مرتبے پر ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اللہ کے شیر ہیں۔ شجاعت کے نشان، بہادری اور ہمت کے۔ اُن کی پرورش حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ پہلے ہی دن سے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس دنیا میں تشریف لائے تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس معصوم بچے کی پیشانی سے نور پھوٹتے دیکھا تھا، اور جب اُنکی معصوم نگاہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں جھانکا تھا تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی لمحے میں اس بچے کی پوری تقدیر پڑھ

Marfat.com

ڈالی تھی۔ یہ دراصل پہلی نظر کی محبت تھی، اور یہ محبت اُن کے اس دُنیا میں آخری سانس تک قائم رہی اور ابدالآباد تک باقی رہے گی۔

محمد بن عبید نے اپنے دادا عفیف سے روایت کی ہے کہ "یہ زمانہ جاہلیت کا دور تھا، کہ میں اپنے گھر کے لئے کپڑا اور خوشبویات خریدنے مکہ گیا ہوا تھا۔ وہاں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب کے پاس گیا جو ایک تاجر تھے۔ میں اور وہ ایک ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں سے مجھے کعبہ بالکل صاف نظر آرہا تھا۔ سورج نے اُس کے گرد روشنی کا ایک ہالہ بنایا ہوا تھا۔ پھر وہ ہالہ اُوپر اُٹھا اور غائب ہوگیا۔ اُسی لمحے میں مَیں نے ایک نوجوان کو آتے دیکھا، جنہوں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھا اور مُنہ کعبہ کی طرف کر کے کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹا لڑکا آیا اور اُس نوجوان کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک خاتون وہاں آئیں اور اُن کے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔ نوجوان رکوع میں گئے اور لڑکے اور خاتون نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر نوجوان نے سجدہ کیا، اور اُن دونوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ (اس پر) میں نے حضرت عباس رضی سے کہا: "اے عباس! بہت بڑا واقعہ ہُوا ہے۔" حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "بہت بڑا واقعہ۔ کیا آپ اُس نوجوان کو جانتے ہیں؟" میں نے کہا: "جی نہیں۔" انہوں نے کہا: "یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ ہیں۔ یہ میرے بھتیجے ہیں۔" پھر میں نے اُن سے پُوچھا: "وہ لڑکا کون ہے؟" حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: "اُس کا نام علی کرم اللہ وجہہ ہے۔" "اور وہ خاتون کون ہیں؟" میں نے دوبارہ پُوچھا۔ "وہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ خویلد ہیں، نوجوان کی زوجہ۔" حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

Marfat.com

پھر انہوں نے مزید کہا: "میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا رب زمین و آسمان کا رب ہے۔ اور جس دین پر وہ کاربند ہے، اُس کے رب نے اُسے اُس کا حکم دیا ہے۔ اور خُدا کی قسم تمام رُوئے زمین پر ان تینوں کے سوا، کوئی اُس دین کا پیروکار نہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ پہلے بچّے تھے اسلام قبُول کرنے والوں میں۔ اور وہ نماز پڑھنے والوں میں بھی پہلے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ خیبر والے دن فرمایا تھا کہ: "میں آج پرچم اُس شخص کے ہاتھ میں دیتا ہوں جو اللہ سے محبت کرتا ہے اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ ہمیں فتح اُسی کے ہاتھ سے دلوائے گا۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ: "میں نے کبھی بھی امارت کو پسند نہیں کیا، سوائے اُس دن جب پرچم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حوالے کیا گیا۔" پھر رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے فرمایا: "کسی دوسری جگہ اپنی توجّہ مرکوز نہ کرو۔" کچھ دیر بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے پوچھا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس بُنیاد پر ہمیں یہ لڑائی لڑنی چاہیئے؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس پر کہ جب وہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی گواہی دیں، جب وہ یہ کریں گے تو پھر اُن کے جان و مال سفید ہیں، سوائے اِسکے کہ اُن کا حاصل کرنا برحق ہو، اور اُن کے حساب کی ذمّہ داری اللہ پر ہے۔" ایک دوسری روایت سے آپ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے شیرِ خُدا کرم اللہ وجہہٗ کا خصوصی تعلق معلوم ہو جائے گا۔

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو مدینے میں اپنے خلیفہ کے طور پر چھوڑا۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ: "ایسا لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی رفاقت پسند نہیں، اسی لئے اُنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے"۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نکل پڑے اور راستے میں اُن سے ملے اور عرض کیا: "یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے مجھے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں فرمایا تھا؟" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں نے تجھے اپنے گھرانے اور بچّوں کی نگہداشت کے لئے پیچھے چھوڑا تھا۔ کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام، حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے، حالانکہ میرے بعد کوئی نبوّت نہیں ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے لئے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی محبت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو شروع سے ہی موجود تھی۔ یہ بات اُس حدیث سے ظاہر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے، جو ابھی ایک کم سن لڑکے تھے، انہوں نے مکّہ کے سرداروں کے مقابلے میں ہمّت واستقامت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی وفاداری کا اعلان کیا تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس آیا اور کہا: "کیا آپ کو اپنے پچاؤں کے علاوہ وراثت نہیں ملی؟" اِس پر حضرت علی، حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا: "رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو اکٹھے کر کے، اُن کے اعزاز میں ایک دعوتِ طعام

Marfat.com

کا اہتمام کیا۔ اُس میں سے ہر ایک نے پیٹ بھر کے کھایا، لیکن پھر بھی کھانا اس قدر بچا کہ گویا کسی نے اُسے چکھا تک نہ ہو۔ پھر ایک پیالہ لایا گیا جس سے ہر ایک نے شکم سیر ہو کر پیا، لیکن پھر بھی ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس میں سے کسی نے پیا ہی نہ ہو۔ پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اے بنو عبدالمطلب! میں بالخصوص آپ کے پاس اور دوسروں کے پاس بھیجا گیا ہوں۔ کیا آپ نے (آج) یہ معجزہ دیکھ لیا؟ اَب کون اس کام میں میری مدد کرے گا تاکہ وہ میرا بھائی اور وارث بن سکے؟" لیکن، کوئی نہیں اُٹھا۔ تب میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں اُس وقت کم سن تھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات ۳ مرتبہ دھرائی اور ہر مرتبہ میں اُٹھ کھڑا ہوا، اور ہر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیٹھ جانے کی ہدایت فرماتے۔ آخر کار جب میں تیسری بار اُٹھا تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھوں کو تھپتھپایا اور فرمایا: "میں نے اپنے چچاؤں کے برعکس اپنے اس چچازاد بھائی کو وارث بنایا ہے۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نہ صرف اُس وقت صحیح ثابت ہوئے بلکہ زمان کے خاتمے تک سچے ہی رہیں گے۔

عمران بن حُسَن کی روایت ہے کہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، اور علی میرے تمام مومنوں کا ولی اور مددگار ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہرِ علم تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُس شہر کا دروازہ تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پُوری زندگی میں مختلف امور میں اُن کے صادر کیے ہوئے فیصلے حکمت و علم سے بھرپُور تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں دو آدمی آئے اور اُن میں سے ایک نے کہا: "یارسول اللہ"

Marfat.com

میرے پاس ایک دراز گوش ہے، اور اس کے پاس ایک گائے۔ اس کی گائے نے میرے دراز گوش کو مار ڈالا ہے۔" (اس پر) مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ: "جانوروں کا کوئی زمان نہیں ہے۔" (یعنی، ایک آدمی کو جانوروں کی خاطر پیسہ ادا نہیں کرنا ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے علی کرم اللہ وجہہ، تم ان دونوں کے درمیان منصف ہو!" حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا: "کیا دونوں جانور بندھے ہوئے تھے یا کھلے؟" آدمی نے جواب دیا کہ، "دراز گوش بندھا ہوا تھا اور گائے کھلی ہوئی تھی، اور اُس کا مالک وہیں موجود تھا۔" پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا: "گائے کے مالک کو، گدھے کے مالک کو ہرجانہ ادا کرنا چاہیئے۔" رسول اللہ ؐ کو یہ فیصلہ پسند آیا اور اُنہوں نے اس کو نافذ کرادیا۔

ایک اور خوبصورت واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کتنے ذہین اور دانا تھے، اور معاملات کی تہہ تک کتنی جلدی پہنچ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مختصر داڑھی والا آدمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اُسکی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، اور زبان ذکر و تسبیح میں مصروف تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے پوچھا: "آپ کی صبح کیسی گزری؟" آدمی نے بڑا عجیب جواب دیا کہ: "میں نے اپنی صبح اس طرح شروع کی، کہ مجھے فتنہ پسند تھا اور حق بات سے نفرت تھی، میں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی، اور میرے لئے دنیا میں وہ چیز ہے جو اللہ کے لئے آسمان پر نہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے طیش میں آئے کہ انہوں نے دین کی خاطر اس شخص کو دبوچ لیا تاکہ اُسے اُس کی باتوں کی وجہ سے سزا دیں۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہنسنے لگے، اور

Marfat.com

فرمایا: "اے امیر المومنین! جب یہ شخص کہتا ہے کہ اسے فتنہ پسند ہے تو اسکا مطلب ہے مال اور اولاد، کیونکہ اللہ نے مال اور اولاد کو فتنہ کہا ہے۔ اور جب یہ کہتا ہے کہ، اِسے حق بات پسند نہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ اِسے موت پسند نہیں، کیونکہ سورۂ ق میں فرمایا گیا ہے کہ، "موت برحق ہے"، اور جب یہ کہتا ہے کہ یہ بغیر وضو کرے نماز پڑھ لیتا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہے، اور یہ ظاہری بات ہے کہ اس کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔ اور جب یہ کہتا ہے کہ اُس کے لئے زمین پر وہ چیز ہے جو آسمان پر اللہ کے لئے نہیں، تو اِس کا مطلب ہے اِس کی بیوی اور بچے، کیونکہ، ظاہر ہے، اللہ کے پاس بیوی، بچے نہیں۔ وہ ذات تو یکتا اور بے نظیر ہے، نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اُس کا کوئی ہمسر نہیں۔"

یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ خوشی سے ٹمٹما اُٹھا اور ان کے چہرے پر ایک مُسکراہٹ پھیل گئی، اور کہا کہ: "وہ جگہ بُری ہے جہاں ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہو، یعنی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔"

مقامِ علی کرم اللہ وجہہ کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کبھی کبھی کوئی خاص واقعہ اُس کی ایک جھلک دِکھا دیتا ہے۔ ایک بار کچھ لوگ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہُوئے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کچھ ہی دیر میں ایک جنتی شخص آنے والا ہے"، تو لوگوں نے حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آتے دیکھا۔ اُنہیں اِس کی خوشخبری سُنائی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: "ایک اور جنتی شخص آنے والا ہے!" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اُٹھائے اور دُعا مانگی: "اے اللہ، یہ علی کرم اللہ وجہہ ہو،

Marfat.com

یہ علی کرم اللہ وجہہٗ ہو"۔ پھر ہر ایک نے دیکھا کہ آنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہی تھے۔

جب امیر المومنین، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا وصال ہوا، تو اُس کے ایک دن بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے گھر سے باہر آئے، آپ کا چہرہ غم سے نڈھال تھا، آپ بزرگوں اور جوانوں کے درمیان آکے بیٹھ گئے اور رنج وغم سے فرمانے لگے کہ: "کل، گزشتہ تم سے ایک ایسا آدمی جُدا ہوا جس کے علم کے آگے نہ پہلے لوگ سبقت لے جاسکے اور نہ بعد والے اُن کے مقام ومرتبہ تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جھنڈا دیا، اور وہ اُس وقت تک واپس نہ پلٹے جب تک کہ اُن کے ہاتھوں فتح نصیب نہیں ہوگئی۔ انہوں نے نہ زرد مال (سونا) چُھوا، اور نہ سفید (چاندی)، صرف (۷) سات درہم تھے، جس سے وہ اپنے گھر کے لئے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔"

دربارِ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی اپنے طور سے بہت سادہ اور نہایت عاجزانہ تھا۔ وہ شخص جو پورے عرب کے سلطان تھے، وہ دنیاوی خواہشات سے مکمل طور سے دُور تھے۔ ایک مرتبہ بغداد کے قریب واقع شہر اکبرا کا عامل (گورنر) امیر المومنین سے ملنے آیا، تو اُس نے دیکھا کہ بارگاہِ مرتضوی پر کوئی دربان نہیں تھا جو لوگوں کو اندر جانے سے روکے، پھر اُس نے اندر جانے کی اجازت مانگی۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اُس نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اُکڑوں بیٹھے ہُوئے ہیں، اور آپ کے آگے پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کی گئی، اور اُس شخص نے دل میں سوچا کہ: "شاید مجھے میری امانت داری پر کچھ انعام ملے۔ وہ شاید مجھے موتی یا کوئی اور قیمتی چیز دیں۔" لیکن، جب وہ تھیلی کھولی گئی تو اُس میں سے

Marfat.com

روٹی کے چند ٹکڑے نکلے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ روٹی پیالے میں ڈالی اور اُس پر کچھ پانی ڈالا، اور پھر اُس شخص سے فرمایا: "آیئے، اور میرے ساتھ کھانا کھایئے۔" وہ شخص اِس پر سخت حیرت زدہ ہوا اور عرض کیا: "یا امیر المومنین! آپ عراق میں رہتے ہوئے ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ اہلِ عراق کے پاس تو کھانے پینے کی کثرت ہے۔" اِس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا، "خدا کی قسم، روٹی کے یہ ٹکڑے مدینے سے آئے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے پیٹ میں پاکیزہ مال کے علاوہ، کوئی چیز جائے۔"

بابُ العِلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ دانا سے نکلتا ہوا ہر لفظ دانائی اور علم کا ایک بہتا دریا تھا۔ ایک بار آپ کرم اللہ وجہہ نے کُمیل بِن زیاد کا ہاتھ پکڑا اور قبرستان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، پھر آپ نے فرمایا: "اے کُمیل بِن زیاد! یہ دل ظروف (برتن) کی طرح ہیں، چنانچہ بہترین دل وہ ہے جو زیادہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ لوگ تین (۳) طرح کے ہیں۔ ایک عالم ربانی، ایک متعلم جو راہِ نجات پر چل رہا ہو، اور بے ڈھنگ معمولی دَرجے کے لوگ، جو ہر آواز لگانے والے کے پیچھے چل دیتے ہیں، جدھر کی ہَوا ہو، اُدھر ہی کا رُخ کرتے ہیں۔ علم کی روشنی سے فیضیاب نہیں ہوتے اور نہ ہی کوئی مضبوط ستون کی پناہ لیتے ہیں۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے، جب کہ تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ علم، عمل اور اتفاق سے بڑھتا ہے، جبکہ مال، خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ مال جمع کرنے والے مر گئے، مگر علم والے زندہ ہیں۔ علماء ہمیشہ باقی رہیں گے، اُن کی ذات تو دُنیا سے مفقود ہو گئی، مگر اُن کے اقوال دلوں میں موجود ہیں۔"

Marfat.com

جیسے کہ پہلے عرض کیا شانِ علی کرم اللہ وجہہ کو فقط چند الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے بھی اس عظیم شخص کی عظمت کو تسلیم کیا ہے، وہ خود بھی اس زمین پر دانا لوگوں میں شامل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور کے لوگوں نے آپ کو انتشار اور بیشمار تکلیفیں دیں۔ یہ وہ وقت تھا جب فتنے اور شر پسندی اپنے عروج پر تھے، اور شر پسند نہیں چاہتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ امیر المومنین بنیں۔ وہ جانتے تھے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکمرانی شروع کی تو منافقین کے لئے کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ حرص، طمع اور حسد اِن فسادی لوگوں کے خمیر میں شامل تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چند سالہ حکومت کے دوران میں انہوں نے انہی جذبات کا مظاہرہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد، دُوسرے ہی روز لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ آپ کی خلافت کا پورا دَور اُس وقت کے اُٹھنے والے فتنوں کے خلاف جنگ کرتے گزرا۔ تین (۳) جنگیں اُن دِنوں لڑی گئیں۔ (۱) جنگِ جَمَل، اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف، غلط فہمی کی وجہ سے لڑی گئی۔ دوسری (۲) جنگِ صفیان تھی، جو معاویہ اور اہل شام کے خلاف لڑی گئی تھی۔ تیسری (۳) لڑائی جنگِ نہروان تھی، جو آپ کرم اللہ وجہہ نے خوارج کے خلاف لڑی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی پیش گوئی کئی سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا تھا: "اے علی! پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی (ظالم) وہ تھے، جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پیر کاٹے تھے، اور اگلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جو تمہاری داڑھی کو تمہارے سر کے

Marfat.com

خون سے رنگین کرے گا۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب تین (۳) خارجی مکہ میں جمع ہوئے۔ اُن کے نام عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن باکر تھے۔ تینوں نے تین شخصیات کو مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا، یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، معاویہ بن سفیان رضی اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاکہ (بقول اُنکے) لوگوں کو اُن کے ظلم سے نجات ملے۔ ابنِ ملجم نے کہا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل کا بیڑا اُٹھاتا ہے۔ برک نے کہا کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی ذمہ داری لیتا ہے، اور عمرو بن باکر نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی ذمہ داری لے لی۔ اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ تینوں اس منصوبے پر ایک ہی تاریخ میں عمل کریں گے۔ اس طرح ابنِ ملجم کوفہ کے لئے روانہ ہُوا، جبکہ باقی دونوں شام کی طرف نکلے۔

جو شام گئے تھے وہ اپنے ناپاک منصوبے میں ناکام رہے، لیکن ابن ملجم نے اپنی شقاوت کے باعث، کامیابی حاصل کر کے اپنے لئے دوزخ کمالی۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عادت شریف تھی کہ آپ صبح سویرے فجر کی نماز کے لئے نکلتے اور راہ چلتے "الصلاۃ" کی صدائیں دوسروں کو بھی جگانے کے لئے لگاتے جاتے۔ اُس اَلم ناک صبح ابنِ ملجم راستے میں ایک جگہ چُھپ گیا۔ جب امیر المومنین مسجد کے قریب پہنچے تو ابنِ ملجم نے آپ کرم اللہ وجہہ کی پیشانی پر تلوار سے وار کیا۔ تلوار آپ کے سرِ مبارک میں گھس گئی، جسکے باعث حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ہی خون میں نہائے اور اُن کی داڑھی مبارک بھی خون سے تر ہو گئی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں اپنے والد کے پیچھے آرہا تھا تو میں نے (اچانک) تلوار کی چمک دیکھی اور پھر امیر المومنین کو زمین پر گرتا دیکھا۔ اُس لمحے،

Marfat.com

میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "ربِّ کعبہ کی قسم، میری آرزو پوری ہوگئی"۔ شہادت سے ایک رات پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک خواب دیکھا تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ: "آج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، اور میں نے اُن سے عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی اُمت نے مجھے بہت اذیت دی"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اُن کے لئے بددعا کرو"۔ تو میں نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اُن کے بدلے میں اچھے لوگ عنایت کریں، اور اُن کو میرے بدلے کوئی بُرا شخص دیں"۔

اس سانحہ پر ہر طرف سے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے ابنِ ملجم کو پکڑ لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے سامنے اُسے قتل کرنے سے منع کیا اور فرمایا: "اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے خود اختیار ہوگا: چاہوں گا تو اُس کو خود سزا دوں گا، اور چاہوں گا، معاف کروں گا۔ لیکن اگر میں اچھا نہ ہوا تو پھر یہ کرنا کہ اُس نے ایک ضرب ماری تھی، تو تم بھی اُس کو ایک ہی ضرب مارنا"۔

زہر میں ڈوبی ہوئی ابنِ ملجم کی تلوار کا گھاؤ اتنا گہرا تھا کہ بہادروں میں سب سے زیادہ بہادر نے بھی صرف تین (۳) دن میں آخر اپنی آنکھیں ہمیشہ کیلئے بند کر لیں، اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر آپ کرم اللہ وجہہ کو غسل دیا، اور پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت آپ کو نجف میں دفنایا گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

بے شک دُنیا دوبارہ ایسا شخص کبھی نہیں پائے گی جو اپنے دین میں کامل

Marfat.com

تھے، شجاعت اور علم میں کامل تھے، جو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے ہی تھے جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے۔

تائیدِ حق میں پہلی شہادت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہے
پیغمبری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ولایت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہے
مَولد بھی محترم ہے اور وَلد بھی محترم
کعبہ ہے اور جائے وِلادت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہے
کعبہ سے ابتداء ہے تو مسجد میں انتہا
مرقوم دو حرم میں حکایت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہے

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۷، اگست ۲۰۱۲ء
(۲۳۹)
۲۸، رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

لیلۃ القدر، رمضان کی تعلیمات

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو نہایت قوّت والا اور شان والا ہے، جس کے الفاظ نہ ختم ہونے والے، اور جس کا کلام (قرآن) تمام سچے دلوں کا سُرور ہے۔

دُرود و سلام اللہ کے سچے نبیؐ پر جن کا قلبِ اطہر اللہ کی امانت (قرآن) کا امین تھا، اور بے شک اس کی نگہبانی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے بہترین امانت دار تھے۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کیلئے۔ سلامتی ہو تمام سچے دلوں کے لئے، اور رمضان کے اس مبارک مہینے میں اللہ اُن کی ساری سچی تمنائیں پوری کرے۔

وقت کیسے بھاگا جا رہا ہے! کل ہی رمضان المبارک شروع ہوا، اور آج ہم اُس کے آخری ایام میں ہیں۔ فضیلت کا یہ مہینہ تقریباً ختم ہونے کو ہے۔ وہ مہینہ جو بے شمار لوگوں کے لئے رحمتیں لایا، بے حساب لوگوں کے لئے، مغفرت لایا، اور بہتوں کو دوزخ سے بچایا۔ بے شک دربارِ الٰہی میں اعمال کا دار و مدار نیتوں پر

Marfat.com

ہے اور یہ سچے دل ہی ہیں جن کی نسبت اللہ سے ہے۔

اس مہینے کی عبادات کا ایک خاص مطلب ہے جسے رمضان کے بعد کے مہینوں میں یاد رکھنا چاہیئے۔ روزہ آپ کو برداشت (تحمل) سکھاتا ہے۔ یہ آپ کو صبر اور دوسروں کا خیال رکھنا سکھاتا ہے۔ یہ آپکے اوقات میں بھی نظم و ضبط پیدا کرتا ہے۔ آپ اپنے کھانے پینے کی رغبت پر قابو رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بہت سارا وقت بچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کو دنیاوی باتیں بھی کم کرنے کو کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے آپ کے دل عبادت کی طرف کھنچتے ہیں۔ آپ کو گناہوں سے بچنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چہروں پر وہ خاص نوری دمک دکھائی دیتی ہے، جو تمام سچے نوریوں کی نشانی ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا تھا اور یہ ہی ہے، مہینہ لَیلَةُ القَدر کا۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ جنہیں اس رات کی نعمتیں عطا ہوں گی، جب ملائک اللہ کے سچے عاشقوں سے مصافحہ کریں گے۔

رمضان آپ کے دلوں کی صفائی کرتا ہے۔ یہ آپ کے مال کو صاف کرتا ہے اور یہ آپ کے اعمال نامے کو بھی صاف کرتا ہے۔ اُمتِ محمّدی کے لئے اِس ماہ میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں! اگر لوگوں کو اس کا صحیح ادراک ہو تو وہ سارا سال اس مقدس مہینے کے لئے تیاری کرتے۔ اَب جبکہ آپ رمضان کے آخری ایام میں ہیں، آپ کے لئے یہی وقت ہے کہ آپ اگلے ماہ میں زیادہ نظم و ضبط اور استقامت کیساتھ داخل ہوں۔ رمضان سویرے اُٹھنے کی سعادت سکھاتا ہے۔ آپ کے دن کا آغاز فجر

Marfat.com

سے ہونا چاہیئے اور اس کا خاتمہ عشاء پر ہونا بہتر ہے۔ رمضان آپ کو دو وقت کھانے کا سبق سکھاتا ہے۔ آپ کے جسم کو درحقیقت اس سے زیادہ غذا کی ضرورت نہیں ہے۔ بھاری غذا اور اس کا ہضم کرنا رمضان میں بہت مشکل ہے۔ اس سے آپ کی عبادات کی رفتار کم ہوتی ہے اور آپ میں کاہلی لاتی ہے۔ سادہ غذائیں آپکا طرزِ حیات ہونی چاہیئے۔ قوت بخش اور متوازن کھانوں کے بارے میں سیکھیئے، اور کھانا صرف زندہ رہنے کے لئے کھائیں اور نہ کہ کھانے کے لئے زندہ رہیں۔ رمضان کے ۳۰ دنوں میں آپ نے اپنی زبان کو کھانے اور اُسے غلط استعمال سے روکے رکھنے کا درس سیکھا۔ تیس (۳۰) دن کا ضبط یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ باقی تمام دنوں میں بھی اُسے قابو کر سکتے ہیں۔ اِس بات میں بہت محتاط رہیں کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ آپ کی زبان ہی آپ کے اعمال نامے کا قلم ہے۔ یہ آپ کی اپنی ہی زبان ہے جس سے آپ اپنے اچھے بُرے اعمال لکھ سکتے ہیں۔ بس اپنی زبان کو قابو میں رکھیں، اور آپ دیکھیں گے کہ آپ کے بیشتر مسائل حل ہو جائیں گے۔

رمضان میں آپ کی توانائی کم ہوتی ہے، یہ ہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے وقت کو بے کار خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ بھوک، اور زائد عبادات کے باعث آپ کو اپنے وقت کا بہت احساس ہوتا ہے۔ آپ کو اپنا وقت بے کار اور نقصاندہ سرگرمیوں میں ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ یہ ہی وقت عبادات کی چھوٹی چھوٹی سرگرمیوں میں خرچ کرنے سے آپ کو جنت کے انعامات مل سکتے ہیں۔ یہ نیکیوں کا موسم ہے، جس میں ہر ایک نیک عمل آسمان پر ایک بیج بو دیتا ہے۔ اور ہر بیج آسمان پر جب

Marfat.com

پروان چڑھتا ہے تو اپنے مالک کے لئے ہزاروں میوے مہیا کرتا ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ ایک نیک عمل اگر نیک نیتی سے کیا جائے تو وہ آخرت میں ایسے انعامات کا باعث ہوتا ہے کہ جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

"رمضان آپ کو وقت کا بہترین استعمال سکھاتا ہے"

ظاہر ہے کہ گھڑی میں ایک دن کے صرف ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں۔ یہ اس قیمتی وسیلے میں اضافہ نہیں کر سکتی، تو پھر آدمی اس کا بہترین استعمال کیوں نہ کرے۔ حتیٰ کہ آپ جو وقت ان محفلوں میں دے دیتے ہیں، یہ بھی آپ کے مستقبل کی سرمایہ کاری ہے جن کا انعام آپ کے گمان سے باہر ہے۔ کیا یہ آپ کے لئے ایک دانائی کی بات نہ ہو گی کہ آپ سال کے باقی دنوں میں بھی اپنے وقت کو متوازن رکھیں۔ (یعنی) کچھ وقت اپنے گھرانے کے لئے، کچھ وقت اپنے والدین کے لئے، کچھ وقت اپنے روزگار کے لئے، کچھ وقت اپنے دوست احباب کے لئے، اور باقی سارا وقت اپنے اللہ کیلئے۔ اپنی زندگیوں میں سادگی لائیں تاکہ آپ اپنا وقت دنیا کی خرافات میں ضائع نہ کریں۔ یاد رکھیں کہ اِس دُنیا میں وقت ایک ٹمٹماتی ہُوئی شمع کے مانند ہے، کوئی نہیں جانتا کہ کب ہوا کا ایک جھونکا آئے اور اُسے بُجھا جائے۔

رمضان آپ کو ایک معمول مہیا کرتا ہے: سحری کے وقت جاگنے کا اور افطار سے پہلے تمام اُمور انجام دینے کا۔ آپ کا خیال ہو گا کہ رمضان آپکی کارکردگی کی رفتار کو کم کرتا ہے، لیکن دَرحقیقت وہ ایسا نہیں کرتا۔ آپ میں سے اکثر کو یہ معلوم ہے کہ آپ کے پاس محدود وقت ہے۔ تو اس لئے آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ

Marfat.com

آپکے کام اسی محدود مدّت میں ہوں جب آپ پوری توجّہ سے کام کر رہے ہیں، تو آپ جانتے بُوجھتے اپنے وقت کو ضائع نہیں کریں گے۔ بے کار گفتگو سے گریز کرتے ہیں۔ اور ضروری کام سب سے پہلے کئے جاتے ہیں تاکہ آپ کی کارکردگی متاثر نہ ہو۔ یہ صرف اس وقت ممکن ہے جب آپ اپنے کاروبار یا اپنے روزانہ کے کام میں مخلص ہیں۔ اس لئے رمضان میں وقت کو ضابطہ میں لانا ایک بہت ہی ضروری سبق ہے جو آپ سیکھتے ہیں۔

رمضان آپ کو صبر اور تحمل سیکھاتا ہے، جو ایسے اوصاف ہیں جن کی آپکی قوم کو سخت ضرورت ہے۔ ناشائستہ رویّے سے گریز، اور دوسروں کو برداشت کرنا بھی ایسی خُوبیاں ہیں جو رمضان ہمیں سیکھاتا ہے۔ اب غصّہ کیوں اتنا عام ہوگیا ہے، اور اتنی آسانی سے لوگ آپے سے باہر کیوں ہو جاتے ہیں؟ اگرچہ آپ کا دین اِس رویّے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ جب آپ صرف اللہ پر توکل کریں گے، اور دوسروں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیں گے، تو تب آپ اللہ ہی سے طلب کریں گے۔ آپ دوسروں سے غیر ضروری توقعات نہیں رکھیں گے۔ ایک آدمی کو غصّہ اُس وقت آتا ہے جب کوئی اُس کے توقعات پر پُورا نہیں اترتا۔ غصّہ اُس وقت قابو کردہ رنگ میں جائز ہے جب کسی نے کوئی غلطی کی ہو اور اس غلطی سے سبق نہیں سیکھتا، یا جب کوئی شخص منفی رویّے کا اظہار کرتا ہے، تو تب شاید آپکو اپنا ضبط شدہ غصّہ دِکھانا چاہیئے۔ لیکن اس میں آپ کو چیخنا، گالی گلوچ یا دوسروں کی ہتک نہیں کرنی چاہیئے، آپ کو اُسے دوسروں

Marfat.com

کے سامنے بے عزت نہیں کرنا چاہیئے، یا اُس کے معافی مانگنے کے باوجود اپنی برہمی کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔

ضبط کردہ غصّے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیئے کہ آپ اپنے غصّے کا اظہار کس طرح کرتے ہیں۔ تمام حالات میں آپکو یہ سوچنا چاہیئے کہ دوسرے آدمی کو اپنی غلطی کا احساس کس طرح ہونا چاہیئے۔ تو اپنے الفاظ کے چناؤ میں احتیاط کریں۔ آپ صرف غلطی کی نشاندہی کریں، اس آدمی کی بے عزتی نہ کریں۔ ہر وقت نرمی سے بات کریں۔ لیکن اگر کوئی سبق سیکھنے سے انکار کرتا ہے تو پھر اسے اپنی ناراضگی کے بارے میں بتائیں۔ چاہے آپ غصّے میں ہوں، آپ کی آواز کی سطح بلند نہیں ہونی چاہیئے اور آپ کے الفاظ سخت اور غیر شائستہ نہیں ہونے چاہئیں۔ کئی لوگ یہ بھول جاتے ہیں اور دوسروں پر برستے وقت اپنی زبان کو قابو نہیں کرتے، جس سے بھلائی سے بڑھ کر نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ غلطی کرنے والا شخص آپ کی گالی گلوچ والے غصّے کے باعث، اپنی غلطی سے سیکھنے کے بجائے دفاعی پوزیشن لے گا، جس سے دونوں طرف سے گالی کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔

ایک سچّا آدمی غلطی کو ماننے سے کبھی نہیں شرماتا۔ آخر کار، ہر آدمی غلطی کر سکتا ہے، لیکن سچے لوگ اپنی غلطیوں سے سیکھتے ہیں۔ ان کی اَنائیں انہیں دوسروں سے معافی مانگنے سے نہیں روکتی۔ چاہے ایسے لوگ کسی بھی وجہ سے غصّے میں ہوں، وہ اپنے اِردگرد موجود لوگوں کے آگے اپنا غصّہ ظاہر نہیں کرتے۔ ان کے غصّے میں بھی شائستگی اور نرمی ہوتی ہے، اور ان کے غصّے کا مقصد صرف دوسرے شخص کو اس

Marfat.com

کی غلطی یا اس کے گناہ کا احساس دلانا ہوتا ہے تاکہ وہ دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ غصہ ایک مثبت جذبہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب اس کا اظہار دوسروں کے فائدے کے لئے کیا جاتا ہے، لیکن اگر اس کا اظہار اپنے نفس کی تسکین کے لئے کیا جاتا ہے تو پھر یقیناً یہ ایک منفی جذبہ ہے جس سے ہر حال میں گریز کرنا چاہیئے۔ آپ کو رمضان میں غصے سے احتراز کرنا چاہیئے، اور اس ایک مہینہ کی تربیت کی بدولت آپ پورے سال اس سے جان چھڑانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

رمضان کا مہینہ رخصت ہونے کو ہے، لیکن اس میں سیکھے گئے اسباق اسکے ساتھ رخصت نہ ہونے چاہئیں۔ یہ سبق زندگی بھر کے لئے ہیں۔

رمضان، صبر، تحمل اور دریا دلی کا مہینہ ہے، یعنی طلب کرنے اور عطا کرنے کا۔ طلب اپنے پروردگار سے، اور دنیا اس کے مخلوق کو۔ وہ جو ان اقدار کی پیروی کرتا ہے، اس کے لئے زندگی کے مسائل اور مصائب سے نمٹنا آسان ہوتا ہے۔ صبر ایک مسئلے کو قابل برداشت بناتا ہے، توکل آپ کو اس ذاتِ واحد کے پاس لے جائے گا جو آپ کے لئے اس مشکل کو آسان بنا دے گی، اور اپنے اللہ سے طلب کرنا دراصل حقیقت مسئلے کو ختم کر دیتا ہے، کیونکہ یہ اللہ ہی ہے جو آپ کی زندگیوں کی تمام مشکلات کو دور کر سکتا ہے۔ تمام طاقتیں، چاہے نیکی کرنے کی یا گناہ سے بچنے کی، یہ سب اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اس کے عاشقوں اور دوستوں کا دسیلہ پکڑیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے تمام مسائل اس طرح حل ہوں گے کہ جیسے کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں۔

Marfat.com

رمضان دوسروں کا خیال رکھنے کا بھی مہینہ ہے، خاص طور پر محتاجوں اور غریبوں کا۔ اگر آپ کی یہ سخاوت سال کے باقی تمام مہینوں میں بھی جاری رہی، تو آپکو یہ دیکھ کر حیرت ہوگی کہ کس طرح بہت سے ایسے لوگ جو کل تک مانگتے تھے، ہوسکتا ہے وہ آج دینے کے قابل ہوں۔ تو دوسروں کا خیال رکھنے کا سبق، خاص طور سے غرباً کا، اس مہینے میں اچھّی طرح سیکھنا چاہیئے۔

آپ کو ایک فہرست بنانی چاہیئے کہ آپ نے اس مہینہ میں کیا کیا سیکھا۔ ان قوتوں کو بھی لکھیئے جو آپ نے اس ماہ میں حاصل کی ہیں۔ ان کوتاہیوں اور کمزوریوں کو بھی لکھ ڈالیئے جو اس مہینہ میں آپ سے سرزد ہوئی ہیں، اور پھر یہ بھی لکھئے کہ آپ کس طرح اپنی قوت میں اضافہ کرنا، اور اپنی کمزوریوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے اس پورے مہینے میں اپنے غصّے پر قابو پانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب رہا، اَب ہوتا یہ ہے کہ جونہی رمضان ختم ہوتا ہے وہ اپنی پُرانی رَوِش دوبارہ اختیار کرتا ہے۔ یہ سوچ کر کے اَب وہ غصّہ کرسکتا ہے کہ اَب پابندیوں کا مہینہ ختم ہوچکا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس مہینہ کی تربیت تو نہ صرف سال کے باقی مہینوں میں جاری رہنے والی ہونی چاہیئے، بلکہ عمر بھر کے لئے جاری رہنی چاہیئے۔

رمضان کے گزر جانے کا مطلب یہ نہیں کہ اَب آپ گناہ کرنے، یا اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کے لئے آزاد ہیں۔ جیساکہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، آپ کو چاہیئے کہ رمضان کی نیکیوں کو پورے سال تک پھیلائیے۔ اگر آپ کو عبادت کا ایک خاص طریقہ پسند آیا ہے، تو پھر اُسے باقی تمام مہینوں میں بھی جاری رکھیں۔ اگر خیرات

Marfat.com

دینے سے آپ کا جی خوش ہوا تھا، تو آپ کو چاہیئے کہ باقی مہینوں میں بھی اپنے دستِ شفقت کو نہ روکیئے۔ اگر آپ نے اپنے غصے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھا، تو باقی گیارہ (۱۱) مہینوں میں انہیں کیوں کھلا چھوڑا جائے۔ ذرا سوچیئے تو کہ آپ اپنے مُنہ میں موجود گوشت کے اس ذرا سے ٹکڑے کو قابو کر کے اپنی زندگی کو کتنی آسان بنا سکتے ہیں۔

رمضان کا حُسن یہ ہے کہ آپ اللہ کی قربت کو محسوس کریں۔ آپ اس کی جانب سے ایک خصوصی رابطہ اور محبّت محسوس کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر شیاطین کو رمضان میں جکڑ لیا جاتا ہے تو وہ زیادہ پریشان نہیں کرتے۔ یہی سبب ہے کہ آپ سب اپنی عبادات میں بہتر طور سے توجہ دے سکتے ہیں، اور آپ کا دِل، اللہ کی قربت کے احساس سے مسرور ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ رمضان کے بعد شیطانی وسوسے اور اس کی کج ادائیں، آپکی توجہ کو دوبارہ قابو کر لیں۔

اس مسئلے کو کس طرح قابو کیا جا سکتا ہے؟

پہلی بات تو یہ کہ ہر وقت حصار میں رہنا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ جب کبھی بھی آپ کا ارادہ نفلی عبادات کا ہو تو خود کو اس کے لئے منظم کریں۔ اس کے لئے ایک مخصوص وقت مقرر کریں اور اس نظام الاوقات کی پابندی کی کوشش کریں۔ اس عبادت کے کرنے پر سختی سے قائم رہیں، جس کا مطلب ہے کہ اُسے بیچ میں چھوڑا نہ جائے۔ کسی بھی نفلی عبادت میں باقاعدگی اور ہمیشگی اُسے زیادہ طاقتور بناتی ہیں، اور اس کی رحمتیں وقت کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔ عبادت کرتے وقت عبادت کے الفاظ کے

Marfat.com

معنی پر توجہ دیں اور محسوس کریں کہ آپ کا دِل درحقیقت اِنہیں پڑھ رہا ہے، اور اگر کوئی وسوسہ آجائے تو اسے نظر انداز کیجئے۔ ان آوازوں پر توجہ نہ دیں جو باہر سے آپ کے دِل تک آرہی ہیں، اور تھوڑے ہی وقت میں آپ محسوس کریں گے، کہ وہ وسوسے دَب گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ شیطانی وَار پہ کوئی توجہ نہیں دیں گے، تو پھر کچھ عرصے بعد وہ یہ سوچنا شروع کرے گا کہ ایسے شخص پر وقت ضائع کرنا بے کار ہے جو اُس کی باتوں کو سُنتا ہی نہ ہو۔ شیطان سے خود کو بچانے کے لئے اللہ سے سے اس کی پناہ طلب کریں۔

جب آپ اللہ سے سچی نسبت رکھیں گے، اور اپنا وقت، اپنے ارادے، اپنی محبت، اپنا مال، اپنی توجہ اس پر نچھاور کریں گے، تو بھلا وہ کس طرح آپکو خالی ہاتھ چھوڑے گا؟ تو پھر وہ آپکو اپنی محبت اور قُرب سے کیوں نہ نوازے، اور آپ کو جنّتی تحفے کیوں نہ عطا کرے، اور اس دُنیا میں آپ کی زندگی کو بہتر اور آسان کیوں نہ بنائے؟ اللہ سے وفاداری کا صِلہ آپ کے دل کی سکینت ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کے گناہوں اور نافرمانیوں سے آپ کی دُوری ہے۔ بے شک جو بھی اللہ سے یہ انعام پاتا ہے، اُسے جاننا چاہیئے کہ اُسے اللہ کی رضا حاصل ہو رہی ہے اور جسے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اُسے اللہ کا قُرب حاصل ہو جائے گا، اور اللہ کے قُرب کا مطلب اسکے محبُوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قُرب ہے۔ اور وہ جسے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قُرب حاصل ہو جائے تو اُسے جاننا چاہیئے کہ اُسے وہ آخری انعام دیا جا رہا ہے جو اللہ نے کائناتوں کو عطا کیا ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ کی رحمتیں آپ سب پر سایہ فگن رہیں اور

Marfat.com

آپ سب اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قُربت میں رہیں۔

سب کو عید مبارک ہو۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۲۴ راگست ۲۰۱۲ء
۵ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

(۲۴۰)

حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو نورالسماوات والارض ہے۔ وہ ذاتِ واحد جس نے سب کو عطا کیا ہے اور جو تمام قوتوں کا منبع ہے۔

درود و سلام اللہ کے آخری نبی پر، ان سب کے نبی پر جو کبھی بھی پیدا کئے گئے ہوں۔ وہی ہیں جو پوری انسانیت کے لئے رحمت ہیں۔

۷

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔

سلامتی ہو ان تمام غلامانِ محمدؐ پر، ان پر جو ہر وقت اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے ہیں۔

ایک سمندر ہے جو نہایت وسیع اور گہرا ہے۔ کسی نے کبھی اس کے ساحل نہیں دیکھے ہیں کیونکہ وہ بے کنار ہے۔ کسی نے کبھی اس کی نچلی سطح بھی نہیں دیکھی ہے کیونکہ اس کا پیندا ہے ہی نہیں۔ اس سمندر کی وسعت لامحدود ہے اور اس کی گہرائی بھی لامحدود ہے۔ جو کوئی بھی اس سمندر میں اُترتا ہے، اُسے تحفظ کا احساس ہوتا ہے اور وہ اپنے دل میں سکینت کا ایک سُرور محسوس کرتا ہے۔ یہ ایک ماں کی طرح ہے جو اپنے بچے کو ہر قسم کے خطرات سے بچانے کے لئے اپنی آغوش میں سما لیتی ہے اور بیشک

Marfat.com

یہ بچہ خود کو محفوظ اور محبوب محسوس کرتا ہے جب وہ اپنی ماں کی آغوش میں ہوتا ہے۔ یہ سمندر بھی ایسا ہی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ اسکی شدت ایک ماں کی محبت اور دیکھ بھال سے کہیں زیادہ ہے۔

یہ سمندر آخر ہے کیا؟

یہ اللہ کی رحمت اور محبت کا سمندر ہے جو اس نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہوئی ہے، ان کو جو اپنے پروردگار سے وابستہ ہیں۔ وہ جو بے خوف و خطر اس سمندر میں غوطہ لگاتے ہیں، وہ سب میں سے بہترین ہیں۔ یہ وہ ہیں جو دُنیا سے نہیں ڈرتے۔ درحقیقت ان کی نظر میں دنیا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دنیا سے ان کا تعلق ایسا ہی ہے جیسے مسافر کا مسافر خانے سے۔

اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو سفر میں ہے۔ جہاں کہیں وہ قیام کریگا وہ قیام عارضی ہوگا۔ اپنے سفر کے دوران وہ جہاں قیام کرتا ہے، چاہے وہ جگہ کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، وہ اُس کے بارے میں زیادہ نہیں سوچتا اور نہ ہی وہ اُس جگہ پر اپنی قوت، پیسہ اور توانائیاں صرف کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کل اُسے جانا ہے۔ اور جو اس کا اصل ٹھکانہ نہ ہو تو اس جگہ پر دل لگانا کیا!

؎ لگتا نہیں ہے جی میرا اُجڑے دیار میں
کسی کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو اِنتظار میں

Marfat.com

کہہ دو یہ حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں

اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں

ایسے لوگ سمجھدار ہیں، یہ دُور اندیش ہیں اور جو اپنا نفع نقصان جانتے ہیں۔ سرمایہ اور وقت جو اس دنیا میں لگایا جاتا ہے، اس کی تجارتی قدر معمولی ہے۔ ہوسکتا ہے ۱۰ یا ۲۰ فیصد ہو، یا ہوسکتا ہے کہ اگر آپ بہت ہی ہوشیار شخص ہیں تو ۸۰ سے ۱۰۰ فیصد ہو۔ لیکن وہ سرمایہ اور وقت جو آپ آخرت کے لئے لگاتے ہیں، اس کا تجارتی فائدہ اتنا ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ وہ قلیل مدت کے لئے نہیں بلکہ وہ ابدی اور دائمی ہے۔ کیسے کیسے منافع ہیں ان کیلئے۔ اور ان کو، ان کی دانائی اور سچے دل کے باعث، کیسے کیسے فائدے ملیں گے۔

آج ہم ایک ایسی ہستی کا ذکر کرتے ہیں جن کی آنکھوں میں نوری بشارت تھی، اور جو اللہ کی رضا کے لئے زندگی بسر کرتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے دور میں احترام اور اکرام حاصل کئے بلکہ انہوں نے دانشمندی، حکمت اور عرفان کے ایسے پودے لگائے جن سے برصغیر میں گلشنِ چشت کا آغاز ہوا۔

سلطان الہند، حضرت معین الدین چشتیؒ کے مرشدِ عظیم، حضرت خواجہؒ خواجگان، خواجہ عثمان ہاردنی رحمۃ اللہ علیہ وہ اہلِ علم وحکمت تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ باغبان تھے جنہوں نے صراطِ مستقیم کے طریق پر بیج بوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم ولی تھے جن کی آنکھیں آسمانوں کے اُس پار دیکھ سکتی تھیں اور جو بھی ان کا ہاتھ ایک چھوٹے لمحے کے لئے تھامتا وہ بھی ان ہی بلندیوں تک پہنچتا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی عثمان تھا اور کنیت عبد النور تھی اور آپ کا تعلق خانوادۂ سادات سے تھا۔ گیارہویں پُشت میں آپ کا شجرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن شفیق والدین کے زیرِ سایہ گزرا جنہوں نے آپ کو علومِ دین اچھی طرح آئینہ کرایا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ابھی بچّے ہی تھے کہ آپ نے حفظِ قرآن کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش نیشاپور تھی۔ آپ حاجی شریف زندانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت میں تھے، جنہوں نے آپ کو خصوصی توجہ دی اور سلوک اور مجاہدہ کے منازل طے کرائے۔ زندگی بھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تمام وقت سخت مجاہدات میں گزارا۔ کبھی کبھی کئی دنوں بعد کوئی لقمہ آپ کے پیٹ میں جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نیند نہایت مختصر تھی اور بیشتر وقت آپ عبادات میں گزارتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری روحانی طاقتیں عطا کی ہوئی تھیں۔ اور آپ اپنے دور میں ہی مشہور اولیاء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سارے سفر بھی کئے، کبھی اپنے مرشد کے ہمراہ اور کبھی اکیلے۔

ایک مرتبہ آپ کے مرید شیخ الاسلام، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اپنے مرشد کے ساتھ سفر میں تھے۔ جب دونوں دریائے دَجلہ کے کنارے پہنچے، تو انہیں دریا کے پار جانے کی ضرورت پیش آئی مگر وہاں کوئی کشتی نہ تھی۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ذرا تم اپنی آنکھیں بند کرلو۔" مرید نے حکم کی تعمیل کی، اور جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو انہوں نے خود کو مرشد کے ہمراہ دریا کے پار پایا۔ مرید نے پوچھا: "آپ نے ایسا کس طرح کیا؟" خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: "میں نے پانچ (۵) مرتبہ

Marfat.com

سُورۃ الفاتحہ پڑھی۔"

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کا ایک اور واقعہ ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کو سماع سے بڑی محبت تھی، لیکن علاقے کا حاکم اس کا سخت مخالف تھا۔ اس نے آپ کو سماع کی محفل سجانے سے روکا، اور اعلان کیا کہ اگر کسی کو سماع کی محفل میں پایا گیا، تو وہ واجب القتل ہوگا۔ جب خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو فرمانے لگے: "سماع خواجگانِ چشت کی سُنّت ہے۔ ہم اس سے الگ کیسے رہ سکتے ہیں؟" خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ اسرار بزرگ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حاکم کے لئے مشکل تھا کہ کھلے عام اس ولی کا سامنا کرتا۔ (چنانچہ) اس نے ایک مناظرے کا اہتمام کیا، جس میں ایک طرف اُس وقت کے علماء تھے اور دوسری طرف حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جیسے ہی مناظرے کا آغاز ہُوا، تو علماء نے محسوس کیا کہ کسی نے ان کے علم کو (ان کے ذہنوں سے) مٹا دیا ہے، اور وہ حواس باختہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اگرچہ حاکم ان سے بار بار کہتا کہ وہ کم از کم کچھ تو کہیں مگر علماء سے ایک لفظ بھی نہیں بولا جا سکا۔ آخر کار تمام علماء، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر کر پکار اُٹھے کہ: "ہماری تمام عمر کا سرمایہ تلف ہوگیا۔ خُدارا رحم فرمایئے۔" تو اِس طرح علماء نے توبہ کی اور خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں بیعت کی، اور اس کے بعد حاکمِ وقت نے مداخلت نہیں کی، اور نہ ہی ولی پر کوئی حکم چلایا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ کئی سیاحتوں میں اپنے مرشد کے ساتھ رہے ہیں، اور انہوں نے اس بارے میں اپنے کچھ مشاہدات

Marfat.com

لکھے ہیں جو نہایت غیر معمولی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "دلائل العارفین" میں فرماتے ہیں کہ: "ایک مرتبہ میں اپنے مرشد حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر میں تھا کہ میں نے ایک بزرگ شیخ صدر الدین محمد احمد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جو ہر وقت یادِ الٰہی میں مگن رہتے تھے۔ جو کوئی بھی ان کی جھونپڑی میں داخل ہوتا، وہ خالی ہاتھ نہیں لوٹتا اور اُسے عالمِ غیب سے کچھ نہ کچھ مل جاتا۔ اور جب کبھی بھی وہ بزرگ موت اور قبر کے بارے میں گفتگو کرتے تو وہ ایک پتے کی طرح لرزتے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ انہوں نے ہمیں موت کے خوف کا سبق سکھایا۔ وہ ۷ دن کھڑے رہتے اور آسمان کی جانب دیکھتے اور ان کے اشک جاری رہتے۔ فرماتے تھے کہ:

"عزیزو! جیسے موت آتی ہے اور ملکُ الموت اس کا پیچھا کئے ہوتے ہے، اور روز اُسے قیامت سا دن پیش آنا ہے، اُسے خوشدلی سے کیا واسطہ؟" پھر فرمایا: "اگر تم مُردے کا حال دیکھو جو چیونٹیوں اور سانپوں کے بس میں ہے اور مٹی کے قید خانے میں ہے، تو کھڑے کھڑے نمک کی طرح پانی بن جاؤ۔" پھر فرمایا: "میں نے ایک مرتبہ بصرہ میں ایک بزرگ دیکھا جو ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ ان کے ساتھ میں ایک قبرستان میں گیا۔ وہ صاحبِ کشف تھے۔ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ وہاں قبر کا عذاب ہو رہا تھا۔ اِسے دیکھتے ہی بزرگ نے نعرہ مارا اور گر گئے۔ جب میں نے دیکھا تو وہ مر گئے تھے۔ ایک گھڑی میں نمک کی طرح پانی بن کر غائب ہو گئے۔ جیسا خوف اس بزرگ کا دیکھا ویسا کبھی نہ دیکھا۔" پھر فرماتے ہیں: "اس خوف نے مجھے گھیرے میں لیا ہوا ہے اور میں ہر روز اس خوف میں تحلیل ہوتا ہوں۔ آج ۳۰ سال بعد میں کسی سے بات کر رہا

Marfat.com

ہوں۔"

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بار بہت سارے صوفیاء حضرت خواجہ عثمان ہاردنی رحمۃ اللہ علیہ کے اِرد گرد جمع تھے۔ ایک نہایت بوڑھا اور کمزور شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب آیا اور روتے ہوئے کہا، "۳۰ سالوں سے میرا بیٹا لاپتہ ہے اور میں اس کی جدائی میں تحلیل ہو رہا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے کہ نہیں۔ مہربانی کر کے میرے حق میں دُعا کیجئے تاکہ میں اپنے گمشدہ یوسف کو پا سکوں۔

حضرت عثمان ہاردنی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کو کہا۔ دُعا کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جاؤ اور تمہارا بیٹا تمہیں مل جائیگا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اُسے میرے پاس لے آنا۔" وہ بوڑھا آدمی خوشی خوشی اپنے گھر گیا، اور جب وہ گھر پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے کو وہاں موجود پایا۔ اُسے دیکھ کر بوڑھا شخص خوشی سے دیوانہ ہو گیا، اور فوری طور پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا، اور اِن کے قدم چوم لئے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بیٹے سے پوچھا کہ وہ کہاں تھا اور کس طرح گھر پہنچا۔ بیٹے نے جواب دیا: "مجھے بحری قزاقوں نے قید کر رکھا تھا، اور انہوں نے مجھے زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ آج جب میں اپنی کرسی پر جکڑا ہوا بیٹھا تھا، تو میں نے آپ کو دیکھا اور آپ نے مجھے زنجیروں سے نجات دلا دی۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا کہ اپنا ایک پیر دوسرے پر رکھ کر آنکھیں بند کر لوں۔ پھر جب میں نے آنکھیں کھولیں، تو میں نے خود کو اپنے گھر میں بیٹھے دیکھا۔" وہاں موجود تمام لوگوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔

Marfat.com

تب حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "یہ سب اللہ کی قدرت ہے۔"

خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید، حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مرشد نے سکھایا تھا کہ حیرت کرنا گناہ ہے، کیونکہ جب ہم حیرت کا اظہار کرتے ہیں، تو اس کے معنی ہیں کہ ہم شک میں ہیں، اور دل میں کوئی بھی وسوسہ اللہ کے نزدیک گناہ ہے۔ خداوندِ عالم کے لئے یہ عالم ایک تنکے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اور وہ جس طرح چاہے اس میں ردّ و بدل کر سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ، "کمال درجہ عارف کا یہ ہے کہ محبتِ الٰہی میں اوّل اپنے دل میں نور پیدا کرے، اور اگر کوئی شخص کرامت کا سوال کرے تو اُسے کرامت حق کی پہچان کیلئے دکھانی چاہیئے۔" جب ایک بار ایسے ہی الفاظ خواجہ عارف نے فرمائے، کہ: "جو شخص وصل اِلا اللہ ہے، اُس پر لازم ہے کہ وہ کرامت دِکھائے۔" اُس لمحے حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ اپنی جائے نماز کے نیچے ڈالے اور وہاں سے چند اشرفیاں نکالیں اور فرمایا: "درویش کے لئے کچھ مٹھائی لے آؤ۔" شیخ علاؤ الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ ایک سوکھی لکڑی پر مارا، جو فوراً سونے میں تبدیل ہو گئی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ ادب کی خاطر بیٹھے ہوئے تھے، لیکن جب حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اشارہ فرمایا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ کمبل کے نیچے ڈالے اور وہاں سے چار (۴) روٹیاں نکالیں اور انہیں درویشوں کی نظر کی۔ درویشوں اور خواجہ عارف نے فرمایا: جب تک کسی شخص کے پاس ایسی قوّت و استعداد نہ ہو، وہ درویش کہلانے کے لائق نہیں۔"

Marfat.com

ایک مرتبہ خواجہ نجم الدین صغری، خواجہ محمد ترک اور حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اُسی لمحے وہاں ایک شخص آیا اور مرشد سے پوچھنے لگا کہ: "کسی کو کیسے پتہ لگے گا کہ اِسے قربِ الٰہی حاصل ہو گیا ہے؟" اس پر حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "نیک عمل کی توفیق اُس قربت کی بہترین علامت ہے۔ یاد رہے کہ جس شخص کو نیک عمل کی توفیق دی گئی ہو، تو (سمجھیئے کہ) اللہ سے قربت کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا گیا ہے۔"

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور آپ نے فرمایا: "ایک مرتبہ کسی شخص کے پاس ایک کنیز تھی جو آدھی رات کو اُٹھ کر وضو کیا کرتی اور ۲،۲ رکعت نماز پڑھتی۔ پھر دُعا مانگتی۔ وہ کہا کرتی: "اے خدا! مجھے آپ کی قربت حاصل ہے، اَب خود کو مجھ سے جُدا نہ کرلو۔" جب اس کنیز کے مالک نے یہ سنا تو اس نے اس سے پوچھا: "تمہیں کیسے معلوم کہ تمہیں اللہ کی قربت حاصل ہے؟" کنیز نے عرض کیا کہ: "میں اس لئے جانتی ہوں کیونکہ اللہ نے مجھے آدھی رات کو اُٹھنے کی توفیق عطا کی ہے تاکہ میں اس کے لئے ۲،۲ رکعت نماز ادا کروں اور غفلت سے بچوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں جانتی ہوں کہ مجھے اللہ کی قربت حاصل ہے۔" یہ سُن کر مالک رونے لگا اور اس نے اُس کنیز کو آزاد کر دیا۔ آخر میں حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "پس انسان کو دن رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے تاکہ اس کا نام نیک لوگوں کے ہمراہ درج ہو جائے اور نفس و شیطان کی قید سے بچ جائے۔"

ایک اور موقع پر حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اہل معرفت کے

Marfat.com

علاوہ کسی اور کو عشق کے بھید نہیں بتانے چاہئیں۔"

ایک مرتبہ شیخ سعدی میگوئی نے شیخ سے پوچھا: "ہم اہلِ معرفت کو کس طرح پہچان سکتے ہیں؟" اس کے جواب میں حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اہلِ معرفت کی علامت ترک ہے اور صرف ان ہی میں خُداشناسی ہے۔ جن کے پاس ترک نہیں ہے، ان کے پاس تو معرفت کی بُو بھی نہیں۔ یاد رکھیں اچھی طرح کہ کلمۂ شہادت اور نفی اثبات معرفت کا منبع ہیں۔ مال و مرتبہ ایسے بھاری مجسمے ہیں جنہوں نے لوگوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا دیا ہے۔ یہ خداؤں کی طرح ہیں جنہیں لوگ پوجتے ہیں۔ پس جس نے جاہ و مال کی محبت کو دل سے نکال دیا، اس نے گویا پوری نفی کر دی۔ اور جسے حق تعالیٰ کی معرفت ہو گئی، اس نے پورا پورا اثبات کر لیا۔ اور یہ بات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کر کہنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا اسے خداشناسی حاصل نہیں ہوئی۔"

یہ خوبصورت دل جو ہر وقت اپنے رب کی رضا میں رہتا تھا، وہ شوال ۶۱۷ھ میں اپنے محبوب کے پاس ہمیشہ کے لئے چلا گیا۔ اپنی حیات کے آخری سالوں میں آپ نے مکہ معظمہ میں خلوت اختیار کی اور آپ کی آخری آرام گاہ مکہ اور جنت المعلیٰ کے درمیان واقع ہے۔

اے اُمتِ محمدی! رحمت کا سمندر پورے جوش و خروش میں ہے۔ جو بھی اس میں غوطہ لگائے گا، وہ اس میں اَبد تک رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے اولیاء نے اس میں ڈوبنے اور اس میں ہمیشہ رہنے سے ایک لمحہ بھی پس و پیش نہیں کیا کیونکہ

Marfat.com

وہ جانتے ہیں کہ تمام خوشیاں، تمام طمانیت اور تمام حسن اسی سمندر میں ہیں۔ اللہ کے اولیاء کے ساتھ رہیئے، اور بہت ہی کم عرصے میں آپ خود اس بحرِ کرم میں ڈوبا ہُوا پائیں گے، جو ہر وقت اُمّتِ محمدی کے لئے موجود ہے۔

آپ سب پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

آمین

(ثُمّ آمین)

Marfat.com

۳۱ اگست ۲۰۱۲ء (۲۴۱)
۱۲ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو اپنے عاشقوں کا محبوب عاشق ہے،
وہ ذاتِ واحد جو ہزاروں پردوں کے پیچھے پوشیدہ ہے، لیکن آپ سے پھر بھی وہ
آپ کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔

درود و سلام رحمۃ اللعٰلمین پر، فیض، کرم اور رحمت پر جو ہر وقت
اُمّتِ محمدی پر برس رہے ہیں۔

ھُو

سلام رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔
سلامتی ہو ان سب پر جو یہاں موجود ہیں، اس لئے کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں ان کے
دِلوں کو امن اور سکون ملتا ہے۔

دِل ایک نہایت قیمتی عضو ہے، بالخصوص ایک عاشق کا دل۔ ایک
عاشق کے دل کی دھڑکن ہر وقت اس کے محبوب کی دھڑکن سے ہم آہنگ ہے۔
وہ اپنے محبوب کی طرح سوچتا، بولتا اور محسوس کرتا ہے۔ وہ اس عشق کے ذریعے
فنائیت کا تجربہ کرتا ہے اور اس کے ہر ایک لمحے سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ جب
وہ عالمِ ہجر میں ہوتا ہے، یعنی اپنے محبوب سے دور، تو وہ جُدائی ایسی ہوتی ہے جیسے

Marfat.com

ہزاروں تلواریں بدن میں پیوست ہو رہی ہوں۔ اور اس درد کا مزہ بھی بیان سے باہر ہے۔ ہجر کا مزہ اس وقت محسوس ہوتا ہے جب محبوب نگاہوں سے دور ہو، اور پھر بھی عاشق کہیں بھی ہو یا جہاں بھی جائے، محبوب کی موجودگی کا احساس اسکے ساتھ رہتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ سچا عاشق کبھی ہجر محسوس نہیں کرتا۔ کیا محبوب ہر وقت دِل میں نہیں ہوتا، اس کی آنکھوں کے سامنے نہیں رہتا؟ اس کے باوجود بھی تلواروں کی چُبھن کبھی ختم نہیں ہوتی کیونکہ طلبِ محبوب کی کوئی حد نہیں۔ اس طلب کی کوئی انتہا نہیں۔ دَردِ محبُوب اور قربِ محبُوب اس کے لئے کافی نہیں، محبوب کے لئے دَرد کبھی نہیں جاتا۔ یہ اس دنیا کے کچھ راز ہیں جو اس دنیا میں ظاہر نہیں کئے جاسکتے اور نہ ہی انہیں الفاظ کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔

جب ہم کسی عاشق کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیشہ روحانیت کے حوالے سے ہوتی ہے۔ طریقت میں عاشق ہمیشہ آپ کے مرشد ہوتے ہیں۔ جب آپکو اس قسم کے عشق کا تجربہ ہوتا ہے، تو آپ ایک اعلیٰ تر محبت کے لئے تیار ہوتے ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کے لئے۔ جب ایک بار آپ اس محبت کا مزہ چکھ لیں گے اور اس کے راز و رموز کو سمجھنا شروع کریں گے، تو تب ہی آپ محبّتِ الٰہی کے لئے تیار ہوں گے۔ یہ دو مٹیے والی سیڑھی ہے، یعنی آپ کے مُرشد کی محبّت اور رسول اللہ ﷺ کی محبّت جو آپ کو معراجِ محبّت تک لے جاتی ہیں، یعنی اس ذات کی محبّت جس نے محبّتِ کو جنم دیا اور جو ہر وقت یہ محبّت اپنی ان مخلوقات پر نچھاور کر رہی ہے جو اس سے نسبت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

یہ دنیا لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ جب آپ کسی بازار میں جاتے ہیں تو کیا آپ کو ہزاروں سر ادھر اُدھر حرکت کرتے ہوئے نظر نہیں آتے؟ مگر ان میں کتنے ایسے ہوں گے جنہوں نے سچی محبت کا مزہ چکھا ہوگا؟ بدقسمتی سے ایسے افراد بہت کم ہیں جو سچی محبت کے معنی جانتے ہیں یا جن میں غیر مشروط محبت دینے کی صلاحیت ہو۔ ان میں سے کئی لوگوں نے محبت کے بارے میں سنا ہوگا، لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ محبت کے مفہوم کو اپنے گھر والوں، اپنے بچوں یا اپنے جیون ساتھیوں تک محدود سمجھتے ہوں۔ اس دائرہ میں کچھ لوگ دوستوں اور آشناؤں کو بھی شامل کرتے ہوں گے۔ کئی لوگ تو یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اللہ سے محبت کرتے ہیں، لیکن ایسے لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ محبت صرف ان کے ظاہر میں موجود ہے مگر انکے دل کی گہرائیوں میں نہیں اُترتی۔

اکثر لوگ یعنی دنیا دار لوگوں کی نظر میں وہ محبت جو ان کے دل میں ہے، وہ ان کی خود سے محبت ہے۔ یہی وہ محبت ہے جس کو وہ چاہتے ہیں، اور یہ ہی وہ محبت ہے جس کا انہیں تجربہ ہوتا ہے۔ باقی تمام محبتیں موجود رہ سکتی ہیں بہ شرطِ کہ وہ اپنی ذات سے کی جانے والی محبت کے آڑے نہ آتی ہوں۔ یعنی اپنے آپ سے کی جانیوالی محبت۔

یہ تو صرف روحانی دنیا کے لوگوں کے دل ہیں جو "نفس" کی رسیوں سے جکڑے ہوئے نہیں ہیں، ایسی رسیاں جو دوسروں کے لئے موجود جذبات اور احساسات پر حادی ہوں۔ حقیقت میں طریقت سے وابستہ لوگ (یعنی صرف وہ جو اپنے مُرشد سے کئے ہوئے وعدے میں مخلص ہیں) صرف ایسے ہی لوگوں کو سکھایا جاتا ہے کہ سچے دِل

Marfat.com

سے کس طرح محبت کی جائے۔ ان کی محبت ان کے اپنے نفس سے آلودہ نہیں اور وہ ایک پہاڑی جھرنے سے بہنے والے چمکدار پانی کی طرح پاک اور شفاف ہے۔ چشمے کا پانی زمین سے اُبل کر نکلتا ہے، اسی طرح سچّی محبّت ہے جو دل کے مرکز سے اُبل کر نکلتی ہے۔ چشمے کا پانی اس مقام کی طرف پُوری قوت سے بڑھتا ہے جو اسے اپنی جانب کھینچتا ہے، یعنی وہ دریا کی جانب بڑھتا ہے اور وہ دریا یا سمندر کی طرف لپکتا ہے۔ پھر یہ سمندر مہاساگر سے جا ملتا ہے۔

ایک مرید کے دِل سے نکلنے والی محبت اسکے مرشد کی طرف اس طرح بڑھتی ہے جس طرح چشمے کا پانی دریا کی جانب لپکتا ہے۔ پھر مرشد اپنے مرید کے ہاتھوں کو تھام کر اسے عشقِ نبوی سے آشنا کرتا ہے، اور پھر جب یہ محبّت (جو ابتدائی طور پر سمندر کی طرح ہے، لیکن جیسے اس کی سطح بلند ہوتی ہے تو یہ مہاساگر میں تبدیل ہوتا ہے) مرید کو سر سے پاؤں تک شرابور کرتی ہے، تو تب جاکر اُسے اس پُرکشش محبت کا تجربہ ہوجاتا ہے جو پوری کائنات کا محور ہے۔

پاکیزگی ہمیشہ پاکیزگی کو متاثر کرتی ہے! سفید، سفید کو کھینچتا ہے؛ سچّائی، سچّائی کو متاثر کرتی ہے؛ اور سچّی محبت بے شک سچّی محبت کو کھینچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس راہ کے سالک اس راہ کو چھوڑ نہیں سکتے، اِس قدر نشہ اور سُرور ہے اس خوبصورت راہ کا۔

آج ہم ایک ایسے شخص کی بات کریں گے جو ایک سالک تھے، ایک عاشق تھے، ایک ایسے شخص جو اس محبت کا اظہار خوبصورت الفاظ میں کر سکتے تھے۔

Marfat.com

وہ ہجر کے درد سے آشنا تھے، یعنی ان ہزاروں خنجروں سے واقف تھے جو دل کو چیرتے ہیں۔ وہ رازِ وصال کے بھی محرم تھے، وہ احساسات جو دل میں اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب محبوب نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ان کی شاعری ایسے سوز وگداز میں رچی بسی تھی کہ جو بھی اسے سنتا وہ ان الفاظ کے اثر کو محسوس کرتا۔ وہ جو محبت کی دُنیا سے آشنا نہیں تھے، وہ ان عشق کے الفاظ کو سُننے کے بعد اُس دنیا کے مکین بننے کے لئے تڑپتے۔ اور وہ جو پہلے سے عاشق تھے، ان کے لئے یہ الفاظ کبھی کبھی جلتی آگ پر تیل کا کام کرتے اور اس آگ کو بھڑکا دیتے۔ اور کبھی یہ ٹھنڈی چھایا کی طرح کام کرتے اور محبت کی تکلیف کو کم کرتے اور دِل کو ملن اور وصال کی آشا فراہم کرتے۔

حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ محبت کے شاعر تھے عشق کے شاعر تھے، کیونکہ یہ ہی ایک زبان تھی، جسے وہ اپنے اطراف پھیلاتے تھے۔ جیسے کہ خود فرماتے ہیں:

ے مست سمندر دل دے اندر
سے سے لہر اُٹھاواں گی
بدلی ہو کر چمک ڈاواں
میں بادل گھر گھر جاواں گی

(میرے دل کے اندر ایک متلاطم سمندر ہے جس کی موجیں ہمیشہ مست رہتی ہیں اس محبت کا اظہار کرتی ہوئی جو اس دِل میں جذب ہے۔ میں بجلی کی چمک کی طرح ہوں جو طوفانی آسمان سے نکلتا ہے اور اس محبت کو برساتا ہے ایک بادل

Marfat.com

کی طرح جو ہر گھر پہ برستا ہے۔)

سائیں بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلھے شاہ قادری شتاری بھی کہتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھارہویں صدی کے صوفی فقیر ہیں اور آپ کی مقدس اور پاک تعلیمات کی وجہ سے نہ صرف مسلمان آپ سے محبت کرتے تھے بلکہ غیر مسلم بھی۔ سائیں بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی نام عبداللہ شاہ تھا جس سے آپ بلھے شاہ بن گئے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی پیدائش بہاولپور کے گاؤں اوچ گلانیاں میں ہوئی۔ روایت ہے کہ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں سید جلال الدین بخاری شامل تھے، جو سرخ بخارا سے ملتان آئے تھے اور جنہوں نے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس طرح آپ کے خاندان کا نسبی سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا تھا جس کے باعث آپ ایک سید تھے۔

بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب حضرت شاہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ عربی اور فارسی کے ماہر تھے اور ایک نہایت پاکباز شخص تھے۔ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن ان کے والد کی زیرِ نگرانی پانڈو میں گزرا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کو مزید تعلیم کے لئے قصور بھیجا گیا۔ یہاں آپ کو نہایت فاضل استادوں، یعنی حضرت غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم دی۔

آپ کے ظاہری علم کو آپ کے علمِ معرفت کی جستجو سے مزید جِلا ملی۔ یہ اتنا آسان نہ تھا اور اس کے لئے آپ کو مشکل امتحانوں سے گزرنا پڑا۔ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی جدوجہد کی تکمیل تب ہوئی جب آپ کو ایک کامل مرشد ملا۔ دینی علوم نے جو

Marfat.com

آگ بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بھڑکائی تھی اس میں شدّت آپ کے مرشد حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ نے پیدا کی، جو اپنے وقت کے ایک صُوفی فقیر تھے۔ جیسے کہ بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

ے پیراں پیر بغداد اساڈا

مرشد تخت لہور

ہمارا پیراں دا پیر بغداد میں ہوا ہے۔ لیکن مُرشد لاہور شہر کا ہے۔

چونکہ حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ڈیرہ لاہور میں تھا، اس لئے آپ حضرت عنایت شاہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ذات کے آرائیں تھے، اور کھیتی باڑی اور باغبانی پر گزر لبسر کرتے تھے۔ اپنے محبوب مُرید بابا بُلھے شاہؒ سے آپ کی پہلی ملاقات کا ذکر بھی نہایت دلچسپ ہے۔ اپنے مُرشد کی ملاقات سے پہلے ہی بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ رُوحانی کرامت کے حامل تھے۔ ایک مرتبہ جب طالب کی حیثیت سے بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے باغ تک پہنچے، تو آپ نے دیکھا کہ آموں کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اور حضرت شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ زمین میں پنیری لگا رہے ہیں۔ آپ نے دل میں سوچا کہ اپنے مرشد کو بتائیں کہ کوئی آیا ہے، تو آپ نے بسم اللہ پڑھی اور آموں پر توجہ لگائی جو فوراً ہی زمین پر گرنا شروع ہو گئے۔ حضرت شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ نے مُڑ کر دیکھا کہ ان کی پشت پر کون کھڑا ہے۔ جب انہوں نے بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو پوچھا:

Marfat.com

"کیوں بھئی جوان، یہ آم کیوں توڑے ہیں؟" بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ ولی اللہ ان سے صرف بات کریں، اس لئے آپ نے فرمایا:

"سائیں نہ آپ کے درخت پر چڑھا نہ پتھر مارا، میں نے آپ کا پھل کیسے توڑ لیا؟" اس پر حضرت عنایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب نِگاہ بھر کے دیکھا اور پھر فرمایا:

"ارے ایک تو چوری اور پھر سینہ زوری، اگر تو نے پھل نہیں توڑا، تو کس نے توڑا ہے؟" جیسے ہی حضرت عنایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نِگاہ نے اپنا کمال دیکھایا، بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ مُرشد کے قدموں میں گر پڑے۔ مرشد نے فرمایا: "ارے تیرا نام کیا ہے، اور تو چاہتا کیا ہے؟" اس پر بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ بولے: "جی میرا نام بُلھا ہے، اور میں رب کو پانا چاہتا ہوں۔" اس پر مرشد نے فرمایا: "ارے تو نیچے کیوں گرتا ہے۔ اوپر اُٹھ کر میری طرف دیکھ۔" جونہی بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عنایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا، تو مرشد نے فرمایا: "اے بُلھا، رب کا کیا پانا ہے، اِدھر سے اکھاڑ کر اُدھر ہی لگانا ہے۔" حضرت بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مُرشد کا اتنا ہی کہنا کافی تھا کہ ان کا کام تمام ہوا۔

محبت کی آگ بھڑکانے کے لئے کامل مرشد کی ایک نِگاہ کافی ہے، وہ آگ جو پوشیدہ طور سے راز و معرفت کی باتیں سناتی ہے۔ بیعت کے بعد بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ مُرشد کی صحبت اور تعلیمات سے آپکے رُوحانی وجود میں تیزی سے تبدیلی آنی شروع ہوئی اور یہ محبت اتنی گہری اور شدید ہوئی کہ مُرشد کے سوا

Marfat.com

آپ کو کسی اور چیز کا ہوش ہی نہ رہا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک دن آپ نے ایک عورت کو سر پہ چوٹیاں بناتے دیکھا کیونکہ اس کا خاوند گھر لوٹنے والا تھا۔ یہ دیکھ کر بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ایک عجیب اُمنگ پیدا ہوئی اور انہوں نے بھی اپنے بالوں کی چُٹیاں بنائیں اور اپنے مرشد کے ہاں پہنچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور معصومیت سے بھرپور وہ عمل یہ ظاہر کر رہا تھا کہ آپ اپنے مرشد کی خدمت میں مردانہ اکڑ کی بجائے، ایک ایسی عاجز عورت کے رنگ میں حاضر ہوئے ہیں جس کی عقیدت صرف اپنے محبوب کو خوش رکھنا اور خود کو مکمل طور سے اس کے سُپرد کرنا ہو۔

جس دن سے بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید بنے، اس دن سے لوگوں نے انہیں رد کرنے کے لئے یہ کہنا شروع کیا کہ: "آپ صاحبِ فضل و علم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں سے ہیں، آپ ایک معمولی باغبان کے پاس کیوں جا رہے ہیں جو ذات کا آرائیں ہے، کیا آپ کو شرم نہیں آتی؟" مگر مرشد کی رُوحانی تجلّی اس قدر شدید تھی کہ بابا بُلھے شاہ نے وجد میں آکر فرمایا:

ے "بلّھیا جے توں باغ بہاراں لوڑیں
چاکر ہو جا آرائیں دا"

(اے بلّھیا، اگر تمہیں جنت کے باغوں کی چاہت ہو تو آرائیں کا نوکر بنو۔)

یہی وجہ ہے کہ اپنے عشق اور سرمستی میں وہ اپنے مرشد کو خاصم، شاہ سائیں، دلبر، ساجن اور یار کہہ کے پکارتے تھے۔

Marfat.com

بلّھا شاہ عنایت عارف ہے
اوہ دل میرے دا وارث ہے
میں لویا تے اوہ پارس ہے

ایک مُرید جو اپنے مرشد کی محبت میں ملفوف ہو، وہ اپنے مرشد کی ناراضگی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ تو اس کی مَوت کے مترادف ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسے واقعات ہو جاتے ہیں جو مُرید میں شدّتِ محبّت کا احساس دلاتے ہیں۔

بابا بُلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ایسی ہی صُورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔ ایکبار آپ نے اپنے ایک عزیز کی شادی میں اپنے مُرشد کو دعوت دی۔ مُرشد نے خُود جانے کی بجائے اپنے ایک نہایت خاص مُرید کو بھیجا۔ یہ شخص بھی آرائیں تھا اور فقیرانہ لباس میں تھا۔ بابا بلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی برادری والوں نے اِس شخص کو نظر انداز کیا اور بابا بلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جو شادی کے انتظامات میں مصروف تھے، اپنے اس پیر بھائی سے خاص توجہ سے نہ مل سکے۔ جب دوسرے دن مُرشد نے اپنے مُرید سے شادی کے بارے میں دریافت کیا تو مُرید نے شکایت کی۔ اس پر مرشد نے فرمایا: "بُلّھے کی یہ مجال، چلو ہم اس کی کیاریوں سے پانی موڑ کر تیری طرف کر دیتے ہیں۔" جیسے ہی مُرشد کے فیضان کا چشمہ رُک گیا، تو بابا بُلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں پر ایک پردہ ڈال دیا گیا۔ مصیبتوں کا پہاڑ بُلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر ٹوٹ پڑا۔ وہ اپنے مُرشد کے پاس دوڑتے ہوئے پہنچے، لیکن مرشد نے ان سے ملنے سے انکار کیا۔ اِس جُدائی اور پشیمانی کے باعث وہ "ماہیٔ بے آب" کی طرح تڑپنے لگے اور فرمایا:

Marfat.com

اَب لگن لگی کیہہ کریئے

نہ جی سکیئے نہ مَریئے

تم سُنو ہماری بیناں

مُوہے رات دن نہیں چَینا

ہُن پی بِن پلک نہ سریئے

اَب لگن لگی کیہہ کریئے

نہ جی سکیئے نہ مَریئے

(اَب میں محبت کی بات کیسے کروں۔ میں نہ تو زندہ رہ سکتا ہوں، نہ ہی مَر سکتا ہوں۔ آپ میرے غم کی کہانی سُنیں۔ نہ مجھے دن کے وقت چین وسکون ہے اور نہ رات کے وقت۔ اب میں اپنے محبوب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اَب میں کس طرح محبّت کی بات کر سکتا ہوں) وقت گزرتا گیا لیکن بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مصائب ختم نہیں ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے مرشد ہر سال اپنے مرشد کے عرس میں شریک ہوتے تھے۔ تو بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں جیسا لباس پہنا، ایک سارنگی ہاتھ میں لی اور ایک رقاصہ سے جا کر گانا اور ناچنا سیکھا۔

اس طرح وہ اپنے مرشد کے مرشد کے مزار شریف پر پہنچے اور وہاں لوگوں کے درمیان وَجد میں آکر گانے لگے۔ انہوں نے بہت ساری کافیاں بڑی پُرسوز آواز میں گائیں۔ جب ان کے دَرد کی شدت بہت بڑھ گئی، تو ان کے مُرشد نے اِن سے فرمایا: "ارے تو بُلھا ہے؟" اس پر بابا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ بولے: "حضرت، بُلھا نہیں،

Marfat.com

بُلھیا ہوں۔" مُرشد کے ساتھ اس وصال نے سوکھے ہوئے چشموں کو پھر سے جاری کر دیا اور اللہ نے عاشق اور محبوب کے درمیان حائل تمام فِراق اور جُدائی کے پردے اُٹھا لیئے۔

اے اُمّتِ محمدی! ایسا ہوتا ہے تمام سچی محبت کی کہانیوں کا انجام۔ وصال کی خوشی اور فنائیت کے اسباق کا باہمی تعلق ہے، یعنی فنائیت تین مرحلوں میں حاصل ہوتی ہے: فنافی المرشد، فنافی الرسول اور فنافی اللہ۔

بے شک حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے یہ تین مرحلے طے کر لئے تھے۔

اللہ کے تمام سچے عاشقوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں اور مُرشد کا سایہ ہمیشہ ہم پر قائم رہے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۷ ستمبر ۲۰۱۲ء
(۲۴۲)
۱۹ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

مُسلم تہذیب

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو نہایت مہربان ہے۔ جس کے ہاتھ کی عطائیں کثرت ہے اور جس کی تسبیح ملائک، جنّ اور اِنس کرتے ہیں، اور باقی تمام مخلوق بھی کرتی ہے۔

درود و سلام اُن پر جن کے نام مبارک ہیں "حمد" ہے اور ایسا آخر کیوں نہ ہو؟ کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کا ہر ایک لمحہ اللہ کی ثناء میں گزرتا ہے؟

سلامِ رحمت، اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب پر جو بڑے ذوق سے ہماری محفلوں میں شریک ہوتے ہیں تاکہ آدابِ طریقت سیکھ سکیں۔

سُلوک یا طریقت اللہ کی راہ ہے، یہ دُنیا کا عام راستہ نہیں ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اس راہ کے قوانین بھی مختلف ہیں۔ اگر ہم اس راہ کو ایک لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو وہ لفظ "دل" ہوگا۔ دل اس دُنیا کا ایک ضروری عنصر ہے، اور جو جملۂ راہِ سلوک کی عکاسی کرتا ہے وہ ہے: "سب سے زیادہ اہمیت دلوں کی ہے۔" اگر آپ دوسروں کا خیال رکھنے کے سلسلے میں حساس ہیں تو آپ اس راہ کے اُمیدوار ہیں۔ یہ راہ آپ کے دِل

Marfat.com

سے دُنیا کو کم کرتی ہے۔ یہ آپ کے نفس کو نیست و نابود کر کے آپ کو اللہ کے قریب لاتی ہے۔ لیکن یہ ایک دو دن کی بات نہیں کہ آپ اپنے وجود میں تبدیلی محسوس کرنا شروع کریں گے۔ اس کا دارومدار آپ کی آرزو، آپ کی طلب اور آپ کی کوششوں پر ہے۔

انسانوں کی فطرت عجیب ہے۔ وہ اپنے لئے بہتری کی تمنا تو کرتے ہیں، لیکن کم سے کم محنت سے۔ ویسے وہ محنت کرنے سے گریز نہیں کرتے اگر کوئی اُنہیں اس کا فوری انعام دیکھائے۔

کئی لوگوں کے بارے میں یہ سچ ہے جن میں کچھ راہِ سلوک والے بھی ہو سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے اُنہیں دنیاوی فائدے ابدی منافع سے زیادہ پُرکشش لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا زیادہ وقت دنیا کے معاملات میں گزرتا ہے۔ یہ تو بس اِس مثال جیسے ہے: فرض کیجیئے کہ کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی خاص نصاب پار کرنے سے اُس کے پیشہ ورانہ عہدے میں ترقی ہو گی، تو پھر وہ اپنی اس دنیاوی کامیابی کیلئے زبردست کوشش سے نہیں ہچکچائے گا۔ یہ اس لئے کہ اُسے فوراً ہی اپنی اس کوشش کے نتیجے میں اپنے اعلیٰ تر عہدے کی جھلک نظر آئے گی۔ لیکن جب اُسی شخص سے کہا جائے کہ وہ اپنی راہِ سلوک میں کوشش کرے، تو وہ سلوک کی راہ میں کی جانے والی کوشش میں صَرف ہونے والے لمحوں اور لحظوں کو گننا شروع کر دے گا۔ اگرچہ ہو سکتا ہے وہ وقت پورے دن میں بہت ہی قلیل ہی کیوں نہ ہو، لیکن وہ بھی اس کے لئے ایک بہت بڑی محنت ہو گی۔ سب سے پہلے تو وہ اپنے پورے دن کی مصروفیت پر نظر ڈالے گا،

Marfat.com

پھر اپنے دنیاوی معاملات سے تھوڑا سا وقت نکالنے کی کوشش کرے گا اپنے اوراد اور مراقبوں کے لئے۔ مگر کبھی کبھی جب کسی زیادہ دنیاوی کام کیلئے اُسے وقت دینے کی ضرورت پیش آجاتی، تو پھر وہ اُن چند لمحات اور لحظات کو بھی قربان کرے گا جو اس نے اپنے اللہ کے لئے رکھے ہوں گے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آجکل لوگوں کے پاس اپنی عبادات کے لئے وقت کیوں نہیں ہے، یعنی زائد نفل یا اوراد کے لئے؟ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ اُن کے وقت کی برکت اُٹھالی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ اُن کے پاس کتنا ہی وقت کیوں نہ ہو، وہ اُن کے کام کے لئے کافی نہیں۔

آپ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو کیوں بھول جاتے ہیں؟ کیا آپ کے زمانے کے لوگوں کی مصروفیت آج کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ نہیں تھی؟ اُن لوگوں کے کام ایسے ہوا کرتے تھے کہ اُن کا اس دور میں تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اپنے پہننے کے کپڑے خود بُنا کرتے تھے، اپنا آٹا خود پیسا کرتے تھے، اُس زمانے میں فاصلے دنوں اور مہینوں میں طے ہوتے تھے، بجلی نہیں تھی، کھانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ریفریجریٹر نہیں تھے اور بچوں کو بھیجنے کیلئے مونٹیسری اسکولز نہیں تھے۔ اسکے باوجود بھی اُنکی عبادات کثیر تھیں۔ وہ اپنے فرائض باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے۔ وہ اپنی رات کی عبادات میں ہر وقت حاضر رہتے اور کبھی بھی اپنی نفلی عبادات ترک نہیں کرتے۔ ذکر اور تسبیح اُن کی روزمرّہ کا معمول ہوا کرتا تھا۔ اِن سب کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے دنیاوی فرائض میں کم تر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور کے زیادہ تر لوگ (بشمول مسلمان) اپنے

Marfat.com

اپنے کسب اور پیشے میں بڑے کامیاب تھے۔ وہ ہُنر مند کارکن تھے، کامیاب تاجر تھے، محنتی کاشتکار تھے۔ وہ ماہر اُستاد، تحقیق کرنے والے اور عالم تھے، وغیرہ وغیرہ۔ شروع کے کتنے ہی ماہرین کئی سائنسی نظریات اور ایجادات کے بانی تھے، اور دیگر دنیاوی علوم کے بھی اُستاد تھے۔ اس کے علاوہ وہ نہایت پاکباز مثال بھی تھے۔ اُن کا وقت بڑی سمجھداری سے دونوں دنیاؤں کے اُمور میں بٹا ہوا تھا۔ لیکن اس کے حصول میں ابدی دنیا، یعنی اللہ کی راہ ہر وقت مقدم رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اُس زمانے کے لوگ اتنا کچھ کیسے حاصل کر سکے؟ اس لئے کہ اُن پر اللہ کا کرم تھا اور اُن کے وقت میں برکت تھی، جس کا مطلب ہے کہ وہ بہت کم وقت میں بہت کچھ کر سکتے تھے۔ اگر آپ مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ پر نظر ڈالیں کہ اُنہوں نے کس طرح علم کے قلعوں پر فتح پائی ہے، تو آپ کو اُن کی کامیابی پر حیرت ہوگی۔

زمانۂ وسطیٰ میں مُسلم تہذیب ایک ایسی عظیم ترین تہذیب تھی جو دنیا کے وسیع ترین علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ جب دوسری قومیں نئے تصورات سے خوفزدہ تھیں، مسلمان اُن سے استفادہ کرتے تھے۔ جس وقت مذہبی جہالت ماضی کی تہذیبوں سے علم کو مٹانے کا ایک خطرہ بنی ہوئی تھی، تو یہ مسلمان ہی تھے جو علم کو زندہ رکھ کر دوسروں تک پہنچا رہے تھے۔

نویں (۹) صدی میں (St. Gall) کا کتب خانہ یورپ کی سب سے بڑی لائبریری تھی جن میں ہر کتاب کی تعداد ۳۶ جلدوں سے زیادہ تھی۔ اُسی زمانے میں کارڈوب (Cordoba) کی لائبریری میں پانچ لاکھ (۵،۰۰،۰۰۰) کتابیں تھیں۔

Marfat.com

قاہرہ کے بیت الحکماء میں کتابوں کی تعداد دو لاکھ (۲۰۰،۰۰۰) تھی، جبکہ طرابلس کی لائبریری میں تیس لاکھ (۳۰،۰۰،۰۰۰) کتابیں تھیں۔

جس وقت یورپ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، تو اُس وقت بغداد اور کارڈوب کے مسلمان عالم، فلسفیوں، شعراء، فنکاروں، ریاضی دانوں اور فلکیات کے طالبوں کو علم سے سیراب کر رہے تھے۔ مسلمان یہ جانتے تھے کہ دُنیا گول ہے اور اپنے یورپی ہم منصبوں سے بہت پہلے طول البلد کی ایک ڈگری کو آسانی سے ناپ سکتے تھے۔

البیرونی جو سائنسی آلات بنانے میں ماہر تھے، اُنہوں نے کرہ ارض کا نصف قطر کا حساب لگایا تھا، جو جدید طریقوں کے مطابق حیرت انگیز طور سے بالکل صحیح تھا۔

دورانِ خون کے دریافت کرنے کا سہرا عموماً "ولیم ہاردے" کے سر پر سجایا جاتا ہے۔ تاہم یہ "النفس"، جو ایک مسلمان ڈاکٹر تھا، اُس نے ولیم ہاردے سے تین سو پچاس (۳۵۰) سال پہلے یہ راز دریافت کر لیا تھا۔ یہ مسلمان تھے (گلیلیو (Galileo) نہیں)، جنہوں نے پینڈولم (Pendulum) کا اُصول دریافت کیا تھا جس سے وقت کو ناپا جاتا ہے۔

یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے پہلی دُوربین بنائی۔ یہ بھی مسلمان ہی تھے (نیوٹن نہیں) جنہوں نے بینومئیل تھیوریوں (Binomial Theorem) کا نظریہ پیش کیا تھا۔ یہ ابن الہیثم تھے جنہوں نے بارھویں (۱۲) صدی میں کیمرا آبسکیور (Camera Obscura) ایجاد کیا اور انہیں ہی بابائے بصیرت مانا جاتا ہے۔

کیمیا کے میدان میں بے شمار اسلامی کتب کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا تھا۔

Marfat.com

جابر بن حیان مسلمانوں میں معروف ترین کیمیادان تھے جنہوں نے سائنسی تجربے کا طریقہ روشناس کرایا۔ الخوارزمی کو بابائے الجبرا مانا جاتا ہے، حتیٰ کہ مغرب میں بھی۔ لفظ الجبرا خود اُن کی کتاب "حساب الجبر والمقابلہ" سے لیا گیا ہے، جو یورپ میں ۷۰۰ برس تک ایک نصابی کتاب رہی تھی۔ صفر (۰) کو سب سے پہلے محمد ابن موسیٰ نے (حساب میں) متعارف کیا اور انہوں نے ہی اعشاری نظام (Decimal Point) والا نقطہ سب سے پہلے استعمال کیا۔

یہ اسلامی دور ہی تھا جس میں تجارت کے لئے حساب کتاب کے مؤثر طریقے نے ترقی کی۔ جدید "چیک" (Cheque) عربی "سق" سے لیا گیا ہے جو ایک تحریری وعدہ ہوتا تھا تجارتی مال کی ترسیل پر رقم ادا کی جانے کیلئے تاکہ پیسوں کو خطرناک علاقوں سے گزرنا نہ پڑے۔ نویں (۹) صدی میں ایک مسلمان تاجر ایک چیک اپنے بغداد کے بینک سے کیش کرا سکتا تھا۔ اسلامی اسپین نے یورپ کو اپنا تعمیراتی اور فکرانہ ورثہ عطا کیا تھا جو آج تک ترقی یافتہ دنیا کے لئے ایک عجوبہ ہے۔ مسلمانوں نے ایک عظیم ترین یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی جس کی آج تک کوئی ثانی نہیں۔ فیض، مراکش میں قائم القاروائن (Al-Qarawiyyin) یونیورسٹی دنیا کی قدیم ترین ڈگری دینے والی یونیورسٹی ہے۔

نویں (۹) صدی میں مسلمان کاشتکار جدّتیں پیدا کر رہے تھے اور نئی نئی فصلیں تیار کر رہے تھے مسلم دُنیا کے طول الارض میں، اور آب پاشی کے بہترین نظاموں کو ترقی دے رہے تھے، انہوں نے تو زیرِ زمین نہریں بھی کھود ڈالیں تاکہ صحرا جیسے بنجر اور خشک علاقوں سے پانی کو گزارا جا سکے۔

مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوبصورت فطرت کے بھی عاشق تھے۔ بصرہ، دورِ حاضر کے

Marfat.com

وینس (Venice) کی مانند تھا جس میں میلوں چکر دار چکر پھیلے ہوئے باغات اور نہریں تھیں۔ کہتے ہیں قدیم عراق کے شہر نسبین میں چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) پھلوں کے باغات تھے اور دمشق میں ایک لاکھ دس ہزار (۱۱۰،۰۰۰) باغات۔

☆ مُہم جُوئی کے میدان میں بھی عرب، سمندروں اور مہا ساگروں میں جہاز رانی کرتے تھے۔

رائٹ برادرز (Wright Brothers) سے ایک ہزار سال پہلے ایک مسلمان انجینئر عباس ابنِ فرناس نے ایک اُڑنے والی مشین ایجاد کرنے کی کوششیں کیں اور آخر کار دس (۱۰) منٹ تک ہوا میں اُڑنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان سائنسدانوں نے ۵۰۰ (پانچ سو) سال تک علم کے تقریباً تمام شعبوں میں انقلاب برپا کئے رکھا اور اُن میں سے کئی کے نام آج دن تک اُن شعبوں میں زندہ و تابندہ ہیں۔

جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا، ان کے علاوہ کئی اور کارنامے بھی ہیں جو یہاں وقت کی کمی کے باعث بیان نہیں کئے جا سکتے۔ اُس زمانے کے مسلمان بھی بہتر مسلمان ہوتے تھے۔ اسلامی اقدار ہر گھرانے کی بنیاد تھیں، اور علم کا حصول ہر ایک کے لئے ایک فریضہ تھا۔ وہ لوگ دونوں دنیاؤں میں توازن رکھتے تھے، یعنی: یہ دنیا اور توشۂ آخرت کے لئے کامل ہم آہنگی سے کام کرنا۔ علم کا حصول اس لئے ضروری تھا کہ ارشادِ الٰہی ہے: (۲۰ : ۱۱۴) : "اور کہو: اے رب! میرے علم میں اضافہ کر۔" پھر اُس نے فرمایا: "کہو، کیا وہ جو علم رکھتے ہیں اُن کے برابر ہیں جو علم کے بغیر ہیں؟" یہ صرف

Marfat.com

سمجھ دار لوگ ہی یاد رکھیں گے۔ (یعنی اللہ کی نشانیوں اور آیتوں سے سبق سیکھیں گے۔)

اُس زمانے کے لوگ نظم و ضبط کے پابند تھے اور وقت کی قدر کرتے تھے۔ وہ یکسو تھے اور جانتے تھے کہ کس طرح فضول کاموں میں اُلجھے بغیر وقت کا استعمال کریں۔

اس دنیا میں ہر ایک کے پاس ۲۴ گھنٹے والی گھڑی ہے۔ یہ گھڑی آدم علیہ السلام کے وقت سے چلنی شروع ہوئی تھی اور صورِ اسرافیل تک چلتی رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور اُن کے بعد کے لوگ اس گھڑی کے ہر لمحے کی قدر کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ ۲۴ گھنٹے نہ تو ایک لمحہ سے بڑھ سکتے ہیں، نہ گھٹ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے دن کو فجر یا اُس سے پہلے سے ہی ترتیب دیتے تھے اور اُن کا دن عشاء یا اُس کے ذرا بعد ختم ہوا کرتا تھا۔

اُن کا مقصد اپنے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال کا جائزہ آیتِ قرآنی کے مطابق کیا کرتے تھے۔ قرآن اُن کو باکردار رکھنے کی کتاب تھی، فیصلے کی کتاب، اور وہ کتاب جس کی رو سے وہ اپنے دنیاوی یا مذہبی مسائل حل کرتے تھے۔ یہ اُن کی زبان تھی۔ اپنی زندگیوں میں وہ اس کا اطلاق سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کی مثال وہ مشعل تھی جو اُن کی زندگی کے ہر مقام میں اُن کی رہنمائی کرتی تھی۔

جس زمانے میں مسلمان تہذیب اور ٹیکنالوجی کے ہر میدان میں اپنا نقش چھوڑ رہے تھے، یورپ والے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سولھویں (۱۶) صدی

Marfat.com

تک یورپ والے نہیں جانتے تھے کہ اسلامی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ مُسلم اُمّت کو افتخار حاصل تھا، انہیں اپنی اقدار پر فخر تھا، اپنے دین پر فخر تھا، اور وہ اپنے ورثے پر فخر کیا کرتے تھے، اس کے باوجود وہ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں انکسار پسند تھے۔ اُنکے دلوں میں خوف تھا، یعنی خوفِ خدا: دنیاوی خواہشات کے حوالے سے اُنہیں اپنے نفس پر قابو حاصل تھا۔ اُنہیں اپنے ربّ سے بے انتہا محبت تھی، جس سے اُنہیں احساس تھا کہ وہ اُس کی رضا کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت کریں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اُن کے ہاتھ اُن کی دنیاوی کامیابیوں میں مشغول ہوں، لیکن اُن کی زبانوں اور اُن کے دل ہر وقت ذکرِ الٰہی میں تھے۔ یہ ذکر اُن کے جسم اور رُوح کو توانائی فراہم کرتا تھا اور یہی ذکر اُس شاندار اسلامی تہذیب کی کامیابی کا سبب تھا۔

اللہ کا ذکر اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت درود محض عام الفاظ نہیں۔ اُن سب میں ایک خاص قوّت ہے۔ یہ قوتیں آپ کی زندگی میں آپ کے لئے آسانیاں فراہم کرتی ہیں۔ اُن میں بہت سی ایسی مثبت توانائی ہے جو ماحول میں موجود منفی اثرات کو زائل کرتی ہے۔

ذکرِ الٰہی، اللہ کی طرف سے اُس کے محبوبین کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔ صرف وہ جنہیں اللہ کی دوستی اور قربت حاصل ہے، اُن ہی کو اللہ اپنے ذکر کی توفیق عطا کرتا ہے۔ ہر ایک لفظ جو آپ اپنے منہ سے اور دِل سے بھی ادا کرتے ہیں اُس میں آپ کے لئے ایک فائدہ ہے۔ ہر بار جب آپ ذکر کرتے ہیں یا ایک مقررہ وقت پر اپنے اوراد پڑھتے ہیں، عقیدت، محبّت اور ادراک کے ساتھ، تو پھر اُس کا ہر

Marfat.com

لفظ آپ کے لئے ایک حفاظتی ڈھال بن جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہ جب آپ اُسے نہایت عقیدت و احترام سے پڑھیں گے، تو وہ لفظ آپ کی زندگی میں رحمتِ قدسی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یہ اَوراد، دَرحقیقت اللہ کی جانب پکار ہیں۔ جب آپ کسی کو پکارتے ہیں تو کیا وہ شخص مُڑ کر آپ کی جانب نہیں دیکھے گا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ بالکل اسی طرح جب آپ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہیں، تو دراصل آپ اللہ سے بات کر رہے ہوتے ہیں۔ تو اس لئے کیا وہ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوگا؟ اپنا ذکر دُرود شریف سے شروع کریں، اور ذکر کے ہر دور کے بعد دُعا پڑھیئے اور اُسے درود شریف کے ساتھ ختم کریں۔ جو دُعا ذکر کے بعد مانگی جاتی ہیں، وہ فوراً ہی اللہ کے پاس پہنچتی ہیں اور اُس کی قبولیت اللہ کی رضا سے ہوتی ہے۔ تو اگلی بار جب ذکر کرنے بیٹھیں تو یہ یاد رکھیں کہ کوئی توجہ سے سُن رہا ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور اُسی کے مطابق آپ کو جواب دے رہا ہے۔

روزانہ جو ذکر آپ کرتے ہیں وہ دراصل آپ کی زندگی کے لئے ایندھن ہے۔ یہ آپ کے وقت میں توسیع کرتا ہے۔ اگر آپ اپنا ذکر اخلاص سے کرتے ہیں تو وہ دنیاوی اُمور جو گھنٹے یا اُس سے بھی زیادہ وقت لیتے ہوں، وہ کم وقت میں انجام پاتے ہیں۔

مسلمانوں کے شاندار ورثے کی مثال نے دنیا کو دکھا دیا کہ ایک مخلص مسلمان جو کچھ چاہے حاصل کر سکتا ہے، شرط صرف اللہ کے ساتھ اس کا اخلاص ہے۔ پھر پُوری دُنیا اس کے قدموں میں ہوگی۔ روزمرّہ کے ذکر اور اَوراد رشتوں میں خوشی لاتے ہیں،

Marfat.com

کیونکہ دل توکل کرنا سیکھ جاتے ہیں اور اُن میں عام دلوں سے زیادہ اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

اللہ ذکر دراصل اللہ کا نور ہے جو اگر عقیدت و محبت سے پڑھا جائے، تو وہ دل، زبان، آنکھوں اور تمام بدن کو نور سے بھر دیتا ہے۔ جب یہ ذکر ایک باضابطہ طریقے سے روزانہ کیا جائے، تو اُس کا "نور" آسانی سے ذاکرین کے چہرے اور پیشانی سے پھوٹتا ہوا دکھائی دے گا۔ کیا یہ اللہ کے دوست، اللہ کے ذاکرین نہیں جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: "سو، تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔" اور سورۂ آلِ عمران میں فرمایا: "وہ عقلمند جو یاد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو، کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ: "اہلِ آسمان ذکر کرنے والے اہلِ زمین کے گھروں کو اس طرح چمکتا ہوا دیکھتے ہیں جیسے تم ستاروں کو چمکتے دیکھتے ہو۔"

کیا یہ جملہ درست نہیں کہ اس دُنیا سے ہر نفس پیاسا ہی دوسری دنیا کیطرف رخصت ہوتا ہے سوائے اُن لوگوں کے جو ذکرِ الٰہی کرتے ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ: "صبح و شام ذکرِ خدا کرنا راہِ خدا میں تلوار توڑنے اور سخاوت کی وجہ سے مال دینے سے افضل ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "سب سے افضل عمل یہ ہے کہ مجھے اس حال میں موت آئے کہ میری زبان پر ذکرِ الٰہی جاری ہو۔"

اے اُمتِ محمدی! وہ وقت جسے آپ اپنے ذکر اور اَوراد میں صرف کرتے ہیں، وہی وقت بہترین انداز میں لگایا ہوا وقت ہوتا ہے۔ اور اُس کے انعام

Marfat.com

کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اپنے وقت اور اپنے دل کو وسیع کریں اور فردوس میں بس اللہ کے ذکر سے اپنے لئے محلات تعمیر کریں۔ اس کے نام کی تسبیح کریں اور بے شک وہ آپ کے نام کو دونوں دنیاؤں میں بلند کرے گا۔ دُعا ہے کہ اللہ کی یاد ہمیشہ آپکے دلوں میں قائم رہے۔

آمین

(ختم آمین)

Marfat.com

۱۴ ستمبر ۲۰۱۲ء
۲۶ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

دُعا۔ عبادت کی رُوح

(مُرشد کی اہمیت)

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو ۷۰۰۰۰، پردوں کے پیچھے پوشیدہ ہے اور یہ پردے ایک دوسرے سے کئی سالوں کی مسافت پر ہیں۔ یہ تو ایک عاشق ہی ہے جو ان فاصلوں کو پلک جھپکاتے ہی طے کرسکتا ہے۔

درود و سلام رحمتُ اللعٰلمین پر جو تمام مخلوقات کیلئے رحمت ہیں اور جنہوں نے اللہ کی رحمت کو اپنی اُمت میں تقسیم کرنے سے کبھی بُخل نہیں کیا۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ان سب پر جو ان محفلوں میں بیٹھ کر ہر وقت نئی اور خوبصورت چیزیں سیکھ رہے ہیں۔

جب ایک سائل کسی دینے والے کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے، تو وہ عاجزی اور خود سُپردگی کے عالم میں ہوتا ہے۔ اس کا سر جُھکا ہوا، اور آواز دھیمی ہوتی ہے۔ وہ اپنا دُکھڑا عاجزانہ آواز میں سُناتا ہے اور مجبور

Marfat.com

نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ صرف اسی صورت میں وہ امداد کی توقع ان لوگوں سے رکھ سکتا ہے جن سے وہ مانگ رہا ہے۔ اگر اُس کا رویہ متکبرانہ ہوتا، تو کوئی اُس کے ایک بھی لفظ کو سُننا گوارہ نہ کرتا۔

یہ اَدب تو دنیاوی اُمور میں تقلید کے قابل ہے، لیکن جب کوئی اپنے اللہ سے مانگ رہا ہو تو دیکھا گیا ہے کہ اُس کی آواز میں ایک لاتعلقی سی محسوس ہوتی ہے۔ دُعا ایک ایسے احساس کے ساتھ مانگی جاتی ہے کہ پتا نہیں یہ قبول ہوگی یا نہیں، جس کی وجہ سے اُس کی آواز میں ذرا سی مایوسی جھلکتی ہے۔ اِس طرح کی مایوسی اُس وقت زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جب کوئی شخص ایک چیز لمبے عرصے سے مانگ رہا ہو، اور اُس کے دِل کی خواہش اُسے اَب تک نہیں ملی ہو۔

دنیا میں جب کوئی سائل دینے والے کی توجہ حاصل نہیں کر سکتا، تو اُس کی آہ وزاری میں اضافہ اور دُعائیں زیادہ زور دار ہو جاتی ہیں۔ لیکن جب آپ اللہ سے مانگتے ہیں اور آپ کی دُعائیں کافی عرصے سے قبول نہیں ہو رہی ہوں، تب تو آپ کی آہ وزاری بند ہو جاتی ہے، آپ کا ولولہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور آپ کی اُمید مایوسی میں بدل جاتی ہے۔ دنیا میں تو کسی دینے والے کے آگے آپ اپنی پوری قوت و طاقت استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ دینے والا آپ کو دے سکتا ہے اور نہیں بھی دے سکتا۔ لیکن اُس ذات کے آگے جو مکمل طور سے دینے پر قادر ہے، اس کے آگے تو آپ بڑی لاتعلقی سے

Marfat.com

طلب کرتے ہیں، نہایت بے دلی سے مانگتے ہیں، اور اگر آپکی دعائیں فوری طور سے قبول نہیں ہوتیں تو آپ مانگنا چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر آپ ہر طرف یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اللہ نے دینا بند کر دیا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ وہ اب کبھی نہیں دے گا۔ اکثر اوقات آپ کی نماز میں بھی مناسب دعا نہیں ہوتی۔ یا تو آپ عجلت میں ہوتے ہیں، یا پھر آپ کو یہ یقین نہیں کہ اللہ آپ کی دُعا قبول کرے گا۔ یہ ہے آپ کا طریقہ اس سے مانگنے کا جو تمام عالموں کا سلطان ہے اور آپ کی تقدیر کا کاتب ہے۔ وہ جو جب کہے "کن" تو ہونے والی چیز ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لئے دُنیا کو مرشدین عطا کئے ہیں۔ ان کی تعلیم اللہ نے فرمائی ہے اور پھر وہ اس کی تعلیم دوسروں کو دیتے ہیں۔ ان کا غیب کی دُنیا سے بڑا قریبی تعلق ہوتا ہے۔ اُن کیلئے اُس دنیا کے پردے اُٹھا لئے جاتے ہیں۔ ان کی آنکھیں چاہے کھلی ہوں یا بند ہوں وہ دیکھ سکتی ہیں؛ اُن کے دِل رازِ الٰہی کی تجوری بن جاتے ہیں، وہ راز جو کبھی کبھی صرف چند پر ظاہر کئے جاتے ہیں، اور کبھی بھی لوگوں کے آگے نہیں بتائے جاتے۔

یہ کامل مرشدین ہر وقت اللہ سے دست بہ دُعا رہتے ہیں۔ وہ اپنے مریدین کے لئے طلب کرتے رہتے ہیں، وہ عوام کے لئے مانگتے ہیں، وہ اُمّتِ محمّدی کے لئے طلب کرتے ہیں، اور وہ پوری دُنیا کیلئے دُعا مانگتے ہیں۔ انہیں مانگنے کا طریقہ بھی سیکھایا گیا ہے۔ اللہ سے طلب کرنا سُنّتِ نبوی ہے اور یہ مرشدین اس سنّت کی ہر وقت پیروی کرتے ہیں۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ: "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَة: یعنی دُعا عبادت کا مغز ہے (رُوح ہے)۔"

کسی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دعا کو عبادت کا جوہر ۲ وجہ سے کہا گیا ہے: (ایک یہ کہ) اللہ سے دُعا مانگتے ہوئے ایک شخص اللہ سے طلب کرنے کا اپنا فرض پورا کرتا ہے، جس کی اِس آیت میں وضاحت ہے: "اور تمہارا ربّ فرماتا ہے، مجھ سے رجوع کرو اور میں تم کو جواب دوں گا" (۶۰ : ۴۰) یہ عبادت کی پاک ترین صُورت ہے۔

دوسری یہ کہ، اللہ کو پکارنے سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ صرف وہی حاجت کو پوری کر سکتا ہے۔ وہ بندہ جو اپنے مالک سے رجوع کرتا ہے، تو گویا وہ ہر دوسرے سے اُمید ختم کر کے اپنی پوری توجہ اللہ کی طرف کرتا ہے اور خود کو اس کے سامنے عاجزی سے پیش کرتا ہے۔ یہ ہے عبادت کا جوہر۔

عبادت کا ایک دُوسرا دِل پسند نتیجہ اللہ سے انعام پانا ہے۔ چونکہ دعا میں اس قدر اجر و انعام ہے، اس لئے اسے عبادت کی رُوح کہا گیا ہے۔

یہ ہی ہے مرشدین کا طرزِ حیات، یعنی وہ کامل یقین کے ساتھ دُعا مانگتے ہیں اور اس پر بھی مکمل ایمان رکھتے ہیں کہ ان کی دعائیں قبول بھی ہوتی ہیں۔ دُعا ہر ایک عبادت کا مغز ہے، اور جب ایک دُعا پوری توجہ سے مانگی جائے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے واحد شرط یہ ہے کہ یہ دل کی گہرائی سے

Marfat.com

مانگی جائے اور یقین یہ ہو کہ یہ قبول ہوگی۔

مرشد کا زیادہ تر وقت ان لوگوں کے لئے دُعا کرتے گزرتا ہے جو اُن سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں اور ان کے لئے بھی جو دُعا کے لئے نہیں کہتے۔ وہ سب کے لئے ایک زرخیز زمین ہیں اور وہ کسی کو رَدّ نہیں کرتے۔ اگر کوئی مومن ان کے پاس آتا ہے تو مرشد اس کی روحانی بلندی کے لئے دُعا کرتے ہیں، اور ایک بے دین کے لئے وہ اس کے ایمان اور سچے راستے پر چلنے کی دُعا کرتے ہیں۔

نااُمیدی کفر کی نشانی ہے اور یہ کسی کو بھی یاس اور مایوسی کے دھانے پر لے جا سکتی ہے۔ ایک مایوس شخص آسانی سے تباہی اور گمراہی کے راستے کی طرف مُڑ سکتا ہے۔

اللہ سے نسبت رکھنے والے کبھی کبھی اللہ کے طریق کو دیکھ سکتے ہیں، اور جانتے ہیں کہ اگر کوئی مشکل میں گرفتار ہے تو ہو سکتا ہے وہ اس کے لئے آزمائش یا سبق ہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ مرشدین کی موجودگی آپ کی زندگی میں ضروری ہے تاکہ آپ ان کی مدد سے رُکاوٹیں اور مشکلات کو عبور کر سکیں۔ اللہ کے اولیا کو جب دوسروں کی رہنمائی کا فریضہ سونپا جاتا ہے تو انہیں شروع میں سخت مشکل پیش آتی ہے۔ رُوحانی دُنیا سے ان کا رابطہ اور مشاہدہ ان کے ایسے رَاز ہیں جنہیں وہ دنیا کے کسی بھی خزانے سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ لیکن جب ان ولیوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے تو انہیں دُنیا میں آسانی

Marfat.com

سے قبولیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور ان کو نہیں مانا جاتا۔ یہ اللہ ہی ہے جو اپنے اولیاء کا احترام اور ان کی محبت عام لوگوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے، تب جا کے لوگ انہیں سمجھنا شروع کرتے ہیں۔

اللہ سے نسبت رکھنے والے خیالات، اپنے کام اور اپنے دلوں کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ وہ مختلف اس لئے ہیں کہ وہ روحانی طور پر اللہ کی دنیا میں رہتے ہیں (وہ دنیا جو ہزار ہا پردوں میں پوشیدہ ہے) لیکن پھر بھی انہیں اِس فانی دُنیا میں لوٹ آنے کو کہا جاتا ہے تاکہ وہ اُن لوگوں کی مدد کریں جو دوسری دنیا کی خوبصورتیوں سے آگاہ نہیں۔ ان کی اس دنیا کی کارگزاریوں کی فصل آخرت میں کاٹی جاتی ہے۔ اِس دُنیا کی مشکلات عارضی ہیں اور ان پر صبر اور اللہ پر کامل ایمان سے قابو پایا جاسکتا ہے۔ یہ ولی اللہ لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ دعا کس طرح مانگی جائے اور کس طرح کامل یقین پیدا ہو کہ دعا قبول ہوگی۔

جب کوئی راہِ طریقت پر چلنا چاہے، تو اُسے پہلے سے بتا دیا جائے کہ اس راہ کے سالک کی حیثیت سے اس سے کیا کیا توقعات ہیں۔ ہزاروں آدمی اِدھر اُدھر سرگرداں مل سکتے ہیں جو سالک بننے کی تمنّا رکھتے ہوں۔ مگر دو[2] اسباب ایسے ہیں جس کے باعث وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچ پاتے۔ پہلا ان کا نفس اور دوسری ان کی جلد بازی۔ جب ان سے کہا جائے کہ ایک مُرشد تلاش کرو، ایک کامل مرشد اور رُوحانی دنیا کے ایک مکین کو تلاش کرو، وہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان کا نفس ان کو ولی کے آگے جھکنے سے

Marfat.com

روکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مرشد کا ہاتھ تھامنا چاہتے ہوں، لیکن وہ خود کو 100% سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ بھلا مرشد کے فرمان کی تعمیل کس طرح کر سکتے ہیں، جب زندگی بھر وہ صرف اپنے نفس کے پیچھے چلے ہیں؟ ان کا اپنا احساس برتری انہیں مرشد کے حکم کو ماننے اور اس پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔

اللہ والوں تک نہ پہنچنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ان اولیاء کو اپنے ہی معیار سے جانچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وہ دعا کے لئے ان ولیوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی دعائیں فوراً قبول نہیں ہوتیں تو وہ اُس ولی کو چھوڑ کر کسی ایسے شخص کی تلاش میں نکلتے ہیں جو انہیں مطمئن کر سکے۔ ایسے لوگ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ دُعا کی قبولیت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر وہ دُعا جو کامل ایمان اور سچی نیت سے مانگی جاتی ہو، وہ ہمیشہ قبول ہوتی ہیں۔ دُعا کا نتیجہ فوراً سامنے آتا ہے، یا پھر اُس وقت آتا ہے جب اللہ کی نظر میں اِس کا مناسب وقت ہوتا ہے۔ اَب اگر کوئی ولی آپ کی طرف سے اللہ سے دُعا کرتے ہیں، تو اللہ وہ دُعا قبول کرتا ہے۔ آخر کیا ولی، اللہ کا دوست نہیں ہوتا؟ تو پھر کیوں اللہ ان کی بات نہ سنیں؟ لیکن دُعا کے نتیجے کو کس وقت ظاہر ہونا ہے اِس کا دارومدار صرف اللہ کی مرضی پر ہے۔ بھلا وہ کون ہے جو اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی پر مسلط کر سکتا ہو؟۔

لیکن جلد باز لوگ ولی کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگاتے ہیں کہ کیا اس ولی کے پاس جانے پر ان کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں یا نہیں۔

Marfat.com

کتنی تنگ نظری ہے ان لوگوں کی اور کتنا بڑا نقصان ہے اِن کا ! بدقسمتی یہ ہے کہ ان لوگوں کو زندگی بھر کوئی ملتا ہی نہیں۔ وہ دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں، لیکن ان کے اپنے نفس اور اپنے فیصلے انہیں ایک جگہ ٹکنے نہیں دیتے۔ وہ زندگی بھر سرگرداں ہی رہتے ہیں۔ اگرچہ اللہ ان کو اپنے دوستوں کے دروازے دیکھاتا ہے، لیکن وہ اپنی حماقت میں ان تمام رابطوں کو گنوا دیتے ہیں جو طریقت کی راہ تک لے جاتے ہیں۔

طریقت سُپردگی ہے۔ طریقت آپ کے مرشد کے آگے سَرِ تسلیم خم کرنا ہے، اپنے رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سر جھکانا ہے اور اللہ کی اطاعت ہے۔ طریقت میں نفس کی کوئی جگہ نہیں۔ آپ کی "میں" کو یہاں آنے کی اجازت نہیں۔ آپ کو یہ بات سیکھنی ہوگی کہ "آپ کا اپنا کوئی وجود نہیں" یہ تو صرف آپ کا محبوب ہے جس کا وجود ہے۔ آپ کو اپنی ذات چھوڑنی پڑے گی جسے آپ نے زندگی بھر اتنی محبت سے گلے لگائے رکھا۔ آپ کو دنیا سے بھی الگ ہونا پڑیگا جو ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہی ہے جہاں جہاں بھی آپ گئے، اور آپ کو اپنی اس ذات سے بھی الگ ہونا پڑیگا جو اپنے مفاد اور معیار کے مطابق دوسروں کو جانچتی ہے۔ جب آپ کی ذات ان تمام چیزوں سے چھٹکارا پائے گی تو تب جا کے آپ کے دل سے فرسودہ خیالات اور خواہشات صاف ہونگے۔ اس کے بعد ہی نورِ حق دل میں داخل ہو سکتا ہے۔

اللہ کے ولی، کامل مرشدین، اللہ کے نور کے حاصل کرنے والے ہیں۔

وہ نور جو اگر دنیا کے کسی پہاڑ پر گر جائے تو اسے ریزہ ریزہ کر دے، وہ نُور جو ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے اور اللہ کے دوستوں میں نہایت فیاضی سے

Marfat.com

تقسیم کیا جا رہا ہے۔

دنیا والے تو خود اپنی طمع اور حرص میں اتنے اندھے ہیں کہ وہ اس نور کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ وہ اس شخص کی جانب دوڑتے ہیں جو انہیں دنیاوی فائدہ پہنچانے کا وعدہ کرے۔ اور وہ ہستیوں کو مکمل نظر انداز کیا جاتا ہے جو دائمی فائدے کی بات کرتے ہیں۔ یہ تو صرف چند ہی دنیا والے ہیں جو اللہ کے دوستوں کو ڈھونڈتے ہیں، تاکہ وہ ان کے ذریعے اپنے اللہ کو پاسکیں۔ باقی تو سب وہ ہیں جن کو دُنیا کے فوری فائدے چاہئیں۔ ان کے خیالات اس سے آگے کبھی جاتے ہی نہیں۔

اے اُمّتِ محمّدی! راہِ طریقت ایک نہایت خوبصورت راہ ہے۔ یہ ان سب کو درست کرتی ہے جو اِس پر چلتے ہیں۔ صرف وہ جو نفس کے غلام اور جلد باز ہیں، وہ اس پر چلنے کے قابل نہیں ہوتے، اور وہ بھی اس لئے کہ ان کی نیتیں دُنیا سے وابستہ ہیں۔ مگر وہ جو یہاں آتے ہیں، اور جن کے دلوں میں دونوں دنیاؤں کی بہترین اُمنگیں ہیں، صرف وہی اس راہِ حق پہ چل سکتے ہیں۔

جب آپ اپنے مرشد کے ہاتھ پہ بیعت کرتے ہیں تو اُن سے وفا کریں، اِن کا ہاتھ خلوصِ دل سے تھامے رکھیئے اور ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔ حتیٰ کہ وہ شخص جو نفس کا غلام ہے مگر اس خرابی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ بھی آخر کار خود کو پاسکتا ہے۔ یہ راہ بے شمار چیزیں سکھاتی ہے۔ یہ آپ کو صبر اور تحمّل سکھاتی ہے۔ یہ آپ کو ادب و آداب سکھاتی ہے۔ یہ آپ کو اپنے ارادے

Marfat.com

درست رکھنا سکھاتی ہے، اور سب سے بڑھ کر، یہ آپ کو اللہ پر توکّل کرنا سکھاتی ہے۔ یہ یہی توکّل ہی ہے جو آپ میں تسلیم و رضا پیدا کرتا ہے جس سے گزر کر آپ اللہ سے طلب کرنا سیکھیں گے۔ آپ یہ سب کچھ راہِ طریقت میں صرف اپنے مرشد کی مہربان اور باخبر نگاہ میں رہ کر سیکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ راہِ طریقت کے سالک کہتے ہیں:

اگر تم بھی ہو پروانوں میں شامل
تو آؤ اور یہ شعلہ بجھاؤ
ہزاروں آنچ پر اسکے جلے ہیں
مزا جب ہے کہ تم اسکو جلاؤ
کہیں ظاہر نہ ہو جائیں کسی پر
رموزِ عاشقی دل میں چھپاؤ

آمین
(ثم آمین)

Marfat.com

(۲۴۴)

۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء
۳ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو رَبُّ الکَائِنَات ہے، اور جس کا حکم حرفِ آخر ہے۔ کیا کوئی اور ہے جو یہ کہنے کی جُرأت کر سکے کہ اس کی خواہش اللہ کی مرضی پر مقدم ہے؟ بے شک اللہ دلوں میں پوشیدہ تمام رازوں کو جانتا ہے۔

درود و سلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، اس کی رحمت و کرم اور فضل پر، جو رؤفُ الرحیم ہیں اپنی اُمّت کے لئے۔

ھُو

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپکے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو عارفی نوریوں کے لئے جو صبر کرنا جانتے ہیں اور جو یہ بھی جانتے ہیں کہ راہِ سلوک میں کامیابی کی کنجی ثابت قدمی ہے۔

راہِ سلوک وفا کی راہ ہے، پیش کرنے اور سپردگی اور تسلیم کی راہ ہے۔ محبوب پر سب کچھ نچھاور کرنے سے ہی سالک اس راہ کو سمجھ سکتا ہے۔ ظاہری تسلیم تو اُس وقت دیکھنے میں آتی ہے جب سالک اپنے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اور بیعت کے الفاظ دہراتا ہے۔ یہ الفاظ وفا اور تسلیم کا وعدہ ہیں۔

Marfat.com

اور یہ وعدہ کوئی ایک یا دو دن کے لئے نہیں ہوتا، یہ آپ کی زندگی بھر کے لئے ہے۔ یہ دونوں کے درمیان ایک قول و قرار ہے، یعنی مرشد اور مرید کے درمیان۔ مُرشد کا وعدہ زندگی بھر کے لئے مرید کے لئے رہنمائی اور دُعاؤں کا ہے، اور مرید کا وعدہ اطاعت اور سُپردگی کا ہے۔

مرشد ایک اُستاد، ایک رہنما، والد اور رازدار ہوتے ہیں۔ انہیں سکھایا گیا ہے کہ کس طرح دلوں کی رکھوالی کی جائے اور ان لوگوں کا خیال کس طرح رکھیں جو اس زندگی کے تپتے صحرا میں سائے کی تلاش میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا اپنا کوئی اُستاد ہو، یا نہ ہو، لیکن ان کی اصل تربیت تو ان کے اللہ ہی کرتے ہیں۔ ایک سچے اور کامل مُرشد اللہ کی رحمت ہیں اور دونوں دنیاؤں کے درمیان ایک پُل ہیں۔ وہ رہتے تو اس دنیا میں ہیں لیکن ان کی نگاہیں دوسری دنیا کے نظاروں کو بھی دیکھ سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی آپ کسی ایسے شخص کے پاس بیٹھتے ہیں تو وہ آپ سے ایک ایسی زبان میں بات کریں گے جو اس دنیا سے مختلف ہے، ایک ایسی زبان جسے صرف دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ایک مرشدِ کامل نہ فقط اپنی زبان سے بات کرتے ہیں، وہ اپنی آنکھوں اور اپنے دل سے بھی گفتگو کرتے ہیں۔ جنہیں اس فری کیوینسی پہ ڈال دیا جاتا ہے وہ اُن کو سُن سکتے اور محسوس کر سکتے ہیں۔ وہ محبّت کی اُن خوبصورت سرگوشیوں کو سمجھ سکتے ہیں جو اس گفتگو میں پوشیدہ ہیں۔ راہِ طریقت ان لوگوں کا راستہ ہے جن کے پاس دل ہیں، اور جو اُن کی قدر و قیمت کو جانتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کے جذبات اور احساسات

Marfat.com

کے بارے میں حساس ہوتے ہیں ۔ یہ اُن ذمہ داریوں کے بارے میں حسّاس ہیں جو ان کے کندھوں پہ ڈال دی گئی ہیں اور یہ دلوں کے بارے میں حساس ہیں۔ ان کی نظر میں سچّے دل شیشے سے زیادہ نازک ہوتے ہیں، وہ اس دُنیا کے کسی بھی رنگ سے زیادہ تیز اور گہرے اور کسی بھی روشنی سے زیادہ روشن ہیں۔

یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ یہ فقط یہی سچّے دِل ہی ہیں جنہیں محبوبِ جان کا جلوہ حاصل ہے۔ انہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے اہلِ بیت اور اولیاءِ کرام کی محبّت حاصل ہے۔ یہ محبّت اللہ کی محبت پانے کے لئے ایک شرط ہے۔

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ، "میرے لئے اللہ کی محبّت ہی کافی ہے اور مجھے کسی دوسرے کو احترام دینے کی ضرورت نہیں" تو وہ دراصل بڑی غلطی کا اِرتکاب کر رہا ہے۔ اگر اس غلطی کو درست نہیں کیا گیا، تو یہ اُس کی اَبدی زندگی میں افسوس اور دُکھ کا باعث بن سکتی ہے۔ اللہ کے اولیاء، اُس کے مُرشدین، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں، اور جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہے وہ اللہ کا عاشق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام سچّے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ راہِ طریقت کے سالک بن جائیں، یعنی راہِ محبّت کے، تاکہ وہ سچّی اور خوبصورت محبّت کرنا سیکھ سکیں، تاکہ وہ سیکھ سکیں کہ اُس ہستی کا محبُوب کس طرح بنا جائے جو محبُوبِ خُدا ہیں، اس لئے کہ جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبُوب ہے، وہ اللہ کا بھی محبوب ہے۔

آیئے! آج محبّت کی زبان میں بات کرتے ہیں، وہ زبان جس کی تعلیم خود رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محبُوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو دی، اور پھر حضرت نظام الدین اولیاءؒ

Marfat.com

نے اتنی خوبصورتی سے اس زبان کا رنگ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اور باقی دنیا کو دکھایا۔ اور جب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اس رنگ کو اپنے دل میں محسوس کیا تو ان کے لبوں سے ایسے پُر کیف اور مسحور کر دینے والے الفاظ بن کر نکلے کہ پوری دنیا ان کی شیرنی سے جھومنا شروع ہو گئی۔ خشک لبوں سے شہد کے قطروں کا مزہ چکھا اور وہ دل جن کو اپنے احساسات کے اظہار کی ضرورت تھی، انہیں یہ اظہار حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ملا۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مرشد کی ملاقات کا واقعہ بھی بڑا حسین ہے۔ ایک عاشق اپنے ہر کام میں محبت پاتا ہے۔ جس سے بھی ملتا ہے اور جو کچھ بھی سنتا ہے، ان سب میں محبت پاتا ہے۔ اس کی آنکھوں کو ہر وقت اور ہر جگہ محبت کے رنگ نظر آتے ہیں۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ایک عاشق تھے۔ ان کے تمام احساسات، ان کا پورا وجود ان کے محبوب کے لئے تڑپتے تھے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک لمحہ سے بھی کم وقت میں یہ جان لیا کہ ان کا محبوب کون ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر انہوں نے اپنا سر مرشد کے قدموں میں رکھ دیا۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیعت کے وقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "ایک مرتبہ میرے والد صاحب، امیر سیفُ الدّین محمُود، مجھے اور میرے بڑے بھائی کو ساتھ لے کر حضرت نِظامُ الدّین اَولیاءؒ رحمۃ اللہ علیہ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوئے، جن کو ان دنوں اجودھن سے خلافت دی گئی تھی اور نجیبُ الدّین متوکّل کے یہاں مقیم تھے۔ جب میرے والد مکان کے دروازے پر پہنچے تو میں نے اِن سے پوچھا: "بابا ہم کہاں جارہے ہیں؟" اس پر میرے والد نے جواب دیا کہ: "میں تمہیں اور تیرے بڑے بھائی کو خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بنانے لے جارہا ہوں۔" میں نے ان سے کہا کہ لفظ 'مرید' کے معنی ہیں اِرادہ کرنا، تو جب تک میں بیعت کرنیکا اِرادہ نہیں کرتا، تو میں کس طرح مُرید بَن سکتا ہوں؟ اس پر میرے والد کو بڑا تعجّب ہُوا، اور انہوں نے میرے بڑے بھائی سے فرمایا: "تمہارے چھوٹے بھائی مُرید بننا نہیں چاہتے، تمہارا کیا خیال ہے؟" اس پر بڑے بھائی بولے: "آپ میرے والد ہیں، اور تمام والدین اپنے بچّوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ تو اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم مرید ہو جائیں، اِس میں ضرور ہمارے لئے اچھائی ہے، اِسلئے میں مُرید ہونا چاہتا ہوں۔" میرے والد نے پھر مجھ سے پُوچھا، لیکن میں نے ان سے پوچھا کہ کیا میں اندر جانے کے بجائے دروازے کے پاس بیٹھ سکتا ہوں؟ اس پر والد صاحب مُسکرا کر اندر چلے گئے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے میں نے ایک شعر پڑھا اور دل میں سوچا کہ اگر یہ حضرت کامل ہیں تو انہیں اپنے نورِ باطن سے میرے شعر کا علم ہو جائے گا، اور یہ میرے شعر کا جواب ایک شعر میں دیں گے۔ میں صرف اسی صُورت میں بیعت کروں گا ورنہ پھر اپنے والد کے ہمراہ واپس جاؤں گا۔ وہ شعر اس طرح تھا:

Marfat.com

ے تو آں شاہے کہ بر ایوانِ قصرت

کبوتر گر نشنید باز گردد

غریبے مستمندے بردر آمد

بیاید اندروں یا باز گردد

"تو ایسا بادشاہ ہے کہ اگر تیرے محل کے کنگورے پر کبوتر آن بیٹھے تو تیری برکت سے وہ باز بن جائے۔ پس ایک غریب حاجت مند تیرے دروازے پر آیا ہے۔ وہ اندر آجائے یا واپس چلا جائے؟"

میں نے یہ شعر نظم کیا اور خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خادم باہر آیا اور کہنے لگا: "کیا آپ تُرک زادے ہیں؟" میں نے کہا "جی ہاں"۔ خادم نے کہا: "حضرت نے مجھے حکم دیا ہے کہ ایک تُرک زادے دروازے کے باہر بیٹھے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ اور انہیں یہ شعر پڑھ کر سناؤ"۔ میں نے کہا "پڑھ کر سناؤ۔" خادم نے پڑھا:

ے بیاید اندروں مَردِ حقیقت

کہ با مالک نفس ہم راز گردد

اگر آبلہ بود آں مَردِ ناداں

اذاں راہے کہ آمد باز گردد

"اندر چلا آ، اے حقیقت کے میدان کا مَرد تاکہ ہمارا ہمراز بن جائے۔ اور اگر وہ آنے والا نہ سمجھا اور نادان ہے تو جس راستے سے آیا ہے، اُسی

Marfat.com

راستے سے واپس چلا جا۔" جب میں نے یہ شعر سنا تو میں دیوانہ وار مکان کے اندر گیا۔ وہیں میرے والد، میرے بھائی اور سید محمد کرمانی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر مجھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ میں دوڑتا ہوا گیا اور اپنا سر ان کے قدموں پر رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا: "آجا، آجا، مردِ حقیقت، اور ایک دم کے لئے ہمارا ہمراز بن جا۔" میں ان کے آگے بیٹھ گیا اور عاجزی سے بیعت کی درخواست کی۔ تو اسطرح میرے مُرشد نے میری بیعت لی۔"

کئی سال پہلے ترکستان میں ایک قبیلہ تھا جسے لاچینی کہا جاتا تھا۔ لاچینی ترکی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معنی ہیں شاہین۔ یہ قبیلہ اپنی بہادری کے لئے مشہور تھا، اور اس کے ایک سردار، امیر سیفُ الدّین محمود نے چنگیز خان اور اس کی فوج کے وقت کا سامنا کیا تھا۔ (اس کے نتیجے میں) امیر سیف الدّین نے بڑی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ہندوستان کی طرف ہجرت کی، اور پٹیالی میں قیام کیا۔ یہ التمش بادشاہ کا دور تھا، اور اس نے اِس ترک سردار کی شجاعت دیکھی تو انہیں اپنے دربار میں شامل کر دیا۔ پھر اِس سردار نے نواب عمادُ الدّین کی بیٹی سے شادی کی جو خود بھی نہایت پارسا تھیں۔ ان کے تین بیٹے ہوئے: یعنی اُعز الدّین، عبدالحسن یا مین الدین اور حسن الدین علی شاہ۔ بڑے بیٹے ایک عالم بن گئے اور سب سے چھوٹے نے فوج میں شمولیت اختیار کی، لیکن منجھلے وہ زندہ جاوید ہستی بن گئے، جنہیں دنیا حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔

Marfat.com

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۵۳ھ میں ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے انہیں اٹھایا، ایک کپڑے میں لپیٹا، اور انہیں ایک بزرگ کی خدمت میں لے گئے جنہوں نے پوچھا "یہ کون ہے؟" والد نے جواب دیا: "یہ میرے فرزند ہیں۔" بزرگ نے لمحہ بھر خاموشی کے بعد فرمایا: "یہ بچہ اس قدر نامور ہونے جا رہا ہے کہ اس کی شہرت دنیا کے کونے کونے میں پھیلے گی۔"

جب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ۴ سال کے ہوئے تو آپ کے والد نے پٹیالی چھوڑنے کا سوچا۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ یہاں سے نکلیں تاکہ ان کے بیٹے ایسی جگہ رہیں جو علم و فضل کا گہوارہ ہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کا گھرانہ دہلی منتقل ہو گیا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے بہت علم حاصل کیا، لیکن آپ کو شاعری سے شدید لگاؤ تھا۔ جب بھی آپ کو اپنی پڑھائی سے فراغت ملتی تو آپ شاعری کی کتابیں اٹھاتے اور انہیں اس وقت تک نہیں رکھتے جب تک کہ ختم نہ کرتے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کم عمری میں ہی اپنے والد کے سائے سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ آپ کو آپ کے نانا، نواب عماد الدین کی کفالت میں دے دیا گیا جو بذاتِ خود ایک عالم فاضل بزرگ تھے، جو ہمیشہ اثر و رسوخ والوں کی صحبت میں رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے صحبت انسان کو بھلا یا بُرا بناتی ہے۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت کی مشہور شخصیت کی

Marfat.com

صحبت نصیب ہوئی۔ لیکن اصل اور زبردست اثر، جو زندگی بھر آپ پر قائم رہا، وہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ نواب عماد الدین کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضرت صاحب کبھی کبھی ان کے یہاں آ کے تھوڑی دیر قیام فرماتے تھے۔ جلد ہی حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاعری لکھنی شروع کر دی تھی، جس کی ابتدا میں اصلاح ان کے بڑے بھائی اعزالدین فرماتے تھے، لیکن بعد میں آپ خواجہ شمس الدین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہو گئے۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ فارسی تو آپ کی مادری زبان تھی، مگر آپ عربی بھی ایک عرب کی طرح جانتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ ترکی اور سنسکرت زبانوں پر بھی مہارت رکھتے تھے۔

آپ کی شاعری میں وہ حسن اور مٹھاس تھی جو دنیا کے لئے ایک خزانہ ہے۔ اس صوفی شاعر نے ہزارہا اشعار کہے ہیں جن میں سے کچھ تو کتابوں میں محفوظ ہیں اور کچھ، جو چھپنے سے رہ گئے، ہمیشہ کے لئے کھو گئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ فارسی ایک شیریں زبان ہے، اور جب اس زبان کو حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار کا ذریعہ بنایا تو یہ حقیقت میں مٹھاس در مٹھاس ہو گئی۔ ان کو اتنی مٹھاس کس طرح ملی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے: "ایک مرتبہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سے ملنے آئے تو حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کچھ اشعار پڑھنے کی فرمائش کی۔ حضرت امیر خسروؒ نے مرشد کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی تازہ ترین غزل پڑھی۔ اس سے

Marfat.com

مرشد بہت خوش ہوئے، اور فرمانے لگے: "میں تمہیں انعام میں کیا دوں؟" اس پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ: "حضور، میرے لئے تو سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ آپ خوش ہوئے ہیں۔" لیکن مرشد نے فرمایا کہ: "نہیں، کچھ تو طلب کرو۔" اس پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "حضور، دُعا فرمایئے کہ میری شاعری شیریں ہو جائے۔" حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بہت اچھا، دیکھو میری چارپائی کے نیچے ہانڈی میں کچھ چینی پڑی ہے۔ وہ اٹھا لو۔" جب حضرت امیر خسروؒ وہ چینی اُٹھا لائے تو حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کہا کہ وہ منہ کھولیں اور پھر اس طرح شاعر کے منہ میں وہ شیرنی فیض ڈال دیا گیا۔ تو اس طرح حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کو شیرنی مل گئی۔

خوبصورت شیرنی کے علاوہ دنیا کو اس ولی اور ان کے مرشد سے ایک اور تحفہ بھی ملا۔ یہ محبّت کا تحفہ تھا، وہ والہانہ محبّت جو سچے عاشقوں کے دلوں میں زندہ رہنی چاہیئے، یعنی اللہ کے عاشق، وہ عاشق جو محبّت فقط اپنے محبوب کی خاطر کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ محبّت جو ایک مرشد اپنے مرید کو سکھاتے ہیں۔ یہ وہ روحانی محبّت ہے جس کی تعلیم مرید کو زندگی بھر دی جاتی ہے۔ یہ وہی محبّت ہے جو عاشق سے کہتی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ، یعنی اپنا وجود مرشد کے قدموں میں ڈال دے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ نظامی محبّت نے کہا تھا کہ: "اگر میری پیشانی پر آرہ رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ اپنے ترک (خسرو) کو چھوڑ دو، تو میں اپنی پیشانی کو چھوڑ دوں گا مگر اپنے ترک کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔"

Marfat.com

کبھی کبھی کچھ واقعات ایسے پیش آتے ہیں کہ ان کا اثر دلوں پر اتنا گہرا ہوتا ہے کہ، چاہے آپ ان کا ذکر کتنی ہی بار کیوں نہ سنیں، آپ ہمیشہ ان میں وہی سحر اور حسن محسوس کریں گے۔ ایک مرتبہ کوئی حاجتمند کسی دور دراز علاقے سے دہلی آیا اور خانقاہِ نظام الدین پہنچا۔ وہاں اس نے اپنی گزارش حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی۔ اس نے عرض کیا کہ وہ ایک نہایت غریب سیدزادہ ہے جس کا گزر بسر محنت مزدوری پر ہے۔ اس وقت اس کی تین بیٹیاں شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہیں، لیکن غربت کی وجہ سے وہ ان میں سے کسی ایک کی شادی کا بھی نہیں سوچ سکتا۔ پھر اس نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ، "میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ آپ ہندوستان کے بے تاج بادشاہ ہیں اور یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے در پر آیا ہوں۔" اس پر حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کسی نے آپ سے یہ غلط کہا ہے کہ میں بے تاج بادشاہ ہوں۔ درویشی میں تاج حرام ہے۔ یہ اللہ ہی ہے جو جسے چاہے عطا کرتا ہے۔" پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو بلایا اور اس کے کان میں سرگوشی کی کہ جو کچھ بھی موجود ہو اُسے نذرانہ کے طور پر دے دیں۔ خادم تھوڑی دیر میں خالی ہاتھ واپس آیا کیونکہ اس وقت نذرانہ دینے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے مہمان کو تسلی دی اور فرمایا کہ وہ ایک دن اور قیام کرے اور وعدہ کیا کہ دوسرے دن خانقاہ میں جو کچھ بھی آئے گا وہ اُسی کا ہوگا۔

Marfat.com

لیکن ہوا یہ کہ دوسرے دن بھی کچھ نہ آیا، حتیٰ کہ تیسرا دن بھی خالی گیا۔ مہمان نہایت مایوس ہوا۔ اس پر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "آپ مجھے بے تاج بادشاہ کہہ رہے تھے، لیکن جیسے کہ آپ نے دیکھا میری کوئی حقیقت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں آپ کتنے ضرورت مند ہیں، لیکن آج میرے پاس اتنی فراخی نہیں کہ میں آپ کی مدد کر سکوں۔" پھر محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: "درویش کے پاس اپنے مہمان کو پیش کرنے کے لئے جوتوں کے سوا کچھ نہیں۔" پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نعلین کی جانب اشارہ کیا جو خاصے پھٹے پرانے تھے۔ مہمان کو یقین ہی نہیں آیا کہ اسے ایک ایسے دربار سے خالی ہاتھ جانا پڑیگا۔ اس نے بڑی بے دلی سے وہ نعلین اُٹھائیں اور اجازت لے کر رخصت ہو گئے۔

مہمان آستانے سے رخصت ہوا، اور اس نے شہر سے باہر ایک سرائے میں آرام کے لئے قیام کیا۔ اس وقت حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ انعام میں ملے ۵ لاکھ چاندی کے سکوں کے ساتھ دہلی واپس آرہے تھے، جو انہیں سلطان علاؤ الدین خلجی نے عطا کئے تھے۔ جب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اس سرائے کے پاس سے گزرے جہاں وہ مہمان ٹھہرا ہوا تھا، تو آپ نے فوراً حکم دیا کہ کاروان کو روک دیا جائے۔ آپ اپنے گھوڑے سے نیچے اُترے اور فرمایا: "بُوئے شیخ می آید۔" اس پر سب لوگ حیران ہوئے اور حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: "میں اس مقام پر اپنے پیر و مُرشد کی خوشبو محسوس

Marfat.com

کر رہا ہوں۔" آپ کے سپاہیوں نے جواب دیا: "لیکن حضرت محبُوبِ الٰہی تو غیاث پور میں ہیں جو یہاں سے بہت دور ہے۔" تاہم حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب خوشبو کا پیچھا کرنے لگے اور جیسے ہی وہ سرائے کے قریب آئے تو خوشبو تیز ہو گئی۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیقراری میں سرائے کے ایک کونے کیطرف گئے جہاں وہ مہمان سو رہا تھا اور اُسے جگا دیا۔ مہمان بہت خفا ہوا لیکن حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں؛ میرے مُرشد کی خوشبو آپ سے کیوں آ رہی ہے؟" مہمان نے پہلے تو کہا: "مجھے آپ کے مُرشد کے بارے میں کچھ پتا نہیں۔" لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ حضرت امیر خسرو رح، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، تو اُس نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا: "آپ کے شیخ نے تو میرے لئے کوئی نیکی نہیں کی۔ میں نے ان سے مدد کی درخواست کی تھی، لیکن اس کے جواب میں انہوں نے مجھے اپنے پُرانے جوتے دیئے۔" یہ سُن کر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے شدید بے قراری میں کہا: "کہاں ہیں میرے مرشد کی نعلین مبارک؟" اس آدمی نے کہا کہ وہ اُس کے پاس ہیں۔ پھر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اے شخص! تو کیا ان جوتیوں کو فروخت کرے گا؟" حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا جب انہوں نے نعلین مبارک دیکھے۔ سیّد زادے نے مذاقاً پوچھا: "آپ مجھے ان کے لئے کتنی رقم دیں گے؟" حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میرے پاس اس وقت ۵ لاکھ چاندی کے سِکّے ہیں۔" یہ سن کر مہمان حیرت زدہ

Marfat.com

ہو گیا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا "اگر یہ رقم آپ کے لئے ناکافی ہے، تو پھر میرے ساتھ دہلی چلئے، وہاں میں آپ کو دُگنی رقم دے دوں گا۔"
سید زادے نے اُٹھ کر کہا: "(حضور) میرے لئے تو صرف ایک ہزار سکے کافی ہیں۔ لیکن خدارا اپنا وعدہ مت توڑیئے۔"

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سارا خزانہ سید زادے کے حوالے کیا اور خود تیزی سے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نعلین مبارک کو دستار میں باندھے اپنے مرشد کے دربار میں داخل ہوئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سامنے آئے تو حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "خسرو، کامیابی کا سفر مبارک ہو، مگر تم اپنے شیخ کے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟" اس پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اپنے دستار میں سے نعلین مبارک نکالے، انہیں فرش پر رکھتے ہوئے عرض کیا: "شیخ کے حضور میں شیخ ہی کی نشانی لایا ہوں۔ دنیا کی اور شے اس قابل ہی نہیں تھی۔" حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کے پوچھا: "کتنے میں خریدے؟" حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: "پانچ لاکھ چاندی کے سکوں میں۔" پھر آپ شدتِ جذبات سے رونے لگے۔ اس پر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "خسرو بسیار ارزاں خریدی" یعنی (اے خسرو بہت سستے داموں خریدے)۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے اشک رواں دواں تھے اور آپ کہتے جا رہے تھے: "سیدی یہ غلام کیا کرتا؟ اس شخص نے اسی پر قناعت کی، ورنہ اگر وہ ان جوتوں کے بدلے میں مجھ سے تمام مال و متاع بھی طلب کرتا، تو

Marfat.com

خسرو اپنا سب کچھ اس کے قدموں تلے ڈھیر کر دیتا۔"

کون ہے جو سچی محبّت کو اس دُنیا کے کسی بھی خزانے سے مقابلہ کرا سکے؟ اس شربت کے سُرور کا ذائقہ جو بھی چکھتے ہیں، وہ جذب کی حالت میں رہتے ہیں اور ان کی مُوت بھی دنیا کو دِکھاتی ہے کہ ایک عاشق کی موت بھی ایک معمولی واقعہ نہیں ہے۔ جب مرشد نے، محبّت میں آکر اپنے پیارے مُرید سے کہا: "مَن تُو شُدم تُو مَن شُدی۔ مَن تَن شُدم تُو جَان شُدی" یعنی "مَیں اور تُو دونوں ایک ہیں۔ میں تمہارا جسم ہوں، اور تم میری جان ہو" تو موت انہیں کیسے جُدا کر سکتی ہے؟

جب حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اِس دَارِ فانی سے پردہ فرمایا اور دَارُالآخرۃ کے سفر پر روانہ ہوئے تو اس وقت حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں نہیں تھے۔ وہ اس وقت سُلطان محمد بن تغلق کے ہمراہ تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اِس آفتابِ چشت کے وصال کی خبر ملی تو آپ فوراً ہی وہاں سے روانہ ہوئے، حتیٰ کہ سلطان سے اجازت تک نہ لی۔ ایسے لگا جیسے آپ کی دُنیاوی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا ہو۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ، مُرشد کے مزار پر پہنچے تو نہایت کرب سے فرمایا: "سُبحان اللہ، آفتاب تو زمین کے نیچے چلا گیا اور خسرو ابھی تک زندہ ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام دنیاوی مال و اسباب تقسیم کئے، کالے کپڑے پہنے اور مزار سے لگ کر بیٹھ گئے۔ آپ کے لبوں پر اکثر یہ شعر ہوتا کہ:

Marfat.com

ے گوری سوئے سیج پر مُکھ پر ڈارے کیس

گوری سوئے سیج پر مُکھ پر ڈارے کیس

چل خُسروؒ گھر اپنے

چل خُسروؒ گھر اپنے سانجھ بھئی چو دیس

گوری سوئے سیج پر مُکھ پر ڈارے کیس

گوری سوئے سیج پر

اس عاشق کے دِل پر ہر دِن قیامت کا ایک دِن تھا اور ہر نیا دِن اِن کے وجود کے لئے کمزوری کا باعث بنتا تھا۔ پھر ۱۸ شوال ۷۲۵ھ آپ کے مرشد کے وصال کے پورے ۶ ماہ بعد آپ اس دُنیا سے کوچ کر کے اپنے مُرشد کے اَبدی گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں دفنایا گیا۔ اس طرح آپ کی خواہش ہمیشہ کے لئے پوری ہوئی۔

ایک مرتبہ آپ کے مرشد نے جب آپ سے پوچھا کہ: "کیا تم گھر جانا چاہتے ہو یا میرے ساتھ آنا چاہتے ہو؟" حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

نہ خفت خسرو مسکین ازیں ہوس شہہا

کہ دیدہ برکف پایت نہد بخواب شود

"غریب خسرو بہت راتوں سے اس آرزو کے سبب نہیں سویا ہے کہ حضور کے قدم مبارک کے تلوے پر آنکھیں رکھ کر سو جائے۔"

تو اس طرح اللہ نے ان کو اَبدی نیند سلا دیا، یعنی ان کے مرشد کے قدموں میں۔

Marfat.com

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں دنیاؤں کے عاشقوں کو مقامِ عشق کی بلندیاں عطا فرمائے اور ان عاشقین کے دل جذبۂ عشق سے ہمیشہ زندہ و شاداں رہیں۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۲۸، ستمبر ۲۰۱۲ء
۱۰، ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

(۲۴۵)

زندگی میں توازن

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو ربّ العزت ہے اور جس کی سلطنت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے۔ اُسکی حکمرانی ساتوں آسمانوں اور زمینوں پر ہے، اور جس کا حکم دوسرے ہر ایک کی خواہش و تمنّا سے بالا ہے۔

دُرود و سلام اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے شفیق الفاظ غمزدہ دِلوں کو قوت بخشتے ہیں اور جن کی رحم دلی مایوس رُوحوں کیلئے خوشی کا باعث ہے۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی اُن سب حسین دلوں کے لئے جنہوں نے یہ حُسن اِن محفلوں کے سچّے الفاظ سے سمیٹ کر حاصل کیا ہے۔

زندگی ایک مذاق نہیں۔ آپ سب مجھ سے اس بات پر اتفاق کر سکتے ہوں گے کیونکہ ہر ایک اپنی اپنی آزمائشوں اور مشکلات کی ندیوں میں ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ کُچھ دن اچھے اور کُچھ بُرے ہوتے ہیں، ایسا کوئی شخص نہیں جو یہ کہہ سکے کہ وہ ایک ایسی زندگی بسر کر رہا ہے جو مسائل یا مُشکلات

Marfat.com

سے خالی ہو۔ حتیٰ کہ کوئی بھی اپنی مشکلات کا موازنہ دوسروں سے نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے ہر ایک کو برداشت کی مختلف قوتیں عطا کی ہیں۔ وہ شخص جس میں قوّتِ برداشت کم ہے، وہ ہو سکتا ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلے کو بڑا مسئلہ سمجھے اور اُس پر بڑا واویلا مچائے۔ لیکن وہ جنہیں اپنے اللہ پر توکّل ہے، اُن کی قوّتِ برداشت بہت زیادہ ہے اور اُن کی یہی قوت انہیں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہمت دیتی ہے۔

اِس دنیا میں اپنے تمام اعمال کا محاسب، میزان کو سمجھیں۔ ہم نے کئی بار یومِ حساب میں میزان کی موجودگی کا ذکر کیا ہے، جو انصاف تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہوگا اور جو ایک لفظ بھی جھوٹا نہیں بولے گا۔ یہ میزان اللہ کا میزان ہے جو دنیا میں ہر آنے والے کے نفس کا حساب کرے گا۔ جس شخص کے اعمال اچھے کاموں پر مشتمل ہوں گے، اور اُس کے بُرے کاموں کے مقابلے میں زیادہ وزنی ہوں گے، وہ اپنی آخرت کی زندگی میں کامیاب ہوں گے۔ اور وہ جنہوں نے اپنے دُنیاوی وقت کو کھیل کود اور نافرمانی میں ضائع کیا، وہ اُس دن نقصان میں رہیں گے۔ تو اس قدر اہمیت والا ہوگا آخرت کا میزان!

بالکل اسی طرح اس دنیا کا میزان بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ میزان آپ کے لئے ہے تاکہ آپ اپنی کاروباری زندگی میں توازن قائم کر سکیں، اور اپنی زندگی سے کی جانے والی محبّت اور اپنے دنیاوی وقت میں توازن برقرار رکھ سکیں۔ جب لوگ اس توازن کو نظر انداز کرتے ہیں، وہ مصیبتوں میں پھنس

Marfat.com

جاتے ہیں جو دراصل خود اُن کی اپنی پیدا کردہ ہیں۔

آجکل اکثر لوگ میزان کی اہمیت سے ناواقف ہیں۔ وہ ناپنے کیلئے فقط اپنے دل استعمال کرتے ہیں، جو کچھ بھی اُن کے دل کو لُبھائے وہی اُنکے پیشِ نگاہ بن جاتا ہے۔ بے شک دلوں کی اہمیت اپنی جگہ پر، لیکن اگر یہ صرف دنیا ہی دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے، تو پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کی ترغیبات اُس شخص کو گمراہ کر دیں گی۔ یہ ترغیبات فوری فائدہ والے راستے دکھاتی ہیں، جو دراصل وہ گوند ہے جو آدمی کو دنیا سے چپکا دیتی ہے۔ پھر وہ اپنی زندگی میں توازن قائم رکھنے کے لئے اس میزان کو استعمال نہیں کریگا۔ اُس کی سب سے بڑی ترجیح اُس کا اپنا نفس ہوگا، اور یہی وہ چیز ہے جسے وہ میزان کے ایک پلڑے میں رکھے گا، یعنی اُس کا اپنا نفس ترازو کے ایک پلڑے میں ہوگا اور باقی اُس کی تمام ذمہ داریاں، اس کے رشتے، اُس کے فرائض، اُس کا اپنا دین، سب دوسرے پلڑے میں جائیں گے۔ بدقسمتی سے وہ پلڑا جس میں وہ اپنے نفس کو رکھتا ہے، وہ ہر وقت اتنا بھاری ہوتا ہے کہ اُس کا رُخ ہر وقت نیچے کی جانب ہوتا ہے، اور (اس طرح) یہ "نفس" اُس کی زندگی بھر کی ترجیح بن کر رہ جاتا ہے۔

ترازو ناپ تول کے لئے ہوتا ہے۔ تولنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی چیز کو ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے میں وزن والے باٹ (پتھر) رکھیں اور دونوں پلڑے برابر ہوں۔ اسی طریقے سے آپ توازن قائم رکھ سکتے

Marfat.com

ہیں۔ جب آپ کسی دکاندار کو اپنے لئے کوئی میوہ یا سبزی تولنے کے لئے کہتے ہیں تو آپ اُس کے ترازو پہ کڑی نظر رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ دکاندار کو دوبارہ تولنے کے لئے کہتے ہیں تاکہ آپ کو یقین ہو جائے کہ آپ کو سودا صحیح مقدار میں مل رہا ہے۔ اگر آپ اپنے دنیاوی معاملات میں اس قدر محتاط ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے اُخروی معاملات میں اتنے غیر ذمے دار ہیں؟ آپ اپنی زندگی میں ایک توازن کیوں قائم نہیں کرتے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے نہیں فرمایا کہ: "ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو، اور وزن نہ گھٹاؤ۔" (سورۃ الرحمٰن۔ ۹۔ ۸)

اُمّتِ محمدی کے بیشتر لوگوں کا المیہ یہی ہے، یعنی وہ اپنی زندگی میں توازن قائم نہیں رکھ سکتے۔ جب وہ محبت کرتے ہیں تو وہ اس والہانہ انداز سے محبت کرتے ہیں کہ وہ ہر ایک کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وقت ہم دنیاوی محبت کی بات کر رہے ہیں اور اس محبت کے کئی چہرے ہو سکتے ہیں شریکِ حیات ہو سکتا ہے، آپ کے والدین یا آپ کے بچے ہو سکتے ہیں، آپ کے دوست بھی ہو سکتے ہیں یا آپ کے وہ رشتے دار بھی ہو سکتے ہیں جن کی خوش طبعی آپ کو بھاتی ہو۔ ایسے منظر نامے میں دوسرے رشتے سخت متاثر ہوتے ہیں جو محبت کئے جانے کے بھی مستحق ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے بچوں کی محبت میں مغلوب ہو جائے کہ باقی تمام رشتوں کی اہمیت پسِ منظر میں چلی جائے۔ وہ اپنے والدین کو بھی نظر انداز کر سکتا ہے یا اپنے بھائی بہنوں کو

Marfat.com

بھی، یا کسی پر اس بنا پر حسد بھی کرنے لگے کہ کسی اور کے بچّے اس کے اپنے بچّوں سے بہتر ہیں۔ یہ غیر متوازن رویّہ اس کی زندگی میں اس کے لئے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ اپنے بچّوں پر یہ غیر ضروری توجّہ اس کے بچّوں کو مکمل طور سے صرف اُسی پر منحصر رکھّے گی۔ جب یہ بچّے بڑے ہو کر خود اپنا گھر بسانا شروع کریں گے تو پھر اُن کے اور اُن کے والدین کے درمیان اختلاف پیدا ہو سکتے ہیں۔

بالکل اسی طرح وہ جو اس دنیا کے بکھیڑوں میں ہر وقت اُلجھے رہتے ہیں، وہ آسانی سے توازن کو بگاڑ سکتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں صرف دُنیا کے مسحور کُن نظارے ہی دیکھ سکتی ہیں، اُن کے کان بس پیسے کی جھنکار کو ہی سُن سکتے ہیں، اُن کے دل صرف زندگی کے عیش و عشرت کی تمنّا کر سکتے ہیں۔ تو اس طرح وہ ترازو کے پلڑے کو دنیا کے جھڑ جھنکار سے بھر دیتے ہیں، جس کی آخرت کی زندگی میں کوئی حیثیت نہیں۔

کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو دین کی باتیں بہت کرتے ہیں اور وہ اسلام والے نظر آتے ہیں۔ جب آپ اُن کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ کو اُن کے چہروں پر داڑھی اور پیشانی پر محراب نظر آتے ہیں، لیکن صحیح دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ بھی اپنا توازن قائم نہیں کر پاتے۔ اس قسم کے لوگ خود سے نہیں سوچتے۔ یہ صرف اُن باتوں کو دہراتے ہیں جو دوسرے اُن سے کہتے ہیں۔ یہ ہر ایک کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ صرف ظاہری چیزوں کو سمجھتے ہیں جبکہ ان کا فہم باطن کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اُنکا تکیہ کلام

Marfat.com

"بِدعت" اور "شرک"، اور اُن کے خیال ہیں (۹۰٪) نوّے فیصد مسلمان اِسی میں مبتلا ہیں۔ وہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی بات نہیں سمجھ سکتے ہیں اور اُن کی یہ تنگ نظری اس محبّت کو، یا کسی دوسری رُوحانی محبّت کو، اُن کے دلوں سے مِٹا دیتی ہے۔ اُن کے ترازو کا پلڑا کفر، شرک اور بدعت جیسے الفاظ سے بھرا ہوتا ہے، اور اُنکی جہالت سے بھی بھرا ہوتا ہے۔

ترازو کو توازن کی حالت میں رکھنا زیادہ مشکل نہیں ہے؛ بس اُسوۂ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور فوراً ہی توازن مستحکم ہو جائے گا۔ رسول اللہؐ کیسے تھے؟ یہ جاننے کے لئے صرف قرآن کو پڑھیں اور آپ کو اس بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ اُن کی زندگی بے شک چلتا پھرتا قرآن تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار لوگوں کی زندگیوں کو کس طرح بدل ڈالا؟ اِس کے لئے اِسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں اور آپ کو اس کے متعلق سب معلوم ہو جائے گا۔ آپؐ نے دِلوں کی دلداری کس طرح کی تھی؟ یہ جاننے کے لئے کسی بھی سچے اُمتی کا دل کھول کر دیکھیں، آپ کو پتہ لگ جائے گا۔ اسلام محبّت کا مذہب ہے۔ یہ دلوں کا مذہب ہے، اور یہ مذہب اپنے دنیاوی ترازو کے توازن کو درست رکھنے کا مذہب ہے اور یہی مذہب ہے جو دنیا کے توازن کو بھی صحیح رکھ رہا ہے۔ اُمّتِ محمدی کے مومنین وہ لوگ ہیں جو اس ترازو کو تھامے ہُوئے ہیں۔ جیسے ہی یہ لوگ اس دنیا سے چلے جائیں گے، توازن بگڑ جائے گا اور اور دنیا اپنی آخری گھڑی کو پہنچ جائے گی۔

Marfat.com

یہ دنیا کی گھڑی کی بدنصیبی ہے کہ اُمّتِ محمدی کے مومنین، یا کامل انسان، تیزی سے اُس دنیا کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ آخر کی آزمائشوں اور مصیبتوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ حالات اس قدر تباہ کُن نہ ہوتے اگر مسلمان اس سنگینی کا احساس کرتے اور اپنی زندگیوں میں ایک توازن قائم کر لیتے۔ لیکن یہ بھی نہ ہو سکا۔ وہ جو ماضی کے غریب تھے، آج کے امیر ہو گئے ہیں، اور امیری کی چمک دمک نے اُن کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ وہ آج کل اِس کے مقابلے میں مشغول ہیں کہ دنیا کی بلند ترین عمارت کون بنا سکتا ہے۔ اُن کا محورِ نظر بس دوسروں سے بہتر ہونا ہے۔ اُن کی آنکھیں بند ہیں، اُن کے دماغ بند ہیں، حتیٰ کہ اُن کے دِل بھی بند ہیں۔ وہ اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ اُنہیں وہ آگ نظر نہیں آ رہی ہے جو دنیا کو ہڑپ کر رہی ہے۔ یہ دَجّال کی آگ ہے، وہ آگ جو عام آدمی کے حَواس کو مفلوج کر دیگی اور پھر یہ لوگ دَجّالی طاقت کے ہاتھوں میں پُتلے بن جائیں گے۔

کیا آپ کو دِکھائی نہیں دے رہا ہے کہ ہر آدمی کی زندگی میں ایک ہنگامی صورتِ حال برپا ہے۔ ایسے لگ رہا ہے کہ اس دنیا کا ہر آدمی جلدی میں ہے اس طرح جیسے وہ وقت کی مخالف سمت میں دوڑ رہا ہو۔ آپ اسے اُس آدمی کی مثال قرار دے سکتے ہیں جو اپنے گلاس میں پانی بھرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اُسے یہ ہوش نہیں کہ اُس گلاس کے پیندے میں سوراخ ہے جس کے باعث سارا پانی بہہ نکلتا ہے۔ جب وہ اُس

Marfat.com

گلاس کو مُنہ سے لگاتا ہے تو اُس کے خالی ہونے پر اُسے غصّہ آتا ہے اور وہ جُھنجھلا جاتا ہے، لیکن اُس کے باوجود وہ اُسے بار بار بھرنے پر بضد رہتا ہے۔

یہی حال اِس دنیا والوں کا ہے۔ اُن کا گلاس دَراصل اُن کا وقت اور اُس کی قدر ہے۔ وہ چاہے کتنی ہی کوشش کریں اُن کا وقت اُنہیں وہ اطمینان اور خوشی نہیں دے سکتا جس کی اُن کی روحوں کو طلب ہے۔ اُن کے گلاس میں ایک سُوراخ ہے جو وقت کے خاتمے کا سوراخ ہے، اور اُسی کے سبب اُن کا سکون، اُن کا چین اور اُن کا ہوش اس سوراخ سے نکل کر ضائع ہوتے رہتے ہیں۔

اس دنیا کے لوگ اس کے باعث بہت ہی جُھنجھلاتے، غصّہ کرتے اور برہم ہوتے نظر آتے ہیں۔ اُن کے صحیح کام کرنے کا نظام بگڑ جاتا ہے، اس لئے وہ نئی راہیں تلاش کرتے ہیں تاکہ اُنہیں کم از کم سُکون و تسلّی تو ملے۔ اُنہیں یہ احساس نہیں کہ اس دنیا کا توازن بڑی خاموشی اور نہایت آہستگی سے بگڑ رہا ہے، اور یہ عمل مسلسل جاری ہے۔

وقت کے خاتمے کے بارے میں کی گئی تمام پیش گوئیاں اپنے انجام تک پہنچ رہی ہیں۔ دنیا میں ہر طرف خُون ہی خُون ہے۔ دنیا کی سیاسیات اور معاشیات میں انتشار ہے۔ ٹیکنالوجی، دنیا میں مزید انتشار اور تباہی کا راستہ ہموار کر رہی ہے۔ دنیا کی تمام طاقتوں کا کلیدی لفظ "کنٹرول" یا "قبضہ"

Marfat.com

ہے۔ وہ آپ کی دولت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کے امن، آپکے ذہن، آپ کے گھرانوں، آپ کے بچوں، اور سب سے بڑھ کر آپ کے دلوں کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ اِس میں اچھے خاصے کامیاب ہو چکے ہیں۔

آپ اُمتِ محمدی تھے، وہ اُمت جو سب سے اعلیٰ ترین تھی۔ مگر دُنیا میں زیادہ مُلوث ہو جانے سے آپ کی طاقت اور قوتیں سلب ہو گئیں۔ آپ اپنے دشمنوں کے غلام بن گئے، اور یہ غلامی درحقیقت ذہنی غلامی تھی۔ آپ اپنے دشمنوں کے طرزِ حیات سے متاثر ہوئے۔ آپ اُن کی شاہانہ رہائش گاہوں اور آسائشوں سے متاثر ہوئے، اُن کی عیش و عشرت سے متاثر ہوئے اور افسوس یہ کہ آپ اُن جیسا بننا چاہتے تھے۔ بدقسمتی سے آپ اِسلام کی سادگی کو بھول گئے ہیں۔ آپ نے خود کو اپنی دینی تعلیمات سے دور کر دیا۔ آپ نے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم سے دُور کر دیا اور آپ نے خود کو اپنے اسلاف کی جُرأت اور شجاعت سے دور کر دیا۔ آپ نے اپنے شاندار ماضی کو بھلا دیا۔ آپ یہ بھی بھول گئے کہ یہ دُنیا ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ آپ یہ بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

"اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِنِ وَجَنَّۃُ الکَافِرِ"

"دنیا مومن کے لئے زِندان (قید خانہ) اور کافر کے لئے جنت ہے۔"

دراصل یہی سبب ہے کافروں کی عشرت والی زندگی کا، یعنی وہ اس دنیا سے تو ہر ایک چیز حاصل کر لیتے ہیں لیکن اُن کے لئے آخرت میں

Marfat.com

کوئی حصّہ نہیں۔ بڑی بدنصیبی ہے کہ آج کے مسلمانوں نے وہ سب کچھ فراموش کر دیا جو اُن کے رسول نے اُنہیں سکھایا تھا۔ اُنہوں نے تمام پچھلی اُمتوں کے بُرے اعمال اپنا لئے ہیں۔ وہ آپس میں لڑے، فریب کیا، جھوٹ بولے اور وہ زر، زن اور زمین کے پیچھے بھاگے۔ حق سے وہ اس قدر بیگانہ ہو گئے تھے کہ اصل حقیقت کو دیکھنے کے لئے کوئی بھی چیز اُن کی آنکھیں نہیں کھول سکتی تھی۔ اُنکی اپنی نیند نے اُنہیں اُس شُتر مُرغ جیسا بنا دیا تھا جو خطرے کے وقت اپنا سر ریت میں چُھپا لیتا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں آپ کا دشمن نہیں جانتا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ آپ اُس کے جال میں کس قدر پھنس چکے ہیں؟ اُس نے بڑی چالاکی سے آپ کو آپ کی قوّت سے محروم کر دیا ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان کی وہ قوّت جس سے مومنین کی راہ میں حائل پہاڑ ہٹ جاتے ہیں۔

جی ہاں! اُس نے آپ کی قوّت چھین کر آپ کے آگے چند دنیاوی سِکّے پھینک دیئے ہیں تاکہ آپ کی ہوس آپ کو سوچنے نہ دے، اِس طرح اُس نے آپ کو روز بروز کمزور کر دیا۔ اور جب آپ کمزور ہو گئے تو آپ کو ایک دوسرے سے لڑایا، یعنی اُس نے آپ کو معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے اُلجھائے رکھا۔ وہ بیکار باتوں میں آپ کو اُلجھاتا رہتا ہے۔ اُس کی وجہ سے آپ ایک دوسرے کی کُھلی تذلیل کرتے ہیں۔ اور اس طرح اُمّت میں موجود اختلافات کی خلیج کو بڑھاتے ہیں۔

اُس گھر کا انجام کیا ہوتا ہے جس میں ایک بھائی دوسرے سے لڑتا

Marfat.com

شروع کر دے۔ کیا ایسے گھروں میں باہر والے داخل نہیں ہوتے؟ تو اب جب آپ کا دشمن آپ کو ذلیل کر رہا ہے، آپ کے عقائد کا مذاق اُڑا رہا ہے، آپ کو دہشت گرد یا انتہا پسند کہتا ہے، آپ جن کو مُقدس جانتے ہیں، اُن کا مذاق اُڑاتا ہے اور آپ کے دین کی بے حُرمتی کرتا ہے، تو اس کے لئے کس پر الزام عائد کریں؟ کیا دشمن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کرسکتا تھا؟ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے وقتوں میں یا محمود غزنوی کے دور میں، یا صلاح الدین ایّوبی کے عہد میں یا طارق بن زیاد کے زمانے میں کرسکتا تھا؟ اُمتِ محمدی کے وہ سب شیر کہاں گئے، اور سالکانِ حق اتنے خاموش کیوں ہیں؟ آپ لوگ اور کب تک سوتے رہیں گے، کیا اب بھی آپ کی نیند پوری نہیں ہوئی؟ یا کیا آپ کا اِرادہ طوفانِ آخر کے سیلاب آنے تک سوتے رہنے کا ہے، جب وہ زمین کی ہر چیز کو بہا لے جائے گا؟

اپنے دین کے توازن کو قائم رکھیں! کافی وقت ضائع کیا جا چکا ہے۔ اب کوئی گنجائش باقی نہیں۔ اخلاص کی زندگی بسر کریں۔ اپنی دینی تعلیمات کو اپنے دل میں بسائے رکھیں۔ اپنے شاندار ورثے پر فخر کریں۔ اپنی قدروں پر فخر کریں۔ اپنے مسلمان ہونے پر فخر کریں۔ اُمتِ محمدّی کا حصّہ ہونے پر ناز کریں۔ بے شک بہت جلد ہی آپ اپنی کھوئی ہوئی قوت دوبارہ پا لیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ ۳۱۳ کی تعداد ہزارہا دجّالوں پر بھاری ہوگی۔ اس میں کوئی شک

Marfat.com

نہیں کہ وہ سب جو علمُ الفتح کے زیرِ سایہ ہیں، اُن کے پاس اہلِ بدر والی قوت ہوگی۔ بس انتظار کریں اور دیکھیں کہ ۲۰۰۷ء میں شروع ہونے والی وقت کے خاتمے کی اس جنگ میں کون کامیاب ہوتا ہے۔ بس انتظار کریں اور دیکھیں!

اللہم سب کو ایمان کی پختگی کے ساتھ اُمتِ محمدی سے وابستہ اور پیوستہ رکھے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

(۲۴۶)

۵ ر اکتوبر ۲۰۱۲ء
۱۷ ر ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

غیبت

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو بے جانوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور جو جانداروں کو موت دیتا ہے جو بے شک قادرِ مطلق ہے اور جو اپنی مرضی اور ارادے کا مالک ہے۔

درود و سلام نبیء آخرالزماں پر، وُہی جو رحمتِ کامل ہیں اُن سب کے لئے جو اللہ کے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔

سلامتی اُن نرم گداز دلوں اور پُرنم آنکھوں پر جو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں۔

سالہاسال گذر گئے اور کئی موسم بیت گئے لیکن دل تبدیل نہیں ہوتے۔ بے شک اِن کا اِس زمین پر تبدیل ہونا انتہائی مشکل ہے۔ یہ دل کئی صُورتوں میں آتے ہیں۔ کچھ پتھر کی طرح سخت ہیں جن پر طمع اور خواہشات کی مٹی چڑھی ہوئی ہے جو اس دُنیا کے تحفے ہیں۔ ایسے دلوں میں داخل ہونا مشکل ہے۔ آپ کتنی ہی بار اُن سے بات کرنا چاہیں، لیکن ہر بار آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ کسی پتھر کی دیوار سے بات کر رہے ہیں۔ یہ دل صرف اپنے لئے دھڑکتے ہیں۔ یہ صرف خود کو خوش کرنے کے لئے کام کرتے ہیں، بولتے ہیں اور سوچتے ہیں۔ ایسے لوگ

Marfat.com

صرف اپنے ہی دلوں کے رکھوالے ہیں اور اللہ کو ان سے کوئی مطلب نہیں۔ یہ دل اس دنیا کے لوگوں کے دل ہیں۔

دلوں کی ایک دوسری قسم بھی ہے؛ وہ جو اس دُنیا میں تو ہوتے ہیں، لیکن ایک متوازن طریقے سے۔ وہ اپنے اور اپنے گھرانوں کے لئے کام کرتے ہیں۔ وہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے ملتے ہیں اور اُن سب کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ کبھی کبھی غرباء اور مساکین کی امداد میں مصروف ہو جاتے ہیں اور دل کھول کر امداد دیتے ہیں۔ یہ نرم دل اپنے دین میں بھی خوشی محسوس کرتے ہیں اور اپنی عبادات میں وقت کے سختی سے پابند ہیں۔ اگرچہ ایسے دلوں کی تعداد کم ہو رہی ہے، لیکن تاہم یہ ابھی تک موجود ہیں۔ یہ اللہ کے مومنین کے دل ہیں۔

دلوں کی تیسری قسم منفرد قسم ہے۔ یہ اس دنیا میں تو موجود ہیں، لیکن اُنہیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ مُسلسل اپنے اللہ کی حضوری میں رہتے ہیں، اور ہمیشہ اُس کے نُور میں ملفوف ہوتے ہیں۔ وہ کام کرتے، بولتے اور سوچتے صرف اپنے اللہ کی رضا کے لئے اور اپنے محبوب سے مِلنے کے اِنتظار میں ایک ایک لمحہ، ایک ایک لحظہ گنتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی دنیا کا بھی ادراک ہے، اپنی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہے، لیکن اُن کی خوشیوں کا محور صرف اللہ ہی ہے۔ اُن کے دن رات اُس ذات کی یاد میں بسر ہوتے ہیں جو ہر وقت یاد کئے جانے کے لائق ہے۔ اور یہ ذِکر ہر گزرتے دن کے ساتھ محبّت کے

Marfat.com

رشتے کو مضبوط تر کرتا ہے۔ یہ اللہ کے عاشقوں کے دل ہیں جنہیں محبّت کے لئے پیدا کیا تھا اور یہ ہی فریضہ وہ زندگی بھر انجام دیتے رہیں گے۔

کتنی مرتبہ آپ لوگوں کو دلوں کی اہمیّت کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اگر دل پاک صاف ہے تو نیتیں بھی پاک ہوں گی، پھر اعمال بھی صاف ہونگے۔ اس طرح اعمال نامہ بھی سچّا اور صاف ہوگا۔ اگر دل میں کوئی گڑبڑ ہے، تو پھر کوئی چاہے کتنی ہی عبادتیں کرے یا کتنا ہی صدقہ خیرات دے، اُسکی محنت ضائع جائے گی۔ اس لئے کہ اُس کے دل کا مرض اس کے اچھے کاموں کی نیتوں کو بے کار بنا دے گا۔

اپنے دل کی بھلائی پر کڑی نگاہ رکھیں۔ دوسروں کے بارے میں منفی خیالات سے گریز کریں۔ اگر آپ کو اپنے بارے میں دوسروں کی نیتوں پر شک ہو، تو تب بھی اُن کو بدنام نہ کریں اور بُرا بھلا نہ کہیں۔ خاموشی آپ کو کئی ایک مشکلات اور آفات سے دُور رکھتی ہے۔ بس اپنی زبان کو قابو کرنے سے آپ دوسرے لوگوں میں مقبول اور محترم بن سکتے ہیں۔ یہ وہ سنہرے اصول ہیں جو زندگی کے کئی مصائب کو دور کر سکتے ہیں۔

آپ کے زمانے کے لوگوں میں ایک ایسی بدی ہے جو زندگی میں شروع ہی سے کرنے کے لئے سکھائی جاتی ہے۔ جب ایک بچّہ اپنی ماں کے پاس آکر اُسے منفی انداز میں بتاتا ہے کہ دادی یا پھوپھو کیا کہہ رہی تھیں، تو ماں اُس بچے کو اُسی لمحے چُپ نہیں کراتی۔ یا اگر بچّہ اپنے دوستوں کے ساتھ اپنی کلاس

Marfat.com

کے دوسرے بچّوں کے بارے میں یا اساتذہ کے بارے میں بات کرتا ہے، یا اُن کی تضحیک کرتا ہے، تو تب بھی اُسے نہیں روکا جاتا۔ کبھی کبھی تو والدین کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ بچّے یہ سب کچھ بڑوں سے سیکھ رہے ہیں۔ یاد رکھیئے کہ کوئی بھی بُرائی جو بچپن میں سیکھی جاتی ہے، تو وہ انسان کی دوسری فطرت بن جاتی ہے۔

اگر کسی گھرانے میں یہ اُصول نافذ ہو کہ دوسرے لوگوں کے منفی امور زیرِ بحث نہیں لائے جائیں گے، یا وہ دوسروں کے بارے میں غیبت نہیں کریں گے، تو تب ہی بچّے اس اُصول کو اپنائیں گے اور یہ راستہ اختیار کریں گے۔ غیبت زبان کی وہ بیماری ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دل کتنا بیمار ہے۔ بعض اوقات لوگ یہ غلط گمان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں کی برائیوں کے بارے میں بات کر کے وہ دوسروں کو خبردار کر رہے ہیں کہ وہ اُن سے دُور رہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیبت، غرور یا غصّے کا نتیجہ ہوتی ہے جو کسی کے خراب رویّے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اِسے اس مثال سے سمجھیئے: کسی پر کوئی ایسا الزام لگا ہے جو اُس نے نہیں کیا ہے، اس صورت میں وہ مظلوم ہے اور وہ جو الزام لگا رہا ہے وہ ظالم ہے۔ اَب فرض کیجیئے کہ مظلوم شخص ہر جگہ جا کر ظالم کے خلاف نامناسب اور سخت باتیں کرتا ہے، اور وہ یہ سب کچھ اُس کے پیٹھ پیچھے کرتا ہے، تو اس غیبت کی حرکت کا بوجھ بھی اُس جیسا ہو گا، یا اس سے بھی زیادہ، جو ظالم نے کیا تھا۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ غیبت بھی ظلم ہے اور ایسا گناہ بھی جو دل کو سخت

Marfat.com

کرتا ہے۔ یہ باہمی محبت اور احترام کو بھی تباہ کرتا ہے۔

غیبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھاتے ہوئے طریقے سے بہتر سمجھا جاسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ آپ اپنے بھائی کے بارے میں اس طرح بات کریں جو اُسے پسند نہ ہو۔ چاہے آپ اُس کے کسی جسمانی عیب کو زیرِ بحث لائیں، اس کے نسب کو، اُس کے کسی فعل کو، اس کے قول کو، اس کے دین کو یا دُنیا کو، حتیٰ کہ اس کے لباس کو، اُس کی چادر کو، یا اس کی سواری کے کسی عیب کی بات کریں، یہ سب غیبت ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو یہ بھی تعلیم دی ہے کہ غیبت سے بچیں، کیونکہ اس کی تین (۳) آفتیں ہیں: ایسے شخص کی دُعا قبول نہیں ہوتی، اس کا کوئی بھی اچھا عمل قابلِ قبول نہیں اور اس پر گناہوں کی تہہ در تہہ چڑھ جاتی ہے۔

یومِ حساب میں سب سے بدترین آدمی دوغلہ، چغل خور ہوگا، جو بعض لوگوں کے پاس ایک چہرہ لے کر آتا تھا اور دوسروں کے پاس کوئی اور نقاب اوڑھ کر جایا کرتا تھا۔ ایسے دوغلے لوگ قیامت والے دن آگ کی دو زبانوں کے ساتھ آئیں گے۔ یہ مت بھولئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ فرماتے ہوئے خبردار کیا تھا کہ: "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ: "مدینہ میں ایک آدمی رہتا تھا جس کی بہن مدینے کے دوسری طرف رہتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑ گئی اور اس کا انتقال ہوا۔ وہ آدمی اپنی بہن کی تدفین میں شریک ہوا اور اُسے قبر میں اُتار کر اپنے

Marfat.com

گھر آیا۔ گھر آنے پر اُسے یاد آیا کہ اُس کے پاس جو سونے اور چاندی کے سکوں سے بھری تھیلی تھی وہ قبر میں گر گئی تھی۔ اس لئے وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ قبرستان واپس چلا گیا۔ جب انہوں نے قبر کو ایک طرف سے کھولا تو اُنہیں سکوں والی تھیلی مل گئی، لیکن اُسی وقت بھائی نے اپنے دوست سے کہا: ''یہاں سے ہٹ جاؤ، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری بہن کس حال میں ہے۔'' جب اس نے وہ پتھر ہٹایا جو درمیان میں حائل تھا، تو اس نے دیکھا کہ آگ کے شعلوں سے قبر بھری ہوئی تھی۔ دونوں نے مل کر قبر کو بند کیا اور وہ آدمی اپنی ماں کے پاس گیا۔ وہاں اُس نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ اُسے سچ سچ بتائے کہ اُس کی بہن کیا کرتی رہی تھی جس کے باعث اُسے اس قسم کی سزا دی جا رہی ہے۔ اس پر ماں نے جواب دیا کہ اُس کی بہن پڑوسیوں کے دروازوں پر کان لگا کر سُنا کرتی تھی کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور پھر یہ باتیں وہ جا کر جس کو چاہے اُس کو بتایا کرتی تھی۔''

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کو قبر کے عذاب سے بچنا ہے اُسے غیبت اور چُغل خوری سے بچنا چاہیئے۔

حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ حج کے لئے گئے تو انہوں نے دو (۲) درہم اپنی جیب میں رکھے اور قسم کھائی کہ اگر انہوں نے کسی کی غیبت کی تو وہ یہ درہم صدقے میں دے دیں گے۔ جب وہ حج کے بعد گھر لوٹے تو وہ درہم اُن کے پاس ہی تھے۔ جب اُن کے بارے میں اُن

Marfat.com

سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”میری نظر میں ایک غیبت سے سو (۱۰۰) بار بدکاری بہتر ہے“ یعنی غیبت، زنا سے بھی بدتر ہے۔

بالکل اسی طرح حضرت ابُو حفص کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: ”ایک انسان کی غیبت کرنے کے بجائے رمضان کے روزے نہ رکھنا میرے لئے بہتر ہے“۔ جس کے معنی ہیں کہ اگر آپ رمضان کے مہینے بھر کے روزے نہ رکھیں تو اس کا گناہ ایک بار غیبت کرنے کے گناہ سے کم تر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: ”معراج میں، مَیں لوگوں کے ایک ایسے گروہ کے پاس سے گزرا جو اپنے ناخنوں سے اپنے چہرے نوچ رہے تھے اور مُردار کھا رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ: یہ لوگ وہ ہیں جو اس دنیا میں انسانی گوشت کھاتے ہیں“۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں فرمایا کہ: ”اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کیا کرو، کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی شخص کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے، تم اسے تو مکروہ سمجھتے ہو“۔ (آیت نمبر: ۱۲)

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”جو کوئی بھی اس دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھائے گا، تو یومِ حساب میں اُسی بھائی کا گوشت اُس کے سامنے رکھا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ: ”تم نے اِسے زندہ تو کھایا تھا، اب اِس مُردار کو کھاؤ“۔ تو اُس دن وہ اُس

Marfat.com

گوشت کو کھائے گا۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

"کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی شخص کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غیبت کی بدبُو فوری محسوس ہوتی تھی کیونکہ وہ بہت کم تھی، لیکن اَب غیبت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ ناک اِس کی بدبُو سے بھر چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بدبو اَب محسوس نہیں ہوتی۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جب آپ کسی چمڑے رنگنے والے کے گھر میں داخل ہوں تو آپ تھوڑی دیر بھی وہاں رُک نہیں سکتے، حالانکہ وہ اور اُس کا گھرانہ وہاں رہتے ہیں اور اُسی میں کھاتے، پیتے، رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے ناک چمڑے کی بُو کے عادی ہو چکے ہیں۔ اسی لئے اُن کو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔" ہمارے دَور میں غیبت کی صُورت حال ایسی ہی ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: "میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ جو شخص غیبت سے توبہ کرتے مرتا ہے، وہ جنّت میں داخل ہونے والا آخری آدمی ہوگا، جبکہ جو غیبت کرتے ہوئے مَرتا ہے وہ دوزخ میں داخل ہونے والا پہلا آدمی ہوگا۔" سورۃ الھمزہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :

"وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ (ہلاکت ہے ہر اُس شخص کے لئے جو (رُو برُو) طعنے دیتا ہے اور (پیٹھ پیچھے) عیب جوئی کرتا ہے۔" یعنی! سخت عذاب ہوگا۔"

Marfat.com

"ہمزہ" وہ شخص ہے جو لوگوں کے عیب اُن کے پیٹھ پیچھے بیان کرتا ہے۔ "لمزہ" وہ شخص ہے جو آپ کے عیب آپ کے سامنے بیان کرتا ہے۔ روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ولید بن مغیرہ، رسولِ کریم ﷺ اور مسلمانوں کی غیبت کرنے میں مصروف تھا۔ اگرچہ اس کی شانِ نزول خاص طور سے اس آدمی سے متعلق تھی، لیکن اس سورۃ کی تنبیہہ ہر ایک کے لئے ہے۔

اگرچہ غیبت عام طور پر جائز نہیں ہے، لیکن کچھ استثنائی حالت میں جب نیّت صحیح ہو، تو یہ کی جاسکتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق غیبت اُس صُورت میں جائز ہے جب کوئی آدمی کسی بادشاہ یا قاضی یا کسی ایسے شخص کے آگے کرے جس سے اُس نے مدد کیلئے کہا ہو۔ ایسی صورت میں کسی دوسرے کی بُرائی کرنا جائز ہے لیکن وہ بھی صرف مدد حاصل کرنے کی نیّت سے اور صرف اُسی سے جو مدد کر سکتا ہو۔ مثلاً: فتنہ اور فساد کے پیشِ نظر کوئی شخص کسی بااِختیار شخص کے پاس جاتا ہے جو فساد کو روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو ایسی صورت میں جائز ہے۔ کسی آدمی کی بُرائیاں مفتی کے سامنے بیان کی جاسکتی ہیں تاکہ بُرا کرنے والے کے خلاف فتویٰ حاصل کیا جاسکے، اگرچہ یہ بہتر ہے کہ نام خفیہ رکھے جائیں، یعنی کوشش کریں کہ اُس کی شناخت ظاہر نہ ہو جہاں تک ممکن ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا ظالم ہے کہ اُس کے شر سے دوسروں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، جیسے کہ کوئی چور یا بدعتی ہو، تو اُس کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا تھا کہ: "تم فاسق میں

Marfat.com

جو نقص اور عیب دیکھو وہ صاف صاف کہدو تاکہ دوسرے لوگ بچیں۔ (اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں آفات و مُصیبت ظاہر ہونے کا خطرہ ہے)"۔ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی شکایات دوسروں سے کی جاسکتی ہیں: ① ظالم بادشاہ، ② بدعتی، ③ وہ جو کھُلے عام گناہ کرتا ہے اور وہ جو اپنی بدکاریوں کو نہیں چھُپاتا اور نہ اُسے کسی کے کہنے کی پرواہ ہے۔

اِسلام کسی کی دِل آزاری نہیں کرتا، لیکن اگر کسی کی برائی کو ختم کرنے کا امکان ہے، اور اگر کسی ایسے شخص سے بات کی جائے جس کے پاس مدد کرنے کا اختیار ہو سکتا ہے، تو پھر وہ مدد لینی چاہیئے۔ لیکن اس میں آپ کو بڑی احتیاط برتنی پڑے گی۔ یعنی آپ کی نیت صرف مدد کرنا ہو اور اُس شخص کی عزّت خراب کرنا نہ ہو۔ آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی کے پیٹھ پیچھے لوگوں میں بات کرنا صرف اپنا بدلہ چُکانے کی خاطر، یا صرف گپ شپ کی خاطر، اِسے غیبت کہتے ہیں۔ اور یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ تو جب آپ کو کسی کے بارے میں کسی با اختیار شخص سے بات کرنی ہو، تو اُس صورت میں بھی آپ بہت احتیاط سے کام لیں کیونکہ کبھی کبھی نفس آپ کو ضرورت سے زیادہ کہنے پر اُکسا سکتا ہے۔

آپ میں سے کچھ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اگر کوئی غیبت سے توبہ کرنا چاہے تو توبہ کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ سب سے پہلے یہ جانیئے کہ آپ نے حقوق العباد سے تجاوز کیا ہے اور اس کی معافی تو صرف وہی شخص دے سکتا ہے جس کو آپ نے دوسرے لوگوں میں بے توقیر کیا ہو۔ تو پہلے اللہ سے

Marfat.com

بخشش مانگیں اور سچے دل سے وعدہ کریں کہ آپ کسی کے بارے میں بھی منفی انداز میں بات نہیں کریں گے، کیونکہ اس سے درحقیقت کوئی فائدہ نہیں۔

پھر اُس شخص کے پاس جائیں اور اُس سے معافی مانگیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جس نے کسی کے مال یا عزت کے معاملے میں اس پر ظلم کیا تو وہ اُس سے معافی مانگے قبل اُس کے کہ وہ دن آئے کہ جس دن درہم رہے گا، نہ دینار، مگر اُس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر اُس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی، تو مظلوم کے گناہ اُس پر ڈال دیئے جائیں گے۔'' اس کے علاوہ جن لوگوں میں آپ نے اُس کی بُرائی کی ہے، وہاں جاکر اُس کے کسی اچھے عمل کی تعریف کریں تاکہ اس شخص کے بارے میں آپ کی باتوں کی وجہ سے جو غلط تصوّر پیدا ہوا ہے وہ دوبارہ درست اور بحال ہو جائے۔ ایسا ممکن ہے کہ یہ سب بہت مشکل نظر آئے، لیکن آپ کو جاننا چاہیئے کہ دلوں کی رکھوالی کرنا کتنا اہم ہے، اور اگر زبان کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو یہ چند لفظوں سے آپ کی تمام نیکیوں پر پانی پھیر سکتی ہے۔ اگر احتیاط نہ برتا گیا، اور اپنی زبان کو اپنے فہم سے قابو نہ رکھا گیا، تو ایسی بے باک زبان آپ کے اعمال نامے میں موجود نیک اعمال کو آسانی سے کم کر سکتی ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی غیبت کی۔ جب آپؒ کو اس کے بارے میں علم ہوا تو آپ نے اس شخص کے پاس کھجوروں سے بھرا ایک طشت بھیجا اِس پیغام کے ساتھ کہ: ''میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی

Marfat.com

عبادات میرے نام ہدیہ اور تحفے میں بھیجی ہیں، تو میں نے سوچا کہ اِس کے بدلے مجھے بھی کچھ نہ کچھ آپ کے پاس بھیجنا چاہیئے۔ مہربانی کر کے مجھے معاف کیجئے کیونکہ جو کچھ آپ نے میرے لئے کیا ہے میں اُس کا پُورا بدلہ دینے سے قاصر ہوں۔" گوشت کا یہ چھوٹا ٹکڑا جو آپ سب کے مُنہ میں ہے، یہ آپ کے لئے جنت یا دوزخ کے دروازے کی چابی ہوسکتا ہے۔ تو اس کا بہت احتیاط کریں کہ آپ اِسے کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی تلوار ہوسکتی ہے جو دلوں کو چاک چاک کرے یا وہ مرہم ہوسکتا ہے جو دلوں کے زخموں کو مندمل کرے۔ یہ آپ پر ہے کہ آپ اِسے کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ وہ ہتھیار ہوسکتی ہے جو رشتوں کو ہمیشہ کے لئے توڑ دے یا وہ زنجیر ہوسکتی ہے، جو دلوں کو جوڑے رکھے۔ گوشت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کو استعمال کرتے وقت بہت خیال رکھیں جسے آپ کی زبان کا نام دیا گیا ہے۔

اللہ ہمیں غیبت کے گُناہ سے بچائے رکھے، ہماری زبان کو پاک رکھے اور ہمارے خیالوں اور دلوں کو ہر ایک کے لئے محبت سے بھر دے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

(۲۴۷)

۱۲ر اکتوبر ۲۰۱۲ء
۲۴ر ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

"حج : والدہ صاحبہ"

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے اور نفس کی ترغیبات سے بچنے کی قوّت عطا کرتا ہے۔ بے شک وہ واحد طاقت والا ہے جس کے احکامات سے کائنات کا نظام چلتا ہے۔

درُود و سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اپنی اُمّت کو سچا علم سکھایا اور اُنہیں اس زمین پر نائب ہونے کے مرتبے تک پہنچایا۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی عارفی نوریوں پر جو ان سچّے الفاظ کی قوّت کو محسوس کرتے ہیں جنہیں وہ ہر ہفتے اِن محفلوں میں سُنتے ہیں۔

محبّت بے لوث ہے؛ محبّت پاک ہے؛ یہ بغیر کسی غرض کے دینے کا نام ہے۔ محبّت احترام، عقیدت اور پاسداری ہے۔ یہ پاک محبّت ہے، بے غرض اور سچّی۔ اس کے کئی دوسرے نام ہوسکتے ہیں۔ یہ شریک حیات کی محبّت ہوسکتی ہے، دوست کی، بھائی بہنوں کی محبّت ہوسکتی ہے۔ ان تمام رشتوں میں سچّی محبّت کی یہ تمام خوبیاں ہوسکتی ہیں اور نہیں بھی، جس کے معنی ہیں

Marfat.com

کہ بعض اوقات اس جذبے کی سچّائی میں خود غرضی کا عُنصر شامل ہو سکتا ہے۔

مگر ایک خاص محبّت ایسی ہے جو کسی بھی خود غرضانہ مقصد سے پاک ہے اور کسی بھی دنیاوی مفادات سے خالی ہے، یہ اتنی ہی پاک ہے جتنی کہ ایک سوتے ہوئے بچّے کی مُسکان یا اتنی فرحت بخش جتنا کے گلاب کے پھُول پر شبنم کا قطرہ۔ یہ ایک ماں کی محبّت ہے، جو ہر وقت ہر عورت کے دل میں موجود ہے اور جو اس زمین پر سب سے زیادہ بے لوث اور مخلص محبّت ہے۔ ایک ماں اپنے بچّے کو نہ صرف اپنا وقت اور ایثار دیتی ہے، بلکہ جسمانی طور پر وہ اس کا بوجھ ۹ ماہ تک اپنے پیٹ میں اُٹھاتی ہے اور پھر وضعِ حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے اور پھر اپنی پوری زندگی اپنے بچّے کے لئے وقف کر دیتی ہے۔

ایسی پاکی اور اخلاص کی مثال آپ کو کہاں مل سکتی ہے؛ کم از کم اُس محبّت میں نہیں جو دنیاداروں کے دلوں میں ہے۔ اس قسم کی پاکی اور خوبصورتی نورِ روحانی جمال ہے، وہ جس کا وجود صرف آسمانوں میں ہے۔ اور یہ دُنیا کو ماں کی محبّت کے رنگ میں دی گئی ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں کہ اگر ایک دُنیاوی ماں اپنے بچّے سے اس قدر محبت کر سکتی ہے تو پھر وہ ذات کتنی محبّت کرتی ہو گی، جسکی محبت ۷۰ (ستر) ماؤں کی محبّت سے زیادہ ہے۔ وہ اپنی اُن تمام مخلوقات سے محبّت کرتا ہے جو اُس سے نسبت رکھتی ہیں۔ اور وہ کس قدر خاص ہیں، جو اس محبّت کا ادراک رکھتے ہیں جو ہر آن اُن پر برستی رہتی ہے۔ بیشک یہ وہی محبّت ہے جو انعام ہے اُن تمام نیک اعمال کا جو انسان اپنی زندگی میں کرتا ہے، اور

Marfat.com

بے شک یہی وہ بہترین انعام ہے جسے کوئی بھی طلب کر سکتا ہے۔

اللہ تو آپ سب کے لئے موجود ہے، چاہے آپ کی عُمر جتنی بھی ہو یا آپ کا ماضی کیسا ہی ہو۔ اگر آپ اُسے سچّے دل سے پکاریں گے تو آپ اُسے ہمیشہ جواب دیتے ہوئے پائیں گے۔ تو آپ کو صرف اپنا دِل سیدھا رکھنا ہے، اپنی نیّت صاف رکھنی ہے، اور پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کی بھی راہ کس طرح صالحین کی راہ بن جاتی ہے، یعنی اللہ والوں کی راہ۔ اللہ کے عاشق یہ بھید جانتے ہیں، وہ خاص راز، کہ اگرچہ اُن کا محبوب ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) پردوں کے پیچھے چُھپا ہوا ہے، لیکن اپنے عاشقوں کے لئے تو وہ ہر وقت بے حجاب ہے۔ وہ اُسے آسمان کی تاریکیوں میں دیکھ سکتے ہیں یا پہاڑوں کی چٹانوں پر۔ آپ اُسے ایک کِھلے ہوئے پُھول میں بھی دیکھ سکتے ہیں، یا ایک بچّے کی کھلکھلاہٹ میں، جو بارش میں تر بتر ہو۔ یہ عاشق اُسے نہ فقط فاصلے سے دیکھتے ہیں، وہ اُس کے جَلال کی قُربت کو بھی محسوس کرتے ہیں، اُس کی رحمت کی حِدّت کو محسوس کرتے ہیں۔ وہ اِس حِدّت کو اُس وقت محسوس کرتے ہیں جب وہ مشکل میں ہوتے ہیں، بالکل اُس بچّے کی طرح جو جب تک تکلیف میں ہوتا ہے تو اپنی ماں کو پکارتا ہے۔ وہ اُسے خوشی اور غم میں پکارتے ہیں؛ مشکل میں، نیک ساعتوں میں؛ وہ اُسے تمام اوقات میں آواز دیتے ہیں، یعنی خاص اوقات میں اور عام اوقات میں۔ اور وہ اُسے خود سے کبھی دُور نہیں پاتے۔ یہ وجہ ہے کہ اللہ کے عاشقین اتنے خاص ہیں وہ جیتے ہیں، سانس لیتے ہیں، اور

Marfat.com

مرتے ہیں صرف اپنے اللہ کے لئے۔ اور جب یہ لوگ اس دُنیا میں اپنے محبوب کے دربار کی حاضری اور اُس کے محبوب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری کا خصوصی سفر کرتے ہیں، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کی قربت، اُس کا جمال، اور اُس کا جلوہ وہاں نہیں پائیں گے۔ آخر جب کوئی عاشق اپنے محبوب سے سچّے دل کے ساتھ ملنے جاتا ہے، تو پھر کیا محبوب وہاں اُس کا خیر مقدم نہیں کرے گا، اپنی رحمتیں اُس خوبصورت مہمان پر نچھاور نہیں کرے گا، اسکی دعاؤں کو نہیں سنے گا، اور وہ کچھ اُسے نہیں دے گا جو وہ طلب کرتا ہے، اور وہ سب بھی جو اُس نے نہیں مانگا ہو۔

وہ ذاتِ باری تعالیٰ جو آپ سب کو ستّر (۷۰) ماؤں سے زیادہ پیار کرتی ہے، بخوبی جانتی ہے کہ خاص مہمان کی تواضع کس طرح کی جائے۔ یعنی اپنے محبوب کے سچّے اُمتی کی تواضع کیسے کی جائے جب وہ حج کے اس خاص سفر پر آئیں۔

حج اسلام کا پانچواں سُتون ہے اور ایک مذہبی فریضہ اُن لوگوں کے لئے، جن کے پاس اُس کے وسائل ہیں۔ یہ ذوالحجّہ کے مقدّس مہینے میں کیا جاتا ہے۔ اور اس کا سب سے اہم اور اصل رُکن عرفات میں ادا کیا جاتا ہے

یہاں ہر سال بیشمار لوگ آتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، نئے ارادے کرتے ہیں، اور اس سفر سے خود کو مضبوط بناتے ہیں، لیکن جب وہاں سے لوٹتے ہیں، تو کچھ عرصے بعد وہ اپنی پچھلی زندگی کے معمولات دوبارہ اپنا لیتے ہیں اور اپنے

Marfat.com

کئے ہوئے تمام وعدے بھول جاتے ہیں۔ ایسا آخر کیوں ہے؟ اللہ سے کئے ہوئے وعدوں کی مدّت اتنی مختصر کیوں ہوتی ہے اور یہ اتنی آسانی سے کیوں بُھلائے جاتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جب میدانِ عرفات میں جاتے ہیں تو آپ یومِ حساب کو یاد کرتے ہیں۔ آپ اللہ کی قربت کو محسوس کرتے ہیں، اور آپ پر یومِ حج کے جلال کی ہیبت طاری ہوتی ہے۔ لیکن جب آپ دنیا کی چمک دمک میں لَوٹ آتے ہیں وہ اُن تمام احساسات کو مٹا دیتی ہے، اور آپ پھر دُنیا کے چکّروں میں پھنس جاتے ہیں۔

تو سوال یہ ہے کہ حج کے دَوران کس طرح رہا جائے، اور اپنے وعدوں سے کس طرح وفا کی جائے، کیونکہ وعدے زندگی بھر کے لئے ہوتے ہیں، فقط چند دنوں کے لئے نہیں۔

سب سے پہلے تو اس بات کو سمجھیں کہ حج اتنا ضروری فریضہ کیوں ہے اور آپ کو حج کے لئے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ کیوں بلایا جاتا ہے۔ کچھ عبادتیں ایسی ہیں جن میں جسمانی مشقت کی ضرورت پڑتی ہے، جیسے کہ صلوٰۃ، جو جسمانی حرکات سے ادا ہوتی ہے، اور روزہ جس میں ایک خاص وقت کیلئے بغیر کھائے پیئے رہنا پڑتا ہے۔ اسی طرح کچھ عبادت کا اثر صرف مالی طور پر پڑتا ہے؛ جیسے کہ زکواۃ اور صدقہ۔ لیکن یہ تمام عبادتیں ایسی ہیں کہ انہیں آپ کہیں بھی ادا کر سکتے ہیں: ان میں فاصلوں کی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن عباداتِ حج ایسی ہیں کہ ان میں جسمانی، مالی اور فاصلاتی مشقتیں ہیں، جیسے کہ آپ کو اپنے

Marfat.com

گھر کی آسائشیں چھوڑنی پڑتی ہیں اور لمبا سفر طے کر کے مکہ اور مدینہ جانا ہوتا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ حج دراصل ایک ایسی عبادت ہے جس میں کوشش، پیسہ، وقت اور آپ کی انتہائی عقیدت مندی درکار ہے۔ جب آپ اپنے دُنیاوی کپڑے اُتار کر احرام باندھتے ہیں، تو آپ درحقیقت تمام کفر، نفس کی تمام خواہشیں اور پوری دنیا نہ صرف اپنے جسم سے اُتارتے ہیں بلکہ رُوحانی طور سے اپنے دل سے بھی اُتارتے ہیں۔

اللہ کے عاشق یہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ایک اور چیز بھی جانتے ہیں اور وہ یہ کہ جب یہ دُنیا آپ کے تن اور من سے اُتار لی جاتی ہے تو اسے کبھی لوٹ کر نہیں آنا چاہیے۔ اللہ کے عاشق خود حج کی ادائیگی کا فیصلہ نہیں کرتے، وہ بڑی عاجزی سے اپنے رَب سے اجازت مانگتے ہیں اُس کے دربار کی حاضری کی۔ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ جانتے ہیں کہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ: "میرا ارادہ اُس ذات کے دربار کی حاضری کا ہے جو تمام سلطانوں کا سلطان ہے،" جب تک کہ وہ یہ اجازت اپنے اللہ سے حاصل نہیں کرتا۔ اجازت تو بذاتِ خود ان عاشقوں کے لئے ایک ایسا اعزاز ہے کہ جب اُنہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن کی درخواست منظور ہو گئی ہے، تو وہ کئی دنوں تک جذب کی حالت میں رہتے ہیں۔

تو ایسے سفر کے لئے کیا کیا تیاریاں کرنی چاہئیں؟ دُنیا والے تو سہولتوں سے بھرے سوٹ کیس کے بارے میں سوچتے ہونگے، لیکن اللہ والوں

Marfat.com

کی سوچ دوسری ہے۔ وہ تو اُس دن سے اپنی تیاریاں شروع کرتے، جس دن سے اُن کے دل اپنے اللہ کو عرضی پیش کرتے ہیں۔ ہر روز وہ اپنے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے اُن کی عرضی قبول کی ہے، اور ہر روز وہ خود کو دنیا سے الگ کرنا شروع کرتے ہیں۔ وہ اپنا وقت دُنیا سے اپنی ضروریات جمع کرنے میں صرف نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اپنا وقت گناہوں کے اُس "بوجھ" کے بارے میں سوچ کر گزارتے ہیں جو اُنہیں اپنے کاندھوں پر لاد کر عرفات کی طرف لے جاتا ہے۔ ہر گزرنے والا دن اُن کو خوشی اور ہیبت کا احساس دلاتا ہے۔ خوشی کا احساس اس لئے کہ وہ ایک ایسی جگہ جارہے ہیں جہاں کے لئے یہ وعدہ ہے کہ اُن کے اعمال نامے سے پوری کالک صاف ہوسکتی ہے۔ ہیبت کا احساس اس لئے کہ وہ مکہ کے سفر پر جارہے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کا وطن ہے۔ وہاں وہ کعبہ کے جاہ وجلال کو دیکھ پائیں گے۔ وہ وہاں اُحد کے شاندار پہاڑ کا نظارہ کریں گے، اور سب سے بڑھ کر، وہ شہر مدینہ کی زیارت کریں گے۔ تو اللہ کے عاشقوں کا اس سفر کی تیاری کا یہ طریقہ ہے؛ اُن کی زبانوں پر شکر اور حمد وثناء کا ورد، اُن کے دل سُرور وطمانیت سے لبریز، اور اُن کے سَر عجز وانکساری میں اپنے اللہ کے آگے جُھکے ہوئے۔ کیسے کیسے انعامات ہوں گے اُن لوگوں کے لئے جو اس طرح کی تیاری کے ساتھ وہاں جائیں گے۔

حج زندگی کا ایک سفر ہے، اگر آپ اس کا موازنہ زندگی کے دیگر واقعات سے کریں کہ اس سفر کا نظارہ کیسا ہے، تو تب آپ کو اس کی حقیقت

Marfat.com

کا علم ہو جائے گا۔ جب ایک آدمی اس دنیا میں آتا ہے تو وہ اپنے ساتھ کچھ نہیں لاتا، یعنی وہ خالی ہاتھ آتا ہے۔ یہ احرام کے دو کپڑے جو جسم پر لپٹے ہوئے ہوتے ہیں، اس بات کی علامت ہیں کہ جب وہ (اس دنیا میں) آیا تھا تو خالی ہاتھ تھا اور جب وہ جائے گا تو، تب بھی خالی ہاتھ جائے گا۔ جو دُنیا اُس نے کمائی تھی، وہ اِسی دنیا میں ہی رہ جائے گی۔

جب ایک بچّہ پیدا ہوتا ہے تو اُسے آرام اور تحفظ اپنی ماں سے ملتا ہے، بالکل اسی طرح جب اللہ کا عاشق باب الحرم میں پہنچتا ہے وہ بھی خود کو اُس ذاتِ پاک کی آغوش میں محسوس کرتا ہے جس کی محبّت ستر (۷۰) ماؤں کی محبّت سے زیادہ ہے۔ طوافِ کعبہ اُس ہستی کے بارے میں سکھاتا ہے جو ساری مخلوقات اور عالمین کا محور ہے۔ جب وہ کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں تو اُن کے دلوں میں اپنائیت کا احساس اُبھرتا ہے جیسے کہ دنیا نے اُنہیں اُن کے سب سے محبّت ترین ذات سے جُدا کیا ہو، اور اَب وہ اُسی محبوب کی رحمتوں بھری آغوش میں واپس آگئے ہیں۔ تو اس طرح آنسو بھی نکلتے ہیں، اُنکے دلوں سے سِسکیاں نکلتی ہیں، بالکل ایک بچّے کی طرح جو اپنی تمام تکلیفیں اپنی نرم دل اور مہربان ماں کو سُنا رہا ہو۔ یہ ہوتا ہے عاشقوں کا احساس۔ وہ اُس مقدّس مقام کے اَمن، سکینت اور راحت کو محسوس کرتے ہیں۔

حج کے مختلف ارکان بعض اوقات زندگی کے مختلف پہلوؤں کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ صفا و مروہ کے درمیان سَعی اس بات کا اظہار ہے کہ

Marfat.com

ایک ماں کس طرح اپنے پیاسے بیٹے کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑتی رہی تھیں۔ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ کس طرح اُس چھوٹے معصوم بچّے نے اپنی ماں کی رُوح کو جھنجھوڑ دیا تھا اور اُس سخت موسم میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتی رہی تھیں۔ سچّے عشق کی راہ میں جب کبھی بھی کوششیں کی جاتی ہیں تو اُن کا انعام بالکل اُس ماں بیٹے کے انعام کی طرح ہوتا ہے، جنہیں زم زم کے ٹھنڈے پانی کا چشمہ عطا ہوا۔

اسی طرح اللہ کی راہ میں کی جانے والی کوئی بھی کوشش انعام سے محروم نہیں رہتی۔ یہ ہیں وہ باتیں جنہیں اللہ کے عاشق بخوبی جانتے ہیں؛ وہ اپنی زندگی میں اپنے ہر کام میں سَعی کرتے ہیں، اپنے گھرانوں کو کھلاتے پلاتے ہیں، اُنہیں علم سکھاتے ہیں اور زندگی تسلیم و رضا میں گزارتے ہیں۔ یہ صحیح معنوں میں سَعی یہی ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں اپنی بہترین کوشش کرنا، اور بیشک ایسی کوششوں کے لئے بہترین انعامات منتظر ہیں۔

جب آپ عرفات کا موازنہ زندگی کے کسی بھی واقعے سے کرتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ہر شخص کی زندگی میں ایک عرفات موجود ہے۔ ضرورت سچّے دل سے توبہ کی ہے، اللہ کے آگے ایک پُرخلوص سجدے کی اور آپ کے ربّ کے آگے ایک سچّے وعدے کی کہ آپ دوبارہ کبھی گناہ نہیں کریں گے۔ سچّی توبہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہے جیسے کہ وہ ایک نومولود بچّہ ہو۔ اس کی شرط صرف یہ ہے کہ توبہ سچّے دل سے کی جائے۔ اِسی طرح مزدلفہ میں

Marfat.com

آپ کا قیام اُن مصائب کی تصویر کشی ہے جو اللہ کی راہ میں آپ کو پیش آئیں گی۔ آپ ہمت یا عزم نہیں ہاریں گے۔ آپ کے حصار اور آپکا اللہ سے شیطان کی پناہ مانگنا ایسا ہی ہے جیسے جمرات کا رکن ہو۔ جب آپ دنیاوی ترغیبات کو رَد کرتے ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ شیطان کو پتھر مار کے خُود سے دُور بھگا رہے ہوں۔ عید کی قربانی اور احرام کا کھولنا جشن منانا ہے اور بیشک اللہ کے عاشق اپنے رب کی موجودگی میں جشن مناتے ہیں۔ وہ اُس سے کبھی دور نہیں ہوتے۔

ایک مومن جو رُوحانی رَاہ پر گامزن ہے وہ ہر وقت حالتِ حج میں ہے۔ اگرچہ اُسے اپنے گناہوں کا بوجھ محسوس ہوتا ہے، لیکن تاہم وہ اُس بوجھ کو توبہ و استغفار سے دُور پھینک دیتا ہے۔ اللہ کا یہ مومن وہ عاشق ہے جو ہر وقت اپنے محبوب کے گرد طوافِ عشق میں مصروف ہے؛ نہ وہ ایک لمحے کے لئے بھی اپنے محور سے دور نہیں جاتا اور نہ ہی اُس ذات کی آغوش سے دُور رہتا ہے جو اُس سے ستر (۷۰) ماؤں کی محبّت سے بھی زیادہ محبّت کرتا ہے۔ آپ سب کو ذوالحجہ کے مہینے میں یہ تمام سبق سیکھنے چاہئیں، اور اُن اسباق پر سال کے باقی مہینوں عمل کرتے رہیں۔

حضرت شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اپنے یہ اسباق آسانی سے نہیں بُھلاتے، وہ سبق جو اُنکے مرشدین نے اُنہیں سکھائے تھے، اور اَب یہ اسباق جو اُنہیں اِن محفلوں میں سکھائے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

سکھائے گئے اسباق میں سے ایک "ماں" کی محبت کا حُسن" ہے۔ وہ حُسن جو ہم اپنے مُرشد کی والدہ کی نظر کرتے ہیں۔ یہ سبق ایسا ہے کہ ہمیں ایک ماں کی محبت کا مقام ہر وقت پیشِ نظر رہنا چاہیئے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ جب بھی اپنی محبت کا ذِکر کرتا ہے تو وہ اُسے ماں کی محبت سے تشبیہ دیتا ہے، کسی اور محبت سے نہیں۔

اس ذوالحجہ کے مقدس مہینے میں اللہ کا سلام اُن تمام حسین دل والی ماؤں کو پہنچے جو خود بھی مؤمنات تھیں اور جنکی نگہداشت نے دنیا کو ایسے مؤمن عطا کئے جیسے کہ حضرت شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ۔

اللہ کرے آپ سب ذوالحجہ کی رحمتوں سے فیضیاب ہوں۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

اعمال نامہ دوبارہ لکھا جاسکے۔

اس دنیا میں جب کوئی شخص کسی امتحان میں ناکام ہوتا ہے، تو اسکا دوبارہ امتحان لیا جاسکتا ہے، وہ اگلے سال پھر امتحان دے سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر اسے ایک نئی کلاس میں ترقی دی جاتی ہے، لیکن اُسے نئی کلاس کے لئے ضروری مہارت کی کمی ہو، تو اسے پچھلی کلاس میں واپس بھیجا بھی جاسکتا ہے تاکہ اُسے بہتر طور سے اعلیٰ کلاسوں کے لئے تیار کیا جاسکے۔ یہ صرف اس دنیا میں ہو سکتا ہے۔

اللہ بھی ہر ایک انسان کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے جن کا اُسے سامنا کرنا ہے۔ اُن میں اس کے کامیاب یا ناکام ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ اللہ کی طرف میں کتنا تیار ہے۔ وہ زندگی بھر ان امتحانات اور آزمائشوں کا سامنا کرتا ہے۔ اگر وہ ناکام ہوتا ہے تو اُسے موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ مزید سیکھے، جس کا مطلب ہے کہ اسے بار بار موقع دیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ آخری سانسوں تک چلتا ہے، یعنی اس کے لئے اب بھی موقع ہے۔

لیکن جب ایک بار اس کی سانسیں ختم ہوجاتی ہیں، اور وہ دوسری دنیا میں منتقل کیا جاتا ہے، تو پھر وہ کبھی لوٹ کے نہیں آسکتا۔ چاہے وہ کتنا ہی چاہتا ہو کہ واپس آئے تاکہ توبہ کر سکے اور برباد شدہ وقت کا ازالہ کر سکے، لیکن اب وہ کبھی واپس نہیں آسکتا۔ اسی لئے آپ سب کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کی ہر سانس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور انہیں اللہ کی فرمانبرداری اور تسلیم و رضا میں خرچ کریں۔

Marfat.com

صدائے راز و سوز

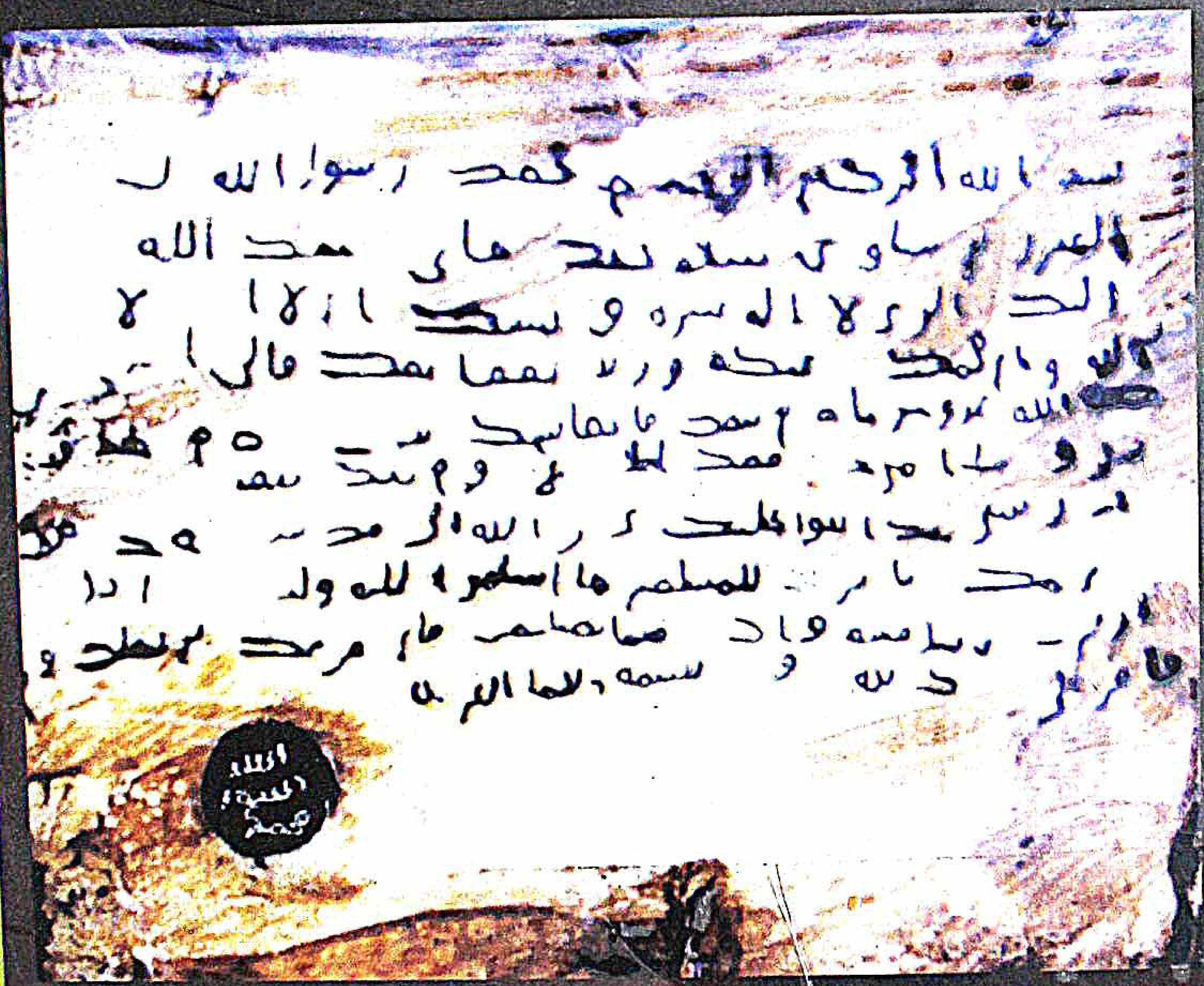

زیرِ سرپرستی:

عاشقِ رسُول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ مُحمّدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ مُحمّد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com